مکتوباتِ سلیمانی

جلد اوّل

مولانا سید سلیمان ندوی کے ۳۷۲ خطوط کا مجموعہ

تقریباً ۱۰۰۰ توضیحی حاشیوں کے ساتھ

از

عبدالماجد دریابادی

مُدیر "صدق" صاحبِ تفسیر القرآن وغیرہ

پرنٹر و پبلشر ———— حکیم عبد القوی دریابادی

کاتب ———— منشی محمد احمد لکھنوی

طابع ———— شاہی پریس لکھنؤ

قیمت ———— پانچ روپیہ (صہ/)

سنہ طباعت ———— ۱۹۶۳ء

ناشر ———— صدق جدید بک ایجنسی لکھنؤ

ملنے کا پتہ

(۱)

صدق جدید بک ایجنسی۔ کچہری روڈ لکھنؤ

(۲)

دار المصنفین۔ شبلی منزل۔ اعظم گڈھ

دیباچہ

یہ ہر صاحب قلم کے خطوط، نجی اور خانگی خطوط، کی بدعت اردو میں اہل فرنگ کی لائی ہوئی ہے —— فرنگیوں ہی کے خطوط کے مجموعے دیکھ ہم مشرقیوں کے دل میں للک پیدا ہو گئی کہ جس سے بھی عقیدت یا محبت ہوئی۔ بس بے تحاشہ اس کا ہر خط اٹھا کر چھاپنا شروع کر دیا جائے وہ کیسا ہی ذاتی، خانگی، نجی ہو —— اس دور سے قبل ہمارے ہاں جو مکتوبات چھپتے، وہ یا تو بزرگوں کے ہوتے، فن سلوک و تصوف سے متعلق جیسے مکتوبات مجدد سرہندی ہوں۔ اور یا پھر ان کی ادبی و انشائی شان نمایاں ہوتی، مثلاً رقعات و مکتوبات غالب۔ فارسی میں اس سے قبل جو رقعات چھپ کر شائع ہوئے تھے مثلاً رقعات عالمگیری، یا رقعات مرزا قتیل، ان سب کی پبلک حیثیت نمایاں تھی۔ ادب آموز یا تاریخ آموز تھے اور بعض انہیں پہلوؤں سے داخل نصاب درس تھے نجی خطوں کے چھاپنے کا فیشن اردو میں "صاحب" کے دم قدم سے چلا۔ اور اب یہ حال ہے کہ علم میں، ادب میں، سیاست میں، مذہب میں جہاں کسی نے کچھ بھی امتیاز پیدا کیا۔ اور اُسے سو پچاس معتقد مل گئے۔ بس اسکے غالی پرستار یا معتقد شدومد سے یہی چاہنے لگتے ہیں۔ کہ اس کے ہاتھ کی ہوئی ایک ایک چٹ کھوج لگا کر نکالی جائے۔ اور اس کے خط بیوی کے نام ہوں یا بیٹے کے۔ سب ایک ایک کر کے منظر عام پر آ جائیں —— چاہے اس سے نتیجہ میں خود اسی کے حصے میں فضیحت و رسوائی کیوں نہ آ کر رہے! —— پیمبروں کو چھوڑیئے۔ لیکن باقی دنیا میں کوئی بزرگ سی بزرگ شخصیت ہی ایسی کون ہوئی ہے۔ جس سے عمر کے مختلف حصوں میں قسم قسم کی لغزشیں صادر نہ ہوئی ہوں؟ کس نے بچپن میں شرارتیں نہیں کی ہیں؟ کس نے کبھی نہ کبھی استادوں کے ہاتھ سے مار نہیں کھائی ہے؟ کس کی زبان سے نامناسب و نا ملائم الفاظ بارہا اپنے ماتحتوں، نوکروں چاکروں پڑوسیوں۔ دوستوں۔ عزیزوں کے حق میں نہیں نکلے ہیں؟ کون اپنے کو بیجا غصہ سے اور دوسرے سفلی جذبات کے ہیجان سے ہر حال میں اور ہر موقع پر محفوظ رکھ سکا ہے؟ کوئی بڑے سے بڑے علامہ وقت بھی، یہ کیونکر ممکن ہے کہ ہر ماحول میں، اور عمر کے ہر دور

ہیں۔ وہ زبان کے اور ہاتھ پیر کے چھوٹے بڑے ہر گناہ سے معصوم رہے ہوں! اور ادبی علمی فنی لغزشوں کا تو خیر کہنا ہی کیا ہے۔

تو ان کی زبان سے نکلی ہوئی ایک ایک بات کو اندھا دھند محفوظ رکھنا اور چھاپ دینا۔ انکے حق میں کہاں کی دوستی اور ان کی کہاں کی خیر خواہی ہے؟ —— اور بشری لغزشوں کے لحاظ سے۔ جیسی زبان ویسے ہی قلم۔ گفتگو اور تحریر میں فرق ہی کیا ہے؟ رطب و یابس کا مجموعہ دونوں ہی ہوتی ہے۔ بیسیوں الفاظ کسی جوش یا ہیجان یا جذبہ کے تحت لکھ کر، انسان بعد کو خود سخت پشیمان ہوتا ہے۔ اور ہرگز نہیں چاہتا کہ ان کی بھنک بھی دوسرے کے کان تک پہنچے۔

اب ان لایعنی، ہجویہ، ناگفتنی تقریروں اور تحریروں کو دوسروں تک پہنچانا۔ اپنے ہیرو کی کوئی خدمت کرنا نہیں، سخت بد خدمتی کرنا ہے۔ لیکن غالی پرستار اپنے جوش و غلو میں ان موٹی مصلحتوں کو بھی کہاں سوچ میں آنے دیتے ہیں۔ اور اسے عملاً معصوم ہی قرار دینے پر مُصر رہتے ہیں

—— ایک مثال سنئے۔ مولانا شبلی کی سخت آویزش، ندوہ کے ایک جلسہ انتظامی میں بعض دوسرے ارکان سے ہوئی (اور ہم لوگوں کی مجلسوں میں اس طرح کی گرماگرم بحثا بحثی کوئی نادر واقعہ نہیں) جلسہ کے بعد غصہ میں بھرے ہوئے۔ مولانا نے اپنے کسی مخلص کو خط میں کچھ اس طرح کا فقرہ لکھ دیا کہ عجب پاجیوں سے سابقہ پڑا ہے۔ اب وہ مخلص صاحب اس خط کو سینہ سے لگائے بیٹھے ہوئے ہیں اور موقع ملتے ہی اسے فخریہ چھاپ دیتے ہیں۔ اب عام ناظرین خود مولانا کی شیریں زبانی سے متعلق کیا رائے قائم کریں گے؟ اور ایسے گرانقدر معاصر علماء کو لفظ "پاجی" سے نوازنے والے کو کیا قرار دیں گے؟ ——

ایک ذرا پھر سوچئے، کہ انبیاء کرام کے سوا، ہنگامی جذبات اور شدید وقتی تاثرات سے محفوظ دنیا کا کون بشر ہوا یا ہو سکتا ہے؟ فرق صرف مدارج کا رہتا ہے کوئی کم کوئی زیادہ۔

بشریت کی ان کمزوریوں کو طشت از بام کرنا۔ خلائق کے سامنے مشتہر کرتے رہنا، ہرگز نہ علم کی خدمت ہے نہ دین کی نہ ادب و زبان کی، اور نہ اس مرحوم اور گزری ہوئی شخصیت کی جو اپنے غالی پرستاروں کی ان حرکتوں سے، شرم سے پانی پانی ہو رہا ہوگا —— اور معصیت کو جانے دیجئے مباحات اور طبعیات کے دائرہ کے اندر ہی کتنی چیزیں ایسی ہیں، جن کا پبلک کے سامنے آنا کوئی شریف ہرگز اپنے لئے گوارا نہیں کر سکتا غسل خانہ یا بیت الخلاء میں بیٹھے ہوئے کون شخص اپنا فوٹو کھنچوانا پسند کریگا؟

لیکن اگر خطوط کا جامع ایسی ساری عبارتوں کو قلمزد کر دے، اور خطوط کے بارے میں ایک سخت سنسر کا کام دینے لگے۔ تو شاید دوسرا ہو جائے گا۔ اور مکتوب نگار کو پاک صاف کر کے پیش کیا جائے تو یہ بھی خیانت اور بد دیانتی ہو گی۔ جب بشر بشر ہی ہے۔ تو اس کی تصویر فرشتہ بنا کر پیش کرنا کہاں تک درست ہو سکتا ہے؟ اور پھر خود ہی سنسر کا بھی احتساب و انتخاب کب قطعی ہو سکتا اور حرف آخر کا حکم رکھ سکتا ہے؟ اور تاریخ تو نام ہی خوشگوار و ناخوشگوار دونوں قسم کے واقعات کے مجموعہ کا ہے،

مناسب راہ یہ سمجھ میں آئی، کہ طریقہ بین بین کا اختیار کیا جائے۔ یعنی اصلاً تو اس کی عبارتیں برقرار ہی رکھی جائیں۔ اور حاشیہ میں اس کی توضیح ہوتی رہے۔ کہ یہ لفظ اس کے قلم سے فلاں ماحول اور فلاں موقع پر آئے ہیں۔ بہت سی ناگواریاں جو بُعدِ زمانہ اور اجنبیت ماحول کی بنا پر پیدا ہوتی ہیں۔ دُور ہو جائیں گی۔ اور بہت سے موقعوں پر لہجہ کی دُرشتی ایک حد تک گوارا ہو جائے گی۔ پھر معاصر اشخاص کے نام جہاں جہاں بھی ممکن ہو حذف کر کے وہاں صرف نقطے دے دیے جائیں۔ اور بعض انتہائی صورتوں میں وہ فقرہ ہی سرے سے القط کر دیا جائے ——— اس تھوڑی سی سنسرشپ یا حک و حذف کے بعد جامع و ناشر کی ذمہ داری ان شاء اللہ ہلکی ہو جائے گی اور مکتوب نگار کی شخصیت میں کوئی قابل لحاظ فرق نہ پڑنے پائے گا۔ گو پیرو کے عاشقوں اور شیدائیوں کو اتنی ترمیم بھی ناگوار ہو گی ——— بہر صورت ان دو متضاد مطالبوں کے درمیان کہ سید صاحب کی ہر تحریر حرف بحرف چھپے اور یہ کہ ایسے مکتوبات سرے سے چھپنے نہ پائیں، تطبیق کی ممکن شکل یہی نظر آئی جو یہاں اختیار کی جا رہی ہے۔

خطوط کا جو مجموعہ آپ کے پیش نظر ہے۔ اس کی مدت کا رقبہ ۴۰ سال کا ہے۔ سب سے پہلا خط ۱۹۱۲ء کا ہے۔ اور سب سے آخری سنہ ۱۹۵۳ء کا۔ یہ مجموعہ سارے خطوں کا نہیں۔ سب کے سب نہ محفوظ رہ سکتے تھے اور نہ رہے۔ کچھ تو دیمک چاٹ گئی، کچھ بارش کے اثر سے دھل کر صاف ہو گئے۔ اور کچھ میری بے خیالی سے ادھر کے ادھر ہو گئے۔ اور شروع میں تو ان کے جمع و حفاظت کا اہتمام ہی نہ رہا۔ اخیر کے چند سالوں میں سنہ ۵۰ و سنہ ۵۱ کا خط کوئی بھی تلاش سے نہ مل سکا۔ اس کا قلق خصوصیت کے ساتھ ہے۔ سنہ ۵۲ء کا کل یہی ایک ہی خط مل سکا جو وفات سے چند ہفتہ قبل کا ہے ——— سید صاحب اپنے مرتبہ کے لحاظ سے واقعۃً میرے بزرگ تھے،

سن میں بھی مجھ سے ۲۰ سال بڑے تھے۔ لیکن اپنے کمال شفقت سے برتاؤ میرے ساتھ اس قسم کا رکھے رہے جیسے ایک بے تکلف دوست، دوست سے رکھتا ہے۔ اسی لئے ان خطوط میں ہر قسم کی گھریلو باتیں ملیں گی۔ ادبی، سیاسی، علمی، دینی بحثیں بھی اسی بے تکلف گھریلو انداز میں۔

۴۴ سال کا رقبہ بڑا وسیع ہوا۔ کتنے اُتار چڑھاؤ اس مدت میں ان کی زندگی میں پیش آئے اور میری زندگی میں بھی۔ کتنے نقطۂ نظر بدلے، کتنے جذبات میں تبدیلیاں ہوئیں۔ سن و تجربہ میں اضافہ کے لحاظ سے اندرونی انقلابات کتنے ہوئے یہ تغیر و انقلاب ہر بشر کے لئے ناگزیر ہیں۔ میں نے اپنے بچپن میں کتنی شرارتیں کیں، استادوں کے ہاتھ سے کتنی بار مار کھائی۔ لڑکپن اور نوجوانی میں کیسی کیسی حماقتیں اور نادانیاں سرزد ہوئیں آج ان کے تصور سے بھی تکلیف ہوتی ہے۔ سید صاحب کی زندگی بے شک پاک و پاکیزہ تھی، اور اخیر زمانہ میں تو واقعی قابل رشک ہو گئی تھی، لیکن سن کے ان طبعی تقاضوں کو آخر کیا کرتے؟ بچپن۔ لڑکپن۔ نوجوانی۔ بھرپور جوانی۔ ادھیڑپن کے ہر دور سے آخر انہیں بھی گزرنا ہوا تھا۔ اخیر زمانہ میں جن لوگوں نے انہیں محض شیخ وقت کے قالب میں دیکھا، وہ خدا کے لئے اسے ہرگز نہ بھولیں۔ کہ اس سے قبل ان پر کون کون سے دور گزر چکے تھے۔ کبھی طالب علم تھے۔ پھر مضمون نگار رہے۔ خطیب و مقرر ہوئے۔ مناظر ہوئے، معلم و مدرس ہوئے، ماہناموں کے ایڈیٹر تھے، مصنف تھے۔ شاعر رہے۔ سیاسیات میں حصہ لیا۔ کتنے معاصرین سے چھیڑ چھاڑ، نوک جھونک، رزم و بزم کے مرحلے طے کرنے ناگزیر سے ہوں گے! اہل و عیال والے ہوئے کتنے قصے گھر کے پیش آتے رہے ہوں گے۔ فکر معاش کے مرحلے کیا کیا طے کرنے پڑے ہوں گے۔ اور نتیجہ میں دوسروں کے تاثرات ان کی ذات و شخصیت سے متعلق یقیناً وہ نہیں ہو سکتے۔ جو ان کے مریدان باصفا اور مسترشدین خصوصی کے ہوں گے۔

ایک موٹی بات جسے لوگ عموماً بھولے رہتے ہیں۔ ہمیشہ یاد رکھنے کی ہے۔ جب کسی شخص کا کوئی وصف بیان کیا جاتا ہے۔ تو وہ اس کے صرف عام اور اکثر حالات کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ نہ کہ کلی اور دائمی اعتبار سے مثلاً اگر کسی مرحوم کے لئے کہا جائے، کہ وہ بڑے حلیم و متین تھے، تو اس کے معنی صرف اس قدر ہوئے کہ انہیں عموماً عادتاً بے جا غصہ نہیں آتا تھا، اور بیشتر حالات میں انہیں اپنے جذبات پر قابو حاصل تھا۔ یہ معنی نہیں کہ انہیں کبھی اور کسی حال میں بھی غصہ نہیں آیا، اور وہ عمر میں چند بار بھی جذبات سے مغلوب نہیں ہوئے۔ اسی طرح اگر کسی بزرگ سے متعلق کہا جائے کہ وہ بڑے قوی الحافظہ تھے۔ تو اس کے یہ معنی ہرگز نہیں ہو سکتے۔ اُن سے سہو

نسیان کبھی ہوا ہی نہیں! سچائی، دیانت، بے طمعی، بے خوفی وغیرہ جتنے بھی یہ صفات انسانی ہیں۔ سب کا یہی حال ہے۔ اور پھر عمر کے مختلف دور اس باب میں بڑے موثر ثابت ہوئے ہیں۔ ایک مشہور بزرگ "فضیل بن عیاض" سے متعلق آتا ہے کہ ان کا پیشہ ڈاکہ زنی تھا۔ خلق اللہ کی لوٹ مار میں مشغول رہتے تھے۔ آخر توبہ نصیب ہوئی۔ اور ایسی توبۂ نصوح کی کہ کچھ روز میں وہ عابدوں، زاہدوں، صوفیوں کے سردار بن گئے! یہ کوئی استثنائی اور بالکل نادر مثال نہیں۔ کتنے ہی شرابی آگے چل کر متقی ہو جاتے ہیں۔ کتنے ہی فاسق نوجوان بڑھاپے تک پہنچتے پہنچتے پارسائی و پاکبازی کی تصویر بن جاتے ہیں۔ اور یہ روزمرہ کا مشاہدہ ہے، خود صحابۂ کرام میں اس کی نظیریں کثرت سے ملتی ہیں۔ جاہلیت کی زندگی مے نوشی، زنا کاری، یہاں تک کہ "اکبر الکبائر" شرک و بت پرستی کی نذر ہوئی۔ اِدھر اسلام لائے کہ اُدھر قلب ماہیت تھی تقویٰ اور دینداری کے چرچے ملاء اعلیٰ میں ہونے لگے ۔۔۔ وہ تو کہیے کسی نے صحابۂ کرام کی پچھلی جاہلی زندگی کی تفصیلات لکھنے کی طرف توجہ نہیں کی ورنہ قدرت الٰہی کا ایک عجیب سا نقشہ نظروں کے سامنے پھر کر رہتا! اکبرؔ ؎

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے ۔۔۔ کیا نظر تھی جس نے مُردوں کو مسیحا کر دیا!

سید صاحب سے میرے تعلقات ۱۹۰۹ء یا ۱۹۱۰ء ہی سے قائم ہو گئے تھے۔ وہ دارالعلوم ندوہ سے نئے نئے فارغ ہوئے تھے۔ اور میں کیننگ کالج لکھنؤ کا طالب علم تھا ۱۹۱۱ء تک وہ میری طرح لکھنؤ ہی میں رہے۔ ۱۹۱۲ء سے وہ باہر رہنے لگے۔ کبھی بمبئی کبھی کلکتہ۔ کبھی پونا اور پھر مستقل طور پر اعظم گڈھ (بھوپال اور کراچی کی منزلیں ابھی بہت دور تھیں) چنانچہ میرے محفوظ ذخیرہ میں ان کا پہلا عنایت نامہ بمبئی سے اکتوبر ۱۹۱۲ء کا لکھا ہوا، عجب نہیں کہ اس کے قبل بھی ان سے مراسلت شروع ہو چکی ہو۔ لیکن اس وقت ان خطوط کی اس درجہ اہمیت بھلا کس کی نظر میں ہو سکتی تھی؟ چنانچہ ان کی حفاظت میں غفلتیں مجھ سے ہوئیں، نہ صرف اسی وقت، بلکہ بارہا اس کے بعد بھی اور بالکل آخر تک۔ اور بہت سے خط یقیناً ضائع ہو کر رہے۔ اس کی ذمہ داری ہمیشہ براہ راست نہیں۔ کبھی کبھی بالواسطہ سہی، بہر حال میری غفلت ہی پر ہے۔ اس ذخیرے کا آخری ہندسہ ۳۹۷ ہے موٹا اندازہ ہے کہ تلف شدہ خطوط کی تعداد ۴۰۰، ۵۰۰ ہو گی۔

نشیب و فراز، پیچ و خم جس طرح کہ بشری زندگی کا جزو ہوتے ہیں، اُن کی پوری عکاسی ان خطوط میں بھی موجود ہے۔ ۲۷ سال کی عمر یعنی بھرپور جوانی کی عمر سے لے کر ۶۰ سال کی پختہ عمر تک جتنی منزلیں طے

ہونے کی تھیں، سب ہی کے نقشے ان صفحات میں آتے گئے ہیں۔ غم و غصہ، صدمات خانگی، شوخی و ظرافت معاصرانہ چھیڑ چھاڑ، دینی حرارت، علمی سنجیدگی و متانت، ناگواری و طنز، سیاسی چاشنی، سب ہی کی جھلکیاں اپنی اپنی جگہ ان اوراق میں محفوظ ملیں گی۔

سب سے نازک مسئلہ شخصیات کا ہوتا ہے۔ ممکن نہ تھا کہ معاصر شخصیات کا تذکرہ ہر جگہ مدح و تحسین ہی کے ساتھ ہو۔ یقیناً ناگواری، نکتہ چینی اور تلخی کے نمونے جا بجا نظر آئیں گے۔ اور اپنے پیر و یا مقتدا کا ذکر، ذکر خیر کے سوا، ہر پڑھنے والے پر گراں گزرنا بھی ایک امر طبعی ہے۔ لیکن اس کے لئے جامع کی ایک حد تک معذوری بھی ظاہر ہے —— بہرحال ناظرین کرام اس کے لئے تیار رہیں کہ کہیں کہیں اُن کے جذبات کو دھچکا ضرور لگے گا۔ اور اس کے لئے جامع شروع ہی میں اُن کے عفو و کرم کا خواستگار ہے۔

معاصروں میں ایک نامور شخصیت ضرور ایسی ہے، جس کے متعلق اپنا ذہن پہلے ہی صاف کر لیں تو بہتر ہے۔ مراد مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم و مغفور سے ہے۔ مرحوم کی ابتدائی زندگی جنھوں نے نہیں دیکھی ہے۔ وہ اُن کی محض تحریروں اور آخری حصۂ زندگی سے اس کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ سید صاحب اُنکے بے تکلف دوستوں میں تھے اور لکھنؤ اور کلکتہ دونوں میں انھیں بہت قریب سے دیکھ چکے تھے۔ انھیں اپنے علم و بصیرت کے مطابق اُن میں بہت سی قابل اعتراض باتیں نظر آئیں۔ اس کا اظہار اس مجموعہ کے شروع ہی کے خطوں میں ہے۔ مولانا آزاد پر یہ بات ڈھکی چھپی نہ رہی۔ پوری طرح واضح ہو چکی تھی۔ انھوں نے سید صاحب سے صراحت کے ساتھ پوچھا کہ آخر آپ کی رنجش کے اسباب کیا کیا ہیں۔ یہ شرافت تو ان کی طرف سے ظاہر ہوئی سید صاحب نے بھی بہ کمال شرافت اُن کی اس فرمائش کو قبول کر کے اپنے اعتراضات نمبروار لکھ بھیجے۔ مولانا آزاد نے اب اس سے بھی بڑھ کر اپنی شرافت کا ثبوت یوں دیا کہ سارا مکتوب سکون قلب کے ساتھ پڑھ کر اس کا مفصل و مکمل جواب لکھا۔ اس میں پبلک زندگی اور نجی زندگی سے متعلق بعض اعتراضات کو من و عن تسلیم کر لیا۔ بعض کے لئے اعتراف کیا کہ کوشش اصلاح ہو رہی ہے اور بعض کی صاف تردید کر کے سید صاحب کو لکھا کہ اس بارے میں خود آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ یہ مکتوب مولانا آزاد کے ہاتھ کا لکھا ہوا تقریباً پورے کا پورا (یعنی بجز بالکل آخری حصہ کے) دار المصنفین کے ذخیرے میں مل گیا۔ اور اس کی نقل حاشیہ پر اپنے مناسب موقع پر درج ہے۔ اس سے کسی بھی صاحب فہم کے نزدیک مولانا مرحوم کے مرتبہ میں کمی ان شاء اللہ نہ ہوگی۔ بلکہ ان کے ظرف کی عظمت میں اور اضافہ ہی ہوگا —— یہ مکتوب شروع ؁۱۴ء کا ہے۔

۱۹۳۸ء سے کہنا چاہیئے کہ مولانا مرحوم کی زندگی میں خود ایک انقلاب عظیم ہو گیا۔ اور اصلاح کا پہلو کہیں زیادہ روشن ہو گیا۔ اس لئے اس دور سے قبل کی سرگزشت پر خط تنسیخ ہی پھرا ہوا سمجھئے۔ خود سید صاحب بھی اخیر زمانہ میں مولانا کی طرف سے بڑی حد تک صاف ہو گئے تھے، بلکہ درمیان میں تو ایک دور خاص لطف و محبت کا بھی آ گیا تھا ـــــ ان خطوط کے جامع کو جو اختلافات مدیر الہلال سے تھے۔ وہ ۱۹۳۸ء تک کہنا چاہیے کہ ختم ہی ہو چکے۔ اور اس کے بعد سے مرحوم سے مجالست و رفاقت کی سعادت خلافت کمیٹی وغیرہ کے سلسلے میں برسوں حاصل رہی۔

مولانا کی ملک گیر شہرت و شخصیت کے پیش نظر یہ تصریحات ضروری تھیں ـــــ اب دو دو سطریں دو ایک اور شخصوں سے متعلق بھی ملاحظہ میں لے آئی جائیں۔

(۱) مولوی مسعود علی صاحب ندوی، دار المصنفین کے آغاز کار سے، سید صاحب کے بہترین و مخلص ترین رفیق کار رہے۔ اور انتظامی و مالی شعبہ سے سید صاحب کو فارغ و بے فکر کر کے تمامتر علمی شعبہ ہی کی طرف متوجہ رکھا۔ اور تعلقات آپس میں عزیزانہ بلکہ برادرانہ رہا کئے۔ لیکن "فلک عربدہ جو" سے یہ دیکھا نہ گیا بعض ایسے افسوسناک تکوینی حالات پیش آئے کہ پیچیدگی برابر بڑھتی گئی۔ اور اخلاص اچھی خاصی منافرت میں تبدیل ہو گیا۔ اور یہ اُس وقت جب دونوں کو بیعت ایک ہی شیخ سے ہو چکی تھی! اور شیخ بھی کیسا شیخ کامل، درمیان میں ایک بار مصالحت کی طرح پڑی، اور باہمی اخلاص و محبت کے عہد و پیمان از سر نو تازہ ہوئے۔ لیکن یہ دور بھی پائدار نہ رہا۔ اور پھر وہی تلخیاں شروع ہو گئیں۔ جو کہنا چاہیے کہ سید صاحب کی زندگی کے خاتمہ تک رہیں۔

(۲) مولانا عبد الباری صاحب ندوی، سید صاحب کے اخیر زمانہ میں سید صاحب کے انکے تعلقات بڑے خوشگوار اور مخلصانہ قائم ہو گئے تھے۔ اس سے قبل کے دور میں برابر اُتار چڑھاؤ، نشیب و فراز ہوتا رہا ـــــ کبھی بڑے شگفتہ و مخلصانہ۔ کبھی ان کے برعکس ـــــ یہ حقیقت پیش نظر رکھے بغیر خطوط کی بہت سی تلمیحات و اشارے سمجھ میں نہ آئیں گے۔

بابائے اُردو مولوی ڈاکٹر عبد الحق مرحوم کی طرف سے بھی متعدد پبلک اور شخصی اسباب کی بناء پر سید صاحب کے دل میں صفائی نہ تھی۔ اور بابائے اُردو ہی کی بیسٹ میں ان کے ایک آدھ رفیق خصوصی بھی آ گئے تھے جو آج ماشاء اللہ بڑے اچھے اہل قلم ہیں، اور علم و ادب کے ساتھ ساتھ دین کی خدمت میں لگے ہوئے

ہیں — شیخ محمد امین زبیری مارہروی مرحوم ایک زمانہ میں نسبت نیازمندی سید صاحب سے رکھتے تھے اخیر عمر میں ایک شدید نکتہ چین کی حیثیت سے سامنے آ گئے تھے۔

سیاسیات میں سید صاحب مدۃ العمر کانگریس کے ساتھ رہے — اخیر میں مسلم لیگی ہو گئے تھے! اور پھر اس سے بھی بڑھ کر پاکستانی ہو گئے تھے، گو اس ہجرت و انتقال مکانی میں ارادہ و انتخاب سے بڑھ کر دخل اتفاقات و حوادث کا رہا — عقائد میں شروع سے رجحان اہل حدیث کی جانب رہا۔ اور مسلک میں اپنے کو سلفی کہلانا پسند کرتے تھے۔ بیعت کے بعد اطاعت و اتباع شیخ میں ایسا غلو ہوا کہ اپنے کو گویا شیخ میں فنا ہی کر دیا — اور اپنے کو ایک عامی مقلد کے درجہ پر رکھنے لگے۔

اخلاق و کردار میں سید صاحب شروع ہی سے بڑے سلیم الطبع، حلیم المزاج، سادگی پسند، قناعت گزیں، منکسر و متواضع تھے۔ اور آخر میں تو ایک پیکر شرافت بن کر رہ گئے تھے — ان کی اس عام سیرت و کردار کے منافی اگر کوئی جھلک اس مجموعہ اوراق میں نظر آئے تو اسے محض کسی آفاقی یا ہنگامی کیفیت پر محمول کر لیا جائے، اللہ انھیں مرتبے بلند سے بلند تر عطا فرمائے۔

ان خطوط کی اشاعت سے خود سید صاحب مرحوم یا کسی اور زندہ یا مرحوم شخصیت کی حق تلفی کسی نوع سے بھی ہو رہی ہو۔ تو یہ نامہ سیاہ ان سب سے بادب معافی کا خواستگار ہے۔

ذاتی خطوط کی بے محابا اشاعت اپنی والی ہر احتیاط کے باوجود بے اتنی بڑی جسارت کر دل اس پر مطمئن کسی طرح بھی نہیں ہو رہا ہے۔ اور طبیعت میں یہ کھٹک بار بار پیدا ہو رہی ہے کہ کہیں اشاعت کے مفسدے اشاعت کی مصلحتوں پر غالب نہ آ جائیں۔ اور کہیں خود سید والا حشر میں دامنگیر نہ ہو بیٹھیں کہ میری رسوائی کا پورا سامان کر کے اچھا حق رفاقت و محبت تم نے ادا کیا!

دریاباد۔ بارہ بنکی
نومبر سنہ ۱۹۶۳ء

عبدالماجد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱)

یکم اکتوبر ۱۹۱۲ء

بائی کلہ۔ پالن جی ہوٹل۔ بمبئی۔[۱]

صدیقی الجلیل:

آپ کا ایک خط بطلب مضمون آیا تھا، لیکن چونکہ وہ مضمون "الندوہ" کے آخری نمبر میں شایع ہونے کے لئے رکھا گیا تھا، اس لئے واپس نہ کیا گیا۔[۲] چند روز ہوئے کہ آزاد صاحب نے "الہلال" کے لئے مضمون مانگا کیونکہ وہ آج کل سخت مصائب خانگی میں مبتلا ہیں اس لئے وہ خود کم لکھ سکتے ہیں۔ میں نے مجموعۂ مضامین الندوہ مولانا[۳] کے سپرد کر دیا، لیکن ان کا قرعۂ انتخاب آپ ہی کے مضمون پر پڑا، اور وہ کلکتہ روانہ ہو گیا۔

یہ فعل ملکِ غیر میں ایک خود اختیارانہ تصرف ہے، لیکن کیا کروں کہ اعتماد الصدیق علی الصدیق کی بارگاہ نے مجھے اس کی اجازت دی اور اُس کی اجازت کافی تھی۔

ہاں، اپنے امتحان کے نتیجہ سے مطلع فرمائیں، سخت انتظار رہے گا۔[۴] والسلام

سید سلیمان

---

[۱] مولانا شبلی اس وقت بمبئی گئے ہوئے تھے، گرمی اور برسات کا زمانہ وہ اپنی آخری عمر کے قریب وہیں بسر کرنے لگے تھے) اور سید صاحب اُن کے ہمراہ اسی ہوٹل میں مقیم تھے۔

[۲] سید صاحب اِس وقت الندوہ کے اسسٹنٹ اڈیٹر تھے، اور الندوہ اب بند ہونے پر تھا۔ میں نے یہ خبر پاکر سید صاحب کو لکھا کہ میں نے جو مضمون انگریزی سے ترجمہ کر کے الندوہ کے لئے بھیجا تھا، وہ واپس فرما دیجئے۔

[۳] یعنی مولانا شبلی۔ مضمون انگلستان کے نامور علمی سہ ماہی ہبرٹ جرنل سے مترجم تھا، زیر عنوان "تمدن خطرے میں ہے"۔

[۴] میں اُسی سال جون میں بی اے ہوا تھا۔ سید صاحب کو اُس وقت تک اس کی اطلاع نہ تھی۔

بیکاناڈا سٹریٹ ۱۰۷ قطرہ قطرہ اک ہیولیٰ ہے نئے ناسور کا،

کلکتہ [۵] خون بھی ذوقِ درد سے فارغ مرے تن میں نہیں

مکرمی! تسلیم

میں بھرا بیٹھا تھا، کیوں آپ نے چھیڑا مجھکو[۶]۔ اور اگر چھیڑا ہے تو سُنئے بھی۔ مولانا عمادی[۷] ایک خط میں لکھتے ہیں کہ الہلال کے مسئلۂ حظ و کرب سے لوگ بد حظ ہیں[۸]۔ میری رائے اس مسئلہ کی نسبت یہ ہے کہ جیسا کہ "لغات جدیدہ" کا مولف کہہ سکتا ہے[۹]، کہ یقیناً قدیم اور محفوظ زبان عرب میں "حظ" بمعنی مسرت و شادمانی نہیں آیا، لیکن تطور و تقلب سے زبان بھی خالی نہیں۔ جیسا کہ علم الالسنہ میں محقق ہے "حظ" کے اصلی معنی بہرہ اور حصہ کے ہیں۔ اس کے بعد بمعنی قسمت مستعمل ہوا، جیسا کہ اس کے مرادف الفاظ مثلاً "نصیب" اور "قسمت" وغیرہ مستعمل ہیں، کہ ان کے اصلی معنی درحقیقت

---

[۵] سید صاحب، مولانا ابوالکلام آزاد کے اصرار پر مئی ۱۹۱۳ء سے کلکتہ گئے ہوئے ہیں، اور الہلال کے اسٹاف میں کام کر رہے ہیں۔ خط کی تاریخ خط کے خاتمہ پر درج ملے گی۔

[۶] میری زیر طبع کتاب "فلسفۂ جذبات" کا ایک باب "حظ و کرب" کے عنوان سے، مولانا ابوالکلام کی فرمائش پر الہلال میں نکلا ہے۔ مولانا نے اس پر نوٹ دیا، کہ PLEASURE کا ترجمہ "حظ" نہیں "لذت" ہونا تھا، اور PAIN کا ترجمہ "کرب" نہیں، بلکہ "الم"۔ میں نے اس کا جواب لکھا اور اس پر الہلال میں ایک طویل و تلخ سلسلۂ بحث شروع ہو گیا۔ میں نے سید صاحب سے پوچھا کہ آپ کی ذاتی رائے اس باب میں کیا ہے۔

[۷] مولانا عبداللہ عمادی جونپوری۔ اپنے وقت کے ایک مشہور اہل قلم اور علوم اسلامی کے فاضل۔ الہلال کے اسٹاف میں تھے، اور عین اس وقت رخصت پر اپنے وطن گئے ہوئے تھے۔

[۸] بحث کی طوالت و تلخی سے اب مولانا عمادی بھی پریشان ہو چکے تھے۔ [۹] یعنی خود سید صاحب

حصہ کے ہیں اور آج کل عام طور سے سوء الحظ اور حسن الحظ بولتے ہیں۔

فارسی میں بھی حظ بمعنی قسمت و تقدیر آیا، اور یہیں سے مخصوصاً حسن قسمت و تقدیر میں مستعمل ہو کر خوشی و مسرت کے معنی میں آ گیا، اور اس پر صائب کا وہ مصرع وال ہے جس پر الہلال کا عمل ہے، یعنی ..... حظوظ نفس کے پابند[ا]

بہت سے پھول صرف دیکھنے کے ہوتے ہیں، سونگھنے کے نہیں۔ مولوی آزاد وہی پھول ہیں، افسوس ہے کہ میں بھی دور سے دیکھ کر اس کو سونگھنے کے قابل سمجھا۔

آپ جانتے ہیں کہ میں علم، سیاست اور مذہب کو متحد سمجھتا ہوں، اختلاف کا لکم اسی چیز کا مشتاق ہو کر یہاں آیا تھا، لیکن میری حالت اُسی شخص کی طرح ہوئی جس کے متعلق قرآن نے کہا ہے اعمالھم کسراب بقیعۃ یحسبہ الظمآن ماء

مولانا عمادی ایک مہینہ ہوا کہ رخصت پر گھر گئے اور اب اُن کی مراجعت کی اُمید ضعیف ہے۔ مولوی عبدالواجد پندرہ روز کے لئے کانپور گئے تھے، اب تک نہیں آئے۔[۱۱] میرا بال بال راز ہے اور افسوس ہے کہ اب زیادہ اپنے ضمیر کو مجروح نہیں کر سکتا، اور اس لئے پا در رکاب ہوں، اور اس ذخیرۂ اسرارِ مخفی کو اس وقت تک کے لئے محفوظ رکھتا ہوں، جب تک اس کا وقت نہ آئے۔[۱۲]

[ا] صائب کا وہ مشہور شعر پورا یوں ہے ؎

ثنائے خود بخود گفتن نمی زیبد ترا صائب ۔۔۔ حظوظ نفس کے پابند جوزن بزبان خود مالد

سید صاحب کی تحقیق کا رجحان اُن کے اس مکتوب سے صاف ظاہر ہو رہا ہے۔

[۱۱] مولوی عبدالواجد ندوی کانپوری اس وقت الہلال کے اسٹاف میں تھے۔ بعد کو ایم اے کر کے کانپور کے کسی کالج میں فارسی کے پروفیسر ہو گئے اِس مکاتیب کی تحریر کے وقت (فروری ۱۹۶۳ء) تک ماشاء اللہ کانپور میں بخیریت ہیں۔

[۱۲] سید صاحب کو اُس دور میں مولانا ابوالکلام سے جس درجہ بیزاری تھی، اس خط اور اس کے بعد والے خط کے لفظ لفظ سے ٹپک رہی ہے۔ بعد کو یہ صورت باقی نہ رہی تھی، خاصہ اعتدال پیدا ہو گیا تھا۔

دو ہفتے ہوئے کہ عزیز دوست مسٹر ظفر حسن صاحب[۱۴] کا بھی ایک خط انھیں مطالب پر مشتمل آیا تھا، میں سراپا شکوہ ہوں، کہاں تک اس محبت کو اس ذکر سے ناگوار کروں۔ مسئلہ وضع اصطلاحات پر جو پہلا مضمون نکلا، وہ مولوی آزاد کی غیبت میں نکلا، اس لئے میرے نام سے اور خامۂ اصلاح کے ضربات شدیدہ سے محفوظ رہ کر۔ دوسرا نمبر انھیں مطالب پر مشتمل تھا جن کو آپ نے اور مسٹر ظفر نے ابھی چھیڑا ہے۔ لیکن کیا کروں کہ دیگر مضامین کی طرح میرے نام سے مُعّریٰ اور ان امور و مطالب ضروری سے مُعطّل شائع ہوا۔ فہرست علوم کے ساتھ جو عبارت ہے درحقیقت وہ میری نہیں، للّٰہ اُس کو میری طرف نسبت نہ دیجئے۔

(۱) اصول اول یعنی "بات" اور "علم" کے الحاق و اضافہ سے میں متفق ہوں، اور یہی جواب میں نے مسٹر ظفر کو دیا تھا۔ آئندہ اس کی اصلاح کروں گا۔

(۲) ہم کو درحقیقت دو صفت کی نہیں، تین صفت کی ضرورت ہے، نفسی[۱] (یعنی متعلق بہ نفس)، نفسی[۲] (یعنی متعلق علم النفس) اور نفسی[۳] (یعنی عالم علم النفس)۔ انگریزی میں جہاں تک مجھے علم ہے اول اور دوم کے لئے ایک لفظ ہے مثلاً NATURE سے NATURAL دونوں کے لئے بلا امتیاز، اور تیسرے کے لئے NATURILISI

بس عربی میں بھی اول و دوم کے لئے بلا امتیاز ایک ہی لفظ رکھئے، امتیاز اس طرح پیدا ہوگا کہ علوم و فنون میں جب "نفسی" کا لفظ آئے گا، تو دوسرے معنی سمجھے جائیں گے، اور عام گفتگو اور آداب لسان و لغت میں اول، جیسا کہ خود انگریزی میں ہے۔

اور تیسرے معنی کے لئے نفسیاتی اور طبیعیاتی رکھئے، کہ عالم علم النفس یا نفسیات داں بڑا لفظ ہے، آپ کے عربی داں دوست کی تحقیق صحیح ہے، لیکن آج کل پیشہ کے لئے جیسا کہ میں نے کہا ہے کہ نفسیاتی کو عالم علم النفس کے معنی میں لیتا ہوں۔ بولتے ہیں، آج کل

---

[۱۴] ظفر حسن خاں بی اے۔ مرحوم۔ جو بعد کو خان بہادر ہوئے، اور انسپکٹر آف اسکولز کے معزز عہدہ سے پنشن لے کر شیعہ کالج لکھنؤ کے پرنسپل ہو گئے تھے۔ الہلال کے مضمون نگار بھی رہے۔

نہیں بلکہ جب سے گھڑی مسلمانوں میں موجود ہے، یعنی دوسری صدی سے گھڑی ساز کو ساعاتی کہتے ہیں، جو ساعۃ بمعنی وقت کی جمع اور پھر منسوب ہے۔

(۲) اس تفصیل کے بعد تیسرے سوال کا جواب شاید میرے لئے ضروری نہیں، لیکن پھر بھی امتثالاً للامر، میں عالم نفسیات کو نفسیات داں سے زیادہ بہتر سمجھتا ہوں کہ دوسرا لاحقہ بتبذل اور پامال ہے، اور اردو میں بمعنی ظرف کثیر الاستعمال، مثلاً پان دان، جامہ دان، جزودان وغیرہ۔

میں آجکل ایک مستقل قالب اختیار کرنے کی فکر میں ہوں، اور شاید وہ ایک ایڈیٹر کی حیثیت ہو۔ آپ کو پہلے ہی نوید دیتا ہوں[۱۴] "البصائر"[۱۵] کو آپ کیوں پوچھتے ہیں؟ اس کو کون نکالے؟ وہ الہلال نہیں کہ الفاظ کا طلسم اُس کے لئے کافی ہو۔ والسلام

سید سلیمان ۲۶ اکتوبر ۱۳ء

(۳)

بدھم جی ہاؤس، پونہ[۱۶]

مجبی! تسلیم

بدیں مژدہ گرجاں فشانم رواست، آپ رسالہ کے لئے تیار ہو گئے، خوب ہے۔

اس سے پہلے انجمن طلبائے قدیم کا جواب بھیج چکا ہوں، پہونچا ہوگا۔

رسالہ کی اسکیم مجھ سے پوچھتے ہیں؟ مولانا موجود ہیں۔ بہر حال میں اپنے مقاصد

---

[۱۴] سید صاحب کا منصوبہ تھا کہ الہلال سے جلد علیحدگی اختیار کر کے خود ایک رسالہ نکالیں۔

[۱۵] صاحب الہلال نے اعلان کیا تھا کہ اس نام سے ایک علمی رسالہ نکالیں گے۔

[۱۶] سید صاحب الہلال سے علیحدہ ہو کر، اب پونا کالج میں فارسی کے اسسٹنٹ پروفیسر ہیں۔

[۱۷] یعنی مولانا شبلی۔ خیال رہے کہ الندوہ اس وقت بند ہو چکا تھا، لیکن مولانا کا قیام ابھی لکھنؤ ہی میں تھا۔ اعظم گڑھ منتقل نہیں ہوئے تھے۔ میری بھی سکونت اس وقت تک لکھنؤ ہی میں تھی اور دریاباد منتقل ہونے کا تو خیال تک نہ تھا۔

کا اظہار کرتا ہوں۔ رسالہ کم از کم ڈھائی تین جز ہو، مضامین مختلف مذاق کے ہوں، مثلاً مذہبی، تاریخی، علمی، اصلاحی، تشذرات کا کچھ حصہ ضرور رہے اور مولانا لکھیں۔ میں اپنے حصہ کا مضمون ارسال کرتا رہوں گا۔ نام آپ نے کیا تجویز کیا ہے؟ لکھائی چھپائی تو بہر حال بہتر ہو گی۔ اگر ایک حصہ اس میں سیاسیات عامہ کا ہو یعنی عام حیثیت سے سیاسیات پر بحث مثلاً آزادی و حریت اسلام میں، تاریخ آزادی انگلستان، ترکی و ایران ہو تو خوب ہو۔ اسی طرح حقیقت حکومت، نوامیس حکومت وغیرہ۔

ایک بحث یہ ہے کہ آیا مضامین مختلف بلا ترتیب و تقسیم عنوان جمع کر دیئے جائیں یا مختلف عنوان مقرر کر کے الہلال کی طرح ہر عنوان کی ایک سرخی قائم کر کے اس کے نیچے مضامین ہوں۔ مثلاً

۱۔ علوم دینیہ

۲۔ معارف جدیدہ

۳۔ اخبار و آثار (تاریخ)

۴۔ ادبیات (نظم و نثر، مثلاً کوئی مولانا شبلی کا خط ہو، مولانا حالی کا ہو، کوئی نظم ہو)

۵۔ آراء و افکار۔ بجائے تشذرات جس میں ہر مہینہ کے واقعات عامہ پر دلچسپ مختصر نوٹ ہوں۔

۶۔ تراجم و سیر سوانح رجال تاریخ و علم

۷۔ اخبار علمیہ علمی خبریں

۸۔ اجتماعیات۔ اصلاح معاشرت

۹۔ دعوت و اصلاح۔ متعلق مقاصد ندوہ و اشاعت اسلام و تحریکات دینی۔

آپ مجھکو حسب ذیل باتوں کا جواب دیجئے۔

۱- رسالہ کا نام کیا ہی؟ آپ "المعارف" پسند کریں گے؟ پہلے معارف[۱۰۸] نکلا تھا اب المعارف۔

۲- جمع و ترتیب کس نے اپنے ذمہ لی۔ کیا مولوی عبدالسلام نہیں کریں گے؟

۳- چھپنے کا انتظام ٹائپ میں ہے یا لیتھو میں اور کس مطبع میں؟

۴- قیمت کیا رکھی ہے؟

۵- اجازت کب تک ملے گی؟

مجلس طلبائے قدیم[۱۰۹] کا کیا حشر ہوا؟ کس کس نے جواب دیا؟ کیا دیا؟ تاریخ کی اکثریت کیا ہے؟ سنا! آپ کے مولانا ابوالکلام نے مجھکو ایک رجسٹرڈ خط لکھا کہ ۱۳۰، ہم دیتے ہیں اور رفتہ رفتہ رہوار کی ترقی تا ۲۰۰، تمام اسٹاف آپ کی زیر نگرانی، نام آپ کا اڈیٹری میں ظاہر رہے گا۔ فوراً چلے آئیے[۱۱۰]۔

---

[۱۰۸] یہ وہ معارف ہی، جو علیگڈھ سے انیسویں صدی کے اواخر میں نکلا تھا۔ مولوی وحیدالدین سلیم اور حاجی محمد اسمٰعیل خاں کی ادارت میں۔

[۱۰۹] یعنی دارالعلوم ندوہ کی مجلس طلبۂ قدیم۔ میں باقاعدہ ندوی کبھی نہیں رہا۔ لیکن ندوہ کی برادری نے میری عزت افزائی کر کے مجھے اپنوں میں شامل کر لیا تھا۔

[۱۱۰] یہ خط اپنی اہمیت کے پیش نظر، معارف سے تمام و کمال نقل کر کے، آگے بطور ضمیمۂ اول درج کیا جاتا ہی۔

ضمیمۂ اول۔ مکتوب مولانا ابوالکلام بہ نام سید صاحب

الہلال - ۹ر جنوری ۱۴ء

صدیقی الجلیل الاعز۔

افسوس کہ میں جس خط کا منتظر تھا، وہ باوجود وعدہ آپ نے نہیں لکھا، اور اس طرح اس اصلاح و مشورہ کی سعی نہ کی، جو دیانتاً و اخلاقاً آپ پر فرض ہے۔

بہر حال میں آج اپنے شورش قلبی سے مجبور ہو کر ایک بار اور کوشش وصل کرتا ہوں، لیکن ہجر

بتائیے میں نے کیا جواب دیا؟ میں نے لکھا کہ آپ بار بار مجھسے میری علیحدگی کے اسباب دریافت کرتے ہیں، مقدر ہو چکا ہے تو غیر از صبر چارہ نہیں۔ معلوم نہیں اس خط کا نتیجہ کیا نکلے، ڈرتا ہوں کہ کہیں یہ بھی بدگمانیوں کی نذر نہ ہو۔ تاہم خدائے علیم و بصیر میرے دل کو دیکھ رہا ہے کہ اس وقت ہر حرف جو لکھ رہا ہوں، کس عالم میں لکھ رہا ہوں۔ خدا لگتی یقین کیجئے کہ سچائی اور صداقت، محبت و وداد، اور ایک گہرے حزن و ملال کے سوا اور کوئی چیز اس وقت میرے دماغ میں نہیں واللہ علیٰ اقول شہید وانہ لقسم لو تعلمون عظیم۔

آپ نے پونا میں پروفیسری قبول کرلی، حالانکہ خدا نے آپ کو درس و تعلیم مدارس سے زیادہ عظیم الشان کاموں کے لئے بنایا ہے، خدا کے لئے میری سنئے اور مجھے اپنا ایک مخلص بھائی تصور کیجئے۔ میں آپ کی عزت کرتا ہوں، اور خدا شاہد ہے کہ آپ کی محبت اپنے دل میں رکھتا ہوں۔ میں خود غرض ہوں، اور میری غرض میری خواہش میں عنصر اصلی ہے، تاہم میری خود غرضی آپ کے لئے مضر نہیں، بلکہ بہتر ہے کیا حاصل اس سے کہ آپ نے چند طالب علموں کو فارسی و عربی سکھلادی، آپ میں وہ قابلیت موجود ہے کہ آپ لاکھوں نفوس کو زندگی سکھلا سکتے ہیں۔ میرے تازہ حالات آپ کو معلوم نہیں، گھر میں علالت میری عدم موجودگی میں بڑھ گئی اور اب اس درجہ حالت ردی ہے کہ اپنی قسمت حیات کے فیصلہ کو بہت قریب پاتا ہوں۔ خود میری حالت ایسی ہے کہ خدا شاہد ہے، مسلسل چار گھنٹے کام نہیں کرسکتا، ورنہ آنکھوں میں تاریکی چھا جاتی ہے۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ الہلال ایک تحریک تھی، جس نے استعداد پیدا کی، لیکن اس استعداد سے معاً کام لینا چاہیئے، اور میں نے قطعی ارادہ کرلیا ہے کہ خواہ الہلال کی کچھ ہی حالت کیوں نہ ہو، لیکن کام شروع کردیا جائے چنانچہ شروع بھی کردیا ہے، ایسی حالت میں قیامت ہے کہ آپ باوجود استطاعت و طاقت رکھنے کے میری اعانت سے انکار کردیں۔

آپ یاد رکھئے کہ اگر ان مصائب و موانع کی وجہ سے یہ مجبور و پا بہ گل رہ گیا، تو قیامت کے دن یقیناً آپ اس کے ذمہ دار ہوں گے کہ آپ نے ایک بہت بڑے وقت کے رد عمل کو اپنی علیحدگی سے ضائع کردیا۔

آپ اگر الہلال بالکل لے لیجئے جس طرح جی چاہے اُسے ایڈٹ کیجئے، مجھے سوا اس کے اصول و پالیسی کے (جس میں آپ مجھ سے متفق ہیں) اور کسی بات سے تعلق نہیں، میں بالکل آپ پر چھوڑ دیتا ہوں اور خود اپنے کاموں میں مصروف ہوجاتا ہوں۔ صرف اپنے مضامین دے دیا کروں گا اور کچھ تعلق نہ ہوگا۔

رنجش کے موجبات پوچھتے ہیں، چنانچہ اس خط میں بھی باصرار پوچھا تھا، میں نے ایک عربی کے لئے مولوی عبدالماجد صاحب کا وعدہ گریز کے لئے ہے۔ ایک اور شخص آپ کے اسسٹنٹ ہوں گے، اور وہ علناً و سراً بھی آپ کی ایڈیٹری میں، در زاویں سے ہوگا۔

ایک وقت یہ ہے کہ ہر کام کے لئے مالی شرائط کا اظہار ضروری ہے، اور ایسا کیجئے تو آپ کہتے ہیں کہ طمع دلاتے ہو، استغفراللہ، لیکن میں یقین دلاتا ہوں کہ بغیر کسی ایسی نیت کے، محض شرائط معاملہ کے طور پر چند امور عرض کرتا ہوں۔

سردست آپ تشریف لے آئیں، اور ایک سو تیس ماہوار منظور فرمائیں۔ تیس کلکتہ کے مصارف اور انتظام کے لئے ہیں، اس کے بعد ہر ماہ دس کا اضافہ ہوگا، یہاں تک کہ دو سو پورے ہو جائیں۔

پروف اور کتابت کے لئے اور علمی آ گئے ہیں، اور اب اس کے لئے کوئی زحمت نہیں، صرف ایڈیٹری کا معاملہ ہے۔ یہ ایک بہتر کام ہے، جو الہلال کی گرفتاریوں کی وجہ سے میں شروع نہیں کر سکتا۔ اب اگر اور دیر ہوگئی تو سخت نقصان ہوگا، اور اس لئے میں نے آخری فیصلہ اس کی نسبت کر لیا! میں آپ کو پابند نہیں کرنا چاہتا، لیکن اگر آپ خود چاہیں تو جتنی مدت کے لئے کہیں معاہدۂ قانونی بھی ہو سکتا ہے۔

آپ فوراً وہاں استعفا دیدیں اور کلکتہ تشریف لے آئیں، اور اس خط کا جواب لا و نعم میں بذریعہ تار دے دیں۔ مجھکو بڑی اُمید ہے کہ میری یہ سعی بیکار نہ جائے گی، کیونکہ میں سچے دل سے آپ کا طالب ہوں اور یقین رکھتا ہوں کہ سچی طلب و مودت ہمیشہ کامیاب ہوتی ہے۔

اگر مولانا شبلی کا خیال ہو کہ ان کے ذریعہ سے پونا تشریف لے گئے ہیں، وہ مُصر تھے، اب ناراض ہوں گے، تو میں خود ان سے اس معاملہ کو کہہ کر صاف کر لوں۔

تاہم جو کچھ ہو جلد ہو۔

ابوالکلام کان اللہ لہ

ع‌ـہ یہ لفظ معارف میں چھپا یوں ہی ہے۔ اغلب ہے کہ صحیح لفظ عبدالواجد ہو۔ اور مُراد مولانا عبدالواجد ندوی کانپوری ہوں۔

ایک کر کے مختصراً لکھا اور رجسٹرڈ جواب بھیجا۔ لیکن اب تک آواز نے برنخاست۔ [۱۲۱]

(۱۲۱) مولانا ابوالکلام نے بالآخر اس خط کا مفصل جواب دیا۔ اور اس کا بیشتر حصہ سید صاحب کے کاغذات میں مل گیا۔ افسوس ہے کہ آخری صفحہ نہ مل سکا جس پر تاریخ درج ہوگی۔ یہ خط میرا اندازہ ہے کہ سید صاحب کو شروع فروری ۱۴ء میں مل گیا ہوگا۔

ضمیمہ نمبر (۲)

مکتوب مولانا ابوالکلام بہ نام سید صاحبؒ

صدیقی الجلیل الاعز

میں تو جواب سے مایوس سا ہو گیا تھا لیکن الحمد للہ کہ آپ نے جواب عنایت فرما کر احسان عظیم کیا۔

جس وقت خط آیا، میرے گھر میں مرض قدیم کا دورہ شروع ہو گیا تھا اور اب تک ہے۔ پھر باوجود اس حالت کے ایک ضرورت شدید سے دہلی چلا گیا۔ بانکی پور ٹھہرا، اور ان اسباب سے جواب میں تاخیر ہوگئی۔ خواستگار معافی ہوں۔

برادر جلیل واعز! سب سے پہلے تو میں آپ کا سچا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے سچائی اور راست بازی کے ساتھ حسب وعدہ اپنے تمام خیالات ظاہر کر دیئے۔ اور اس کے بعد احسان مند ہوں، اس احسان عظیم کے لئے کہ آپ کے اس اظہار خیال سے مجھے بہت فائدہ پہنچا۔ آپ یقین فرمائیں کہ آپ کے خط کو میں نے تین بار پڑھا اور اس کے اثر سے بہت دیر تک روتا رہا۔ نہ اس لئے کہ آپ نے جو کچھ لکھا وہ سب کچھ سچ تھا۔ بلکہ اس لئے کہ اس میں سچ بھی تھا جس کے لئے میرے دل نے گواہی دی اور جو حالت ہمیشہ رہتی ہے اس کے لئے ایک تحریک قوی و مزید ہوگئی

آپ نے کل دس باتیں لکھی ہیں۔ ان میں کچھ تو خاص میری ذات کے متعلق ہیں، کچھ الہلال کی تحریر و مضامین کے متعلق، اور کچھ مالی امانت و خیانت کے متعلق۔

ان میں پہلی قسم بالکل سچ ہے۔ خدا تعالیٰ آپ کو اس احتساب حق کا اجر اور مجھے توفیق عمل دے۔

دوسری قسم کا تعلق جہاں تک ارادہ اور نیت سے ہے پورے یقین کے ساتھ انکار کرتا ہوں۔ علم اللہ کہ آغاز کار

الہلال کا دیلو منگوا لیا تھا، آیا موصول ہوا، لیکن ایک پرچہ بھی اس کے بعد نہیں سے اس وقت تک کبھی بھی میرا خیال اس شیطنت و ابلیسی ادعا کا نہیں ہوا۔ واللہ علیٰ ما اقول شہید۔ مگر ممکن ہے کہ میری تحریروں سے ایسا خیال ہوتا ہو۔ اگر ایسا ہے تو میں ذمہ دار ضرور ہوں اور توبہ کرتا ہوں۔

البتہ تیسری قسم سے الحمد للہ کہ بکلی منکر ہوں۔ آپ کو اس بارے میں وہی غلط فہمی ہوئی جس کا مجھے خیال ہوا تھا اور تذکرہ آپ نے مولوی عبدالرحمن گیلانوی سے غالباً کیا تھا۔

آپ کو معلوم ہے کہ میری حالت ابتدا سے کچھ عجیب طرح کی ہے۔ میں نے ایک مذہبی سوسائٹی میں پرورش پائی لیکن ایسے اسباب جمع ہوئے کہ مجھ پر اُن کا کچھ اثر نہیں پڑا۔ پھر میں طرح طرح کی بد عمالیوں میں پڑ گیا، اور شاید ہی فسق و فجور کا کوئی درجہ ایسا ہو جو مجھ بدبخت سے رہ گیا ہو۔ عملاً یہ حال تھا اور اعتقاداً ملحد یا مثل ملحد کے تھا۔ یہ حالت عرصے تک رہی لیکن اتنا ضرور تھا کہ اس عالم میں کبھی کبھی انفعال و انابت کا قوی دورہ ہو جاتا لیکن پھر قائم نہ رہتا۔

تقریباً ۵ برس ہوئے ہیں جبکہ میں بمبئی میں تھا کہ یکایک بعض حالات غم آلود ایسے پیش آئے کہ میری حالت میں انقلاب عظیم ہو گیا۔ اور خدا تعالیٰ نے توبہ و انابت کی توفیق دی۔ میں نے عہد وثیق کیا کہ جمیع منہیات سے محترز رہوں گا، اور اس کے بعد اوامر پر عمل کروں گا۔

اس سے یہ تو ضرور ہوا کہ عملاً اعمال فسق و فجور ترک ہو گئے اور پھر اُن کی طرف قدم نہیں بڑھا۔ لیکن جس چیز کو دل اور جذبات کا تقویٰ کہتے ہیں وہ حاصل نہیں، اور دل میں گناہ کی خواہش پیدا ہوتی رہی۔

اس کے بعد وقت گزرتا گیا اور میں آپ سے سچ کہتا ہوں کہ جس قدر ایک آدمی اندر ہی اندر اپنے تئیں بدل دینے کی کوشش کر سکتا ہے میں نے کی، لیکن سچی خدا پرستی کے حاصل کرنے سے عاجز رہا۔

یہ تو آپ نے صحیح نہیں لکھا کہ میں صوم و صلوٰۃ کا پابند نہیں، لیکن میرے خیال میں ایک لحاظ سے بالکل صحیح ہے، کیونکہ جو چاہتا ہوں وہ میسر نہیں ہے۔

اب میری موجودہ حالت جو کچھ ہے وہ میں آپ پر ظاہر کرتا ہوں۔ میں عملاً تو منہیات اخلاق سے بچا ہوا ہوں، لیکن اس پر مطمئن نہیں اور دل اور خیال کا گناہ باقی ہے۔ طبیعت میں استغفار اور

ملا۔ مولوی رکن الدین نے لکھا تھا کہ مشرق میں "الہلال" کے متعلق ہاشمی نذیری

ولولۂ انابت نہایت قوی ہے، اور جیسا کچھ ہے اُسے بیان نہیں کر سکتا۔ اور وہی ایک شے ہے، جس پر جی رہا ہوں۔ لیکن استقامت حاصل نہیں ہوتی، اور کوشش کرتے کرتے تھک جاتا ہوں۔

آپ کو معلوم نہیں کہ میں حزب اللہ کے متعلق مضامین لکھ کر پھر کیوں چھوڑ دیتا ہوں۔ حالانکہ اس کا ابتدائی کام بالکل آسان ہے، اور ہر وقت کیا جا سکتا تھا۔ صرف اس لئے کہ ضرورت کے حس اور طبیعت کے جذبات کی بیخودی میں سلسلہ شروع کرتا تھا، اور پھر اپنے تئیں دیکھتا تھا تو اہل نہیں پاتا تھا۔ حتٰی کہ گذشتہ ذی الحجہ میں جب اپنی زندگی کی تمام چیزیں بدل دینے کا قطعی اور آخری فیصلہ کر لیا، اور سوانح کو ہٹانا شروع کیا تو پھر آخری بار اس کا اعلان کیا، اور اب کام شروع کر دیا ہے۔

رہی یہ بات کہ آپ لکھتے ہیں کہ تم کیوں لوگوں کو دینی پابندی کی تعلیم کرتے ہو؟ تو یہ سوال صدہا بار خود اپنے دل سے بھی کر چکا ہوں، اس کے جواب میں دو باتیں کہوں گا۔

اول تو دینی پابندی سے مقصود، بمقابلۂ الحاد و ترکِ اعمال دینیہ، حتی الامکان اعتقاد و عمل بالاسلام ہے اور اس کا تعلق جہاں تک ارکان و جوارح سے ہے، کرتا ہوں۔

دوسرے حق کا اظہار ہر مسلمان کا ویسا ہی فرض ہے جیسے نماز پڑھنا اور گویا عبادت، پھر اگر لوگوں سے کہتا ہوں کہ اچھے کام کریں، اور حق کو حق سمجھیں، تو اپنا ایک فرض ادا کرتا ہوں۔ باقی فرائض میں اگر مجھ سے قصور ہو تو اس کی وجہ سے اس فرض کو کیوں چھوڑ دوں۔ لیکن ان تمام باتوں کے علاوہ ایک شے البتہ مجھ میں ہے اور اس کا ہونا میرے لئے اس درجہ یقینی ہے کہ میرا تمام غم و الم اس کو دیکھ کر دور ہو جاتا ہے۔ یعنی حق کی خدمت کرنے کا غیر متزلزل اور راسخ جذبہ اور اس کی راہ میں فنا ہو جانے کا ناقابل فنا عشق۔ اور آج تین سال سے یہ اس طرح روز بروز ترقی کرتا جاتا ہے کہ ایک منٹ اور ایک لمحہ کے لئے بھی کوئی چیز اس پر غالب نہیں آئی ہے اور اس نے مجھے نہیں چھوڑا ہے۔ دُنیا کی محبوب سے محبوب شے پر بھی وہ غالب ہے اور پورے وثوق اور اعتقاد کے ساتھ دعویٰ کرتا ہوں کہ کوئی شخص کیسا ہی جاں نثار حق ہو، مگر ان شاء اللہ میں اس سے زیادہ جاں نثار اور مستقل ثابت ہوں گا۔

نے کچھ لکھا ہے، جو کچھ دنوں کے لئے میرے بعد "الہلال" میں گئے تھے[۲۲]۔ یا للعجب[۲۳]۔

والسلام
سید سلیمان ۳۱ر جنوری ۱۴ء

نیز یہ کہ مجھے خدا پر جو اعتقاد ہے وہ بہت ہی پختہ اور راسخ ہے، اور میں مذہب کی نسبت جو کچھ کہتا ہوں دل کے اصلی اور سچے جوش اور یقین سے کہتا ہوں۔ اور ان لوگوں کی طرح نہیں ہوں، جو رسماً کہتے ہیں۔ میں آپ سے کیا کہوں کہ مجھ پر کیسے کیسے وقت گزرتے ہیں اور کیسے کیسے خیالات طاری ہوتے ہیں۔ مجھکو یہی چیزیں روز بروز یقین دلاتی رہتی ہیں کہ خدا مجھ کو پورا تزکیہ اور کامل عمل ضرور عطا فرمائے گا۔ نیز یہ کہ مجھے ضایع نہ ہونے دے گا اور مجھ سے کام لے گا۔

میں متقی اور کامل الاعمال بقومی نہیں ہوں، مگر کیا کروں، اور کہاں جاؤں؟ کیا اس بات کو کہنا چھوڑدوں، جس کو اچھا سمجھتا ہوں؟ اور پھر باوجود اس کے اپنے دلی جوش کو کیسے دباؤں، جو خدا جانتا ہے کہ بڑا ہی قوی اور مجھے مبہوت ولایعقل کردینے والا ہے۔

میں آپ سے جھوٹ نہیں کہتا اور اپنے یقین کے خلاف یقین دلانا نہیں چاہتا، میرا حال ایسا ہی ہو رہا ہے، میں کیا عرض کروں کچھ کہہ بھی نہیں سکتا۔

میں خدا کی قسم کھاکر کہہ سکتا ہوں کہ میں نے کوئی بیان آج تک نہیں کیا ہے، مذہب و راست بازی و خداپرستی و حق حریت کے متعلق جس کے لئے ایک اصلی جوش اور دل کا ولولہ میرے اندر موجود نہ ہو ولعنۃ اللہ علی الکاذبین۔

ہاں حال میں ایک شخص کا خط آیا ہے جو جناب کے حوالہ سے لکھتا ہے کہ تم شراب پیتے ہو۔ اور اسی وجہ سے مولانا سلیمان چلے گئے۔ میں نے جی میں کہا کہ یہ تو سچ نہیں ہے۔ معلوم نہیں آپ کی نسبت اس کا بیان سچ ہے یا غلط؟ میں شراب پیتا تھا اور شراب پر کیا موقوف ہے، میں نے سبھی طرح کی سیہ کاریاں کی ہیں، لیکن الحمدللہ کہ خدا نے مجھے توبہ کی توفیق دی اور اب نہیں کرتا۔

الہلال کے متعلق آپ نے جو کچھ لکھا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ "دعوی امام و امامت خود رہتی

(۴)

پدوم جی ہاؤس - پونہ

مکرمی!

"تنفس وتحقیر اناس وادعا، تبختر وغیرہ وغیرہ"

میں نہیں سمجھ سکا کہ ایسا کہاں کہاں کیا ہے۔ اگر دعوئ الہام سے مقصود وہ مضامین ہیں، جن میں ایک مخصوص طرز تحریر سے خدا پرستی وفدا رحق ہونے کی تعلیم ہے، تو تعجب ہے کہ آپ ایسا سمجھیں۔ اگر اس کے معنی ادعار الہام کے ہیں تو اس طرز کے چند مضامین آپ نے بھی لکھے ہیں۔ جو از سرتا آخر انجیل کی زبان میں ہیں۔

تحقیر اناس سے اگر مقصود بعض خاص اشخاص کی تذلیل ہے، تو اس سے آپ بھی متفق ہیں۔ یعنی ان لوگوں کو جو قوم کو ضرر پہنچاتے اور آزادی کو روکتے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی میں نے کسی کی تحقیر کی ہو، تو آپ ذرا کھول کر مجھے یاد دلائیے۔ واللہ باللہ میں سچے دل سے توبہ کروں گا اور اس سے بچوں گا۔

آپ نے لکھا کہ "تم میں" لکھتے ہو اور اس سے استدلال کیا ہے۔ لیکن میں نے بہت غور کیا اور سمجھ نہ سکا کہ اس سے کیا ہوتا ہے۔ میں تو "میں" اور "ہم" دونوں لکھتا ہوں۔ بعض موقعوں پر "ہم" تحریر میں اچھا نہیں معلوم ہوتا برنائے انشا، وحسن بیان۔ دلیل اس کے لئے نہیں دی جا سکتی، تاہم اب اسے چھوڑ دوں گا اور کیا کروں۔

حزب اللہ کے متعلق جو آپ نے لکھا ہے کہ اس سے مقصود صرف اپنی پرستش کرانی ہے تو اس کے جواب میں بجز اس کے سوا اور کیا عرض کروں کہ اگر ایسا چاہتا ہوں اور یہی میرا مقصود ہو تو اللہ اور اس کے ملائکہ کی مجھ پر لعنت۔ تعجب ہے کہ آپ کا ایسا خیال ہے۔

بیشک حزب اللہ کو انجمن کی طرح نہیں بنایا اور اور لوگ اس میں شریک نہیں کئے گئے۔ لیکن فرمائیے اس طرح مقاصد کے لئے جو چاہتا ہوں اسے شریک کروں اور کون ہوتا ہے۔

خدا کے لئے تھوڑی سی زحمت اور گوارا کیجئے، اور مجھے حوالہ دے کر اور مثالوں کے ساتھ بتلائیے کہ

ادعا، نبوت ووحی کا خیال کیونکر آپ کو پیدا ہوا ہوا؟ تاکہ میں سمجھوں اور اس سے بچوں۔ میں مکمل نہیں سمجھ سکا۔ اگر کوئی اور شخص کہتا تو میں جواب نہ دیتا، لیکن آپ سے مجھے حسن ظن ہے۔ آپ کو راست باز اور مخلص سمجھتا ہوں

سلام اللہ علیکم۔ میں مدت سے ارادہ کر رہا تھا کہ آپ کی خدمت میں عریضہ لکھوں،

کہ بلا وجہ آپ کوئی بات نہیں کہہ سکتے۔ ضرور اس کے اسباب ہیں۔

ایک دفعہ آپ نے چندہ کے متعلق لکھی ہے، اور اس کی بنا وہی واقعہ ہے جو میں سمجھا تھا۔ آپ نے لکھا ہے کہ میں نے اپنے سامنے لوٹ پڑتے دیکھا ہے۔ میں اس غلط فہمی پر بہت متاسف ہوا، نیز معاف کیجئے گا، سوء اتفاق پر ہنسا بھی۔ اصل واقعہ ہے کہ انجمن مسجد کانپور کلکتہ کے جو جلسے ہوتے تھے، اُس کے ایک جلسہ کا تمام روپیہ، جو چار سو کئی روپیہ تھا، میرے یہاں آگیا اور مسٹر قطب الدین نے، جن کے پاس رہتا تھا، صندوق یہاں رکھ دیا! اسی اثنا میں ٹون ہال کا جلسہ ہوا اور روپیہ کی ضرورت ہوئی، اُسی میں سے لے کر روپیہ خرچ کیا۔ پھر ایک دن منشی عبد الجبار نے تنخواہ کے لئے روپیہ مانگا، روپیہ پاس نہ تھا اور بنک کا وقت گزر گیا تھا نیز دوسرے دن اتوار تھا۔ انھوں نے کہا کہ روپیہ موجود ہے، اس میں سے لے لیں، پرسوں آپ شامل کر دیجئے گا۔ یہ میں نے ضرور کیا کہ منظور کر لیا۔ اور مسٹر قطب الدین کو بلا کر یا کنجی لے کر روپیہ لے لیا، اس کی تعداد ایک سو اسی تھی، جو تنخواہ میں کم ہوتے تھے۔ چندہ متفرق پیسوں، دونیوں، چونیوں میں تھا۔ اس کے ایک ہفتہ کے بعد ایک سو روپیہ کی پھر اسی طرح ضرورت ہوئی اور تین بج چکے تھے، بنک سے آ نہیں سکتا تھا۔ تحویل خالی تھا۔ میں نے کہا کہ جس قدر روپیہ باقی ہے سب نکال کر گن لو اور لے لو۔ جتنے کا بھی روپیہ ہے، میں مسٹر رسول (خزانچی)، کو چک مجموعی رقم کا بھیج دوں گا۔ چنانچہ اس کے بعد حساب کیا گیا، ٹون ہال کے بعض ضروری مصارف کمیٹی نے منظور کئے اور میں نے تین سو نوے روپیہ کا چک مسٹر رسول کو بھیج دیا۔ یہی لوٹ ہے، جو جناب نے دیکھی اور اس کے بعد مولوی عبد الرحمن نے اس کا تذکرہ کیا۔ میں سمجھا تھا کہ آپ بھی لکھیں گے۔ کاش آپ یہیں اس کا ذکر فرماتے، لیکن آپ بالکل خاموش رہے۔

میں تسلیم کرتا ہوں کہ یہ بھی شانِ امانت کے خلاف ہے، مگر میں نے ضرور کیا، اور ایک مرتبہ اور بھی کر چکا ہوں، لیکن اُس مرتبہ پانچویں دن واپس کر دیا اور اس مرتبہ دوسرے ہی دن الگ کیا اور ہفتے کے بعد بھیج دیا۔ پہلی مرتبہ بھی ایک سو تر اسی روپیہ مجبوراً چندے سے لے کر دئیے تھے، جو پانچویں دن واپس کر دئیے۔

اسی بنا پر آپ نے لکھا ہے اور شک کیا ہے کہ چندوں کا بھی یہی حال ہوگا۔ جبتک آپ کے اس

لیکن ہمیشہ وقت گم ہو گیا۔ کل یاد آوری فرمائی، بے حد مسرور ہوا۔

بیان سے دل بہت زخمی اور غمگین ہوا کہ آپ کے نزدیک میں ایسا حرا خور اور خبث ہو گیا ہوں، لیکن پھر تسکین ہوئی کہ یہ بھی آپ اپنی ایمانی قوت اور راست بازی کی وجہ سے کہتے ہیں۔ آپ کو معلوم نہیں کہ میں نے خود بھی کچھ روپیہ اپنی حالت کے مطابق طرابلس اور بلقان میں دیا ہے اور سوائے چھ سو یا قریب چھ سو کی آخری رقموں کے جو مہاجرین کے لئے آئی تھیں اور نہیں گئیں، کیونکہ ایک سو پاؤنڈ کے انتظار میں رہا۔ اور الحمد للہ کہ ایک پائی بھی میں نے اپنے علم میں ضائع نہیں کی۔ اور یہ روپیہ بھی اب پرسوں چلا جائے گا، کیونکہ ڈاکٹر انصاری کو ایک شخص نے پچاس پاؤنڈ دیے ہیں، اور دونوں شامل چلے جائیں گے۔

آخر میں آپ نے ایک اور مبہم بات لکھی ہے یعنی "تم معروف و مشغول آدمی ہو، اپنے مکان کے حالات سے بے خبر رہتے ہو"۔ اس کو بھی میں نہ سمجھ سکا۔ خدا کے لئے ابہام و اشارہ سے کام نہ لیجئے۔ نصیحت جب ہی کامل ہو سکتی ہے، جب مخاطب سمجھ سکے۔ بمنت و ہزار عجز کہتا ہوں کہ اُسے کھول کر لکھئے۔

آپ کا وقت بہت ضائع ہوا۔ یہ تفصیل میں نے اس لئے نہیں کی کہ آپ کی مرضی کے خلاف آپ کو اور مجبور کرنا چاہتا ہوں، کہ آپ آئیے۔ اللہ کی مرضی ہماری خواہشوں سے بہتر ہے۔ مقصود صرف یہ ہے کہ میں آپ سے محبت رکھتا ہوں، اور آپ کو نیک اور مخلص آدمی یقین کرتا ہوں، اسی لئے آپ کے خط نے مجھے بہت متاثر کیا اور جتنا حصہ اس کا سمجھ سکا اور مطابق پایا، اس سے مجھے بہت نفع ہوا۔ پس ان تفصیلات کا لکھ دینا بہتر تھا۔

آپ مجھے نہ بھولئے اور بھلانے کی کوشش نہ کیجئے اور میرے لئے دعا کیجئے۔ صرف یہی دعا جو میں مانگتا ہوں یعنی خدا تعالیٰ مجھ پر رحم فرمائے اور میری عاجزیوں اور منتوں کو قبول کرے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو میں گمراہ ہو کر گمراہ کرنا چاہتا ہوں تو وہ مجھے دنیا سے اُٹھا لے۔

رسالہ کی تجویز بحمد للہ آپ لوگوں نے منظور فرمالی، یہ عجیب توارد ہے کہ میں نے

تاریخ عرب کی نسبت آپ نے لکھا ہے انتظام تو ہو سکتا ہے، مگر آپ لیتھو میں کیوں نہ چھپوائیں؟ صرف نقشے یہاں چھپوالیں، اس میں صرف کم ہوگا اور عام پسند۔ باقی ہر طرح حاضر ہوں۔ انتظام ہو سکتا ہے۔ ضخامت، تقطیع، کاغذ وغیرہ لکھیے۔

مضامین اگر آپ بھیجیں تو اس سے بڑھ کر اور کیا بات آپ کے مضامین شائع کر دیتا ہوں۔

ایک اور معاملہ ہے آپ اس پر غور کیجیے اور جواب عطا فرمائیے۔ اشاعتِ اسلام کی آواز ہمیشہ بلند ہوتی ہے اور رہ جاتی ہے، کام کچھ نہیں ہوتا۔ آپ کے لارڈ ھیڈلے کے قصے نے پھر ایک یاد پیدا کر دی ہے، لیکن اسے صرف قادیانیوں کے ہاتھ پر چھوڑ دینا اچھا نہیں عہ کبھی پورا نہ ہوگا

آغا خان سے اس بارے میں گفتگو ہوئی، وہ مدت سے کہتا ہے، لیکن اب پوری طرح آمادہ ہو گیا ہے کہ ایک لاکھ مسلم یونیورسٹی کے دے اور لوگوں سے عہ خود ہی سردست چندہ کا خزانچی اور ہے۔

راجہ صاحب محمود آباد بھی مدت سے کہتے ہیں اور شروع ہو تو طیار ہیں۔

میں اس کے لیے وقت نہیں دے سکتا کیونکہ جن کاموں کو سامنے کر چکا ہوں، ان ہی میں دہ سکوں تو بہت ہے۔ سردست ضرورت اس کی ہے کہ جلد سے جلد مشورہ کی کمیٹی ہو اور پھر مرکز کا قیام۔ روپیہ کافی ہو اور کام شروع تو آدمی خود بخود نکلیں گے۔ سوال اس کا ہے کہ عہدہ دار کون ہو۔ میرے خیال میں ....

مکتوب مخزونہ دفتر دار المصنفین اسی نقطہ پر آ کر ختم ہو گیا ہے۔

عہ یہ لفظ نہ چل سکا   عہ یہ لفظ بھی نہ چل سکا۔ غالباً "بھی دلائے" ہوگا۔

۲۲ھ مولوی رکن الدین دانا ندوی سہرامی، مصنف "المنطق" وغیرہ

"مشرق" گورکھپور کا ایک ہفتہ وار زیر ادارت حکیم برہم۔ مسلک میں "الہلال" کا شدید مخالف تھا۔ صحیح نام، شاہ نذیر ہاشمی غازی پوری، اپنے زمانہ کے مشہور صحافی، مشرق کے ہم نوا تھے۔

۲۳ھ سید صاحب کو حیرت دو چیزوں پر ہے، ایک اس پر کہ شاہ صاحب اپنے خیالات کے ساتھ الہلال سے منسلک ہوئے کیونکر۔ دوسرے اس پر کہ آخر ان سے بھی الہلال میں نباہ نہ ہو سکا۔

بھی المعارف پسند کیا تھا اور مولوی مسعود علی صاحب کو لکھا تھا[۲۴]، معارف بہتر ہے لیکن یہ عمامہ "ال" تجدید شکل کے لئے ضروری ہے۔

میرا نام بحیثیت ذمہ دار اڈیٹر ابھی نہ دیں۔ پرنسپل مسٹر بین تو نہایت آزاد ہیں، اُن کا کیا کہنا۔ لیکن ڈاکٹر سے اجازت کی ضرورت ہے۔ اعلان میں اور بورڈ میں آپ بلا تامل دے سکتے ہیں[۲۵]۔ میں ڈائرکٹر سے دریافت کر کے لکھوں گا۔

مضامین کی نوعیت میں مذہبی مضامین ضرور چاہئیں، کہ یہ کشش عام کا ذریعہ ہیں، اور ہم لوگ اسی حیثیت سے آشنا ہیں۔

ایک بات میں عرض کرتا ہوں کہ آیا مثل ادیب والندوہ وغیرہ مضامین بلاتفریق فن وعنوان بلاترتیب یکجا کر دیئے جائیں، یا صفحات کو عنوانات پر مثل الہلال تقسیم کر کے، اُن کے نیچے اُن کے متعلق مضامین ترتیب دیئے جائیں؟

شذرات یا اخبار و افکار یا اشتات کی سرخی سے ہر مہینہ کے عام حوادث و واقعات پر خیالات متفرقہ مختصر و بلیغ الفاظ میں ضرور ہوں۔ جس طرح الندوہ میں شذرات یا الہلال میں افکار و حوادث کے نام سے لکھا کرتا تھا۔ لوگ ان کو نہایت دلچسپی سے پڑھتے ہیں، اسی طرح اخبار علمیہ کا باب بھی ضرور ہو۔ میں نے اس کی تفصیل مولوی مسعود علی صاحب کے خط میں کی ہے، آپ ازراہ عنایت دیکھ لیں۔

آپ کے مولانا ابوالکلام نے مجھے کالج کی غلامی پر غیرت دلائی تھی اور الہلال میں بمعاوضہ ۱۳۰ و بہ ترقی عہ ماہوار تا ۲۰۰ دعوت دی تھی، اور یہ بھی طمع دلائی گئی تھی کہ الہلال باعلان نام تمہاری اڈیٹری میں ہوگا، مجھکو کچھ سروکار نہیں میں تمہارا محکوم

[۲۴] مولوی مسعود علی ندوی اس پرچہ کے منیجر مقرر ہوئے تھے۔

[۲۵] رسالہ کے لئے ایک مجلس ادارت بھی تجویز ہوئی تھی۔ اب یاد نہیں پڑتا کہ اس میں میرے اور سید صاحب کے علاوہ اور کون کون تھے۔ پونا کالج کے پرنسپل کا نام مسٹر BAIN تھا۔

بن کر رہوں گا وغیرہ[۲۶] .... میں لکھا کہ

به دام و دانه نه گیرند مرغ دانا را

مسٹر بین پرنیبل نہایت آزاد منش انگریز ہیں، ارسطو کے سخت معترف اور اس لئے مسلمانوں کے فلسفہ کے بھی مداح ہیں۔ عجیب شخص ہے! والسلام

سید سلیمان ۲ر فروری ۱۹۴۲ء

(۵)

بہ دوم جی ہاؤس، پونہ

مکرمی! تسلیم

یادفرمائی کا مشکور۔ قائد بیشک لیڈر کا صحیح ترجمہ ہے DEMAGOGUE کے لئے ایک لفظ مشکل سے ملے گا، سرغنہ میں فساد کا عنصر شامل ہے، طلاقت لسانی و عام فریبی نہیں ہے، قدیم عربی میں ایک لفظ "مِصدِ سَرِع" ہے، جس کے معنی "سیدنا لقوم ولسانہم" ہیں، ایک لفظ "زعیم" ہے، یہ کسی قدر اُردو میں معروف بھی ہے، اسی کو اس معنی میں استعمال کرنا چاہیئے، اور تقریباً آپ نے مفہوم کے مطابق کیا ہے۔ اس کے لغوی معنی یہ ہیں "سردار جماعت و سخن گوئندہ از طرف ایشان"۔ عربی، انگریزی ڈکشنری میں DEMAGOGUE کے لئے "حُرُ جفت" کا لفظ لکھا ہے، اس کے لغوی معنی یہ ہیں "برانگیختہ کنندۂ عوام بسخنہائے بد" میں سرغنہ اور زعیم کو پسند کرتا ہوں[۲۷]۔

کالج کے علاوہ "ارض القرآن" کا کام ہے، جس کو آپ میتھالوجی کہتے ہیں![۲۸]

---

۲۶ پورا خط بطور ضمیمہ حاشیہ ۲۰ میں نقل ہو چکا ہے۔

۲۷ اُس زمانہ میں نفسیات اور سائیکالوجی ہی پر لکھا کرتا تھا۔ وضع اصطلاحات کا کام کٹھن تھا۔ اس باب میں سید صاحب ہی کے مشوروں کو سب سے زیادہ قابل اعتماد سمجھتا تھا۔ انگریزی الفاظ لیڈر، ڈیماگاگ، وغیرہ کے لئے "قائد" "زعیم" وغیرہ اُن کے سامنے پیش کئے تھے۔

۲۸ سید صاحب کا یہ طنز میری اُس وقت کی روشن خیالی اور فرنگیت مآبی پر تھا۔

معلومات[29] کو آپ نے پسند فرمایا۔ والسلام

مخلصکم

سید سلیمان

۳۱؍ جولائی سنہ ۱۴ء

(۶)

بانکی پور۔ پٹنہ

دلپسند لاج

مکرمی!

یاد آوری کا مشکور ہوں۔

لفظ "روح الاجتماع" خود مصر میں معترض علیہ ہے، میری اصلی رائے تو یہ ہے کہ "نفسیات" کی دو قسمیں قرار دی جائیں۔ "نفسیات فردیہ" اور "نفسیات جمعیہ" COLLECTIVE PSYCHOLOGY کے لئے صحیح مفہوم کی تعبیر دوسرا لفظ کرتا ہے۔

"فلسفۂ اجتماع" یا "اسرار جماعات"، گو مقصود سے وسیع تر مفہوم رکھتا ہے، تاہم فلسفۂ اجتماع" "اسرار جماعات" سے رواں تر ترکیب ہے۔ بجائے "اسرار" اگر "سر" استعمال کیا جائے تو زیادہ روانی ہوگی مثلاً "سر الاجتماع" "سر الجماعات" "سر الجمعیات"۔

اگر نجوم القرآن یا مفتاح کنوز القرآن وغیرہ فہرست قرآن نہ مل سکے تو قرآن ترجمہ مولوی نذیر احمد کے دیباچہ میں ان مطالب کی فہرست دیکھئے[30]۔ الہلال میں اس قسم کی فہرستیں موجود ہیں۔ مولوی عبدالسلام[31] کو لکھیے۔

"شعر العجم" اور "مقدمۂ حالی" کا توارد مطالب اس لئے تعجب انگیز نہیں کہ دونوں ایک ہی سرچشمہ سے ہیں، علوم و فلسفات کی بحث میں توارد تعجب انگیز نہیں، بلکہ ان کی صحت کی

۲۹؎ اس نام سے ایک ادبی اور معلوماتی ماہ نامہ عبدالوالی بی، اے (علیگ) نے لکھنؤ سے نکالا تھا۔

۳۰؎ مصطلحات ہی کی تلاش میں مجھے الفاظ قرآنی کی بھی ضرورت پڑ گئی تھی۔

۳۱؎ مولوی عبدالسلام ندوی اس وقت الہلال کے اسٹاف میں تھے۔

دلیل ہے۔ ارسطو نے شاعری پر جو کچھ لکھا ہے، وہ دونوں کے لئے دلیل راہ ہے۔ اب تو للہ طالب علمانہ نزاعات سے اوپر بڑھیے، ان کانٹوں میں کب تک الجھیے گا۔

اُردو داں پبلک تنقید و تقنیح میں ابھی فرق نہیں کر سکتی، اس لئے کلموا الناس علیٰ قدر عقولہم[۳۲]۔ والسلام

سید سلیمان ۶ر نومبر ۱۴ء

(۷)

اعظم گڈھ۔ شبلی منزل۔

مکرمی!

مصنف شعر العجم اس وقت موت و حیات کی کشمکش میں ہے۔ دعائے صحت کیجیے، اور کیا لکھوں[۳۳]۔

غمزدہ سید سلیمان ۱۶ر نومبر ۱۴ء

۳۲؎ میں نے سید صاحب کو لکھا تھا کہ شعر العجم میں نے حال میں توجہ سے پڑھی، گو پسند تو بہت آئی لیکن فن شعر سے متعلق تو اس میں بلا حوالہ بہت کچھ وہی درج ملا، جو میں حالی کے مقدمۂ دیوان میں پڑھ چکا تھا۔ شعر العجم پر تنقید اس پہلو سے لکھنا چاہی تھی۔ اور ہر چند قدرتاً سید صاحب کو گراں گزری —— کئی سال پہلے میں نے الکلام (مولانا شبلی) پر جو بڑی مفصل تنقید ملحدانہ رنگ میں لکھی تھی، وہ بجائے اپنے نام کے ایک "طالب علم" کے نام سے "الناظر" میں چھاپی تھی۔ طالب علمانہ "نزاعات" میں اشارہ اس طرف بھی ہے۔

۳۳؎ یہی علالت افسوس ہے کہ مولانا کے لئے مرض الموت ثابت ہوئی —— مولانا مرحوم کی تمام تصانیف میں اس وقت میں شعر العجم کو سب سے اعلیٰ رکھے ہوئے تھا

(۸)

شبلی منزل، اعظم گڈھ

مکرمی! دام لطفہٗ

اس ہفتہ میں تو بانکی پور و پونہ کے سفر درپیش ہیں، نہ آسکوں گا۔ [۳۴]

مولانا [۳۵] کے متعلق جو مضمون آپ لکھ رہے تھے وہ کہاں تک پہنچا؟

ایک علمی رسالہ کی شدید ضرورت ہے۔ اس قسم کے مضامین کہاں چھپیں؟

والسلام

سید سلیمان ۱۱ر دسمبر ۱۴ء

(۹)

شبلی منزل، اعظم گڈھ

مکرمی! دام لطفہٗ

اب دوسرے سفر کی طیاری ہے، ۲۰ر کو بانکی پور جاؤں گا، اور وطن کی زیارت کے بعد ۳۰ر کو پونہ چلا جاؤں گا۔

جلسہ اگر بارونق ہوا تو آپ کی کوششوں کا نتیجہ [۳۶]، اس لئے آپ مشکور!

رسالہ کی فکر عملی ہورہی ہے [۳۷]، مرکز لکھنؤ ہو تو بہتر ہے، لیکن توکل حالات کی وجہ سے یہاں اجازت میں آسانی ہے۔

---

[۳۴] لکھنؤ میں کوئی اہم علمی یا ادبی اجتماع ہو رہا تھا، اور اسی کے لئے میں سید صاحب کو بلا رہا تھا۔ سید صاحب ابھی تک پونا سے سبکدوش نہیں ہوئے تھے۔

[۳۵] یعنی مولانا شبلی مرحوم

[۳۶] اب یاد نہیں پڑتا کہ یہ کون سا جلسہ تھا۔ یقیناً کوئی اہم علمی یا ادبی ہی جلسہ ہوگا (سیاسی اور مذہبی جلسے اس وقت میرے لئے خارج از بحث تھے)

[۳۷] اجرائے معارف کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ اور نام اب معارف ہی طے پایا تھا۔ بہ حذف "ال"

آپ کے وعدۂ اعانت کا ممنون ہوں۔ مولوی عبد السلام ہلال سے نکل کر آ گئے[۳۸]

اب یہاں مستقلاً قیام کریں گے۔

سید سلیمان ۱۰ ر دسمبر ۱۴ء

(۱۰)

بدوم جی ہاؤس۔ پونہ

مکرمی! دام لطفہ

۲۷ ر دسمبر ۲۴ء کا والا نامہ کل ۱۴ ر جنوری ۲۵ء کو ملا۔ راستے میں اس نے بہت پلٹے کھائے ہیں۔ خطوں پر نوٹس لکھے گئے ہیں[۳۹]، آپ اپنے خطوط پر لکھ دیجئے۔ ترتیب اولاً اشخاص پر ہوگی، اور ہر شخص کے مکاتیب کی تاریخ پر، ہر خط پر شخص کا سلسلہ وار نمبر ہوگا کہ حوالہ دے سکیں۔ مثلاً سلیمان ۲، یا سلیمان ۱۴۔

الناظر میں مِل کی منطق پڑھی[۴۰]، حیرت ہوئی کہ اسی کا اتنا شور ہے؟ ہمارے متاخرین کی منطق کے یہ پامال مباحث ہیں، اس سے میں سمجھتا ہوں کہ مسلمانوں نے درحقیقت منطق کو انتہائی حد تک ترقی دی ہے۔ عربی مواد سے کوئی سلجھا کر ایک کتاب لکھ دے، تو لوگوں کو نظر آئے۔

عصر جدید کی "نظر"[۴۱] پر میری نظر بھی پڑی تھی۔

۳۸ء مولانا عبد السلام بھی الہلال میں زیادہ عرصہ تک نہ جم سکے۔

۳۹ء اشارہ مکاتیب شبلی (زیر ترتیب) کی جانب ہے۔

۴۰ء ماہ نامہ الناظر (لکھنؤ) میں میرا ایک مضمون اس عنوان سے غالباً تین نمبروں میں نکلا تھا۔ میں اُس وقت تک انگریز فلسفی مِل کے پرستاروں میں تھا۔

۴۱ء خواجہ غلام الثقلین مرحوم کا رسالہ اس نام سے نکلتا تھا۔ اپنے زمانے کے اونچے رسالوں میں تھا۔ عجب نہیں کہ اس نے میری کتاب "فلسفۂ جذبات" پر "نظر" کی ہو۔

میں اوائل مارچ تک یہاں ہوں، دار المصنفین کی اسکیم سے آپ ہمدردی رکھتے ہیں؟ انجمن ترقی اردو کو رقابت کا خیال تو پیدا نہ ہوگا؟

سید سلیمان ۱۴ر جنوری ۱۵ء

(۱۱)

بدوم جی ہاؤس پونہ

کرمی! اطال اللہ بقاءک

مجلس یادگار کی روداد میرے پاس بھی مجلس کی طرف سے آئی ہے، خدا جانے آپ کے سوا لوگ دار المصنفین کو کیا سمجھتے ہیں، یہ ایک جماعت ہوگی علمائے مصنفین کی، جدید و قدیم، جس کا مقصد اردو زبان میں علوم و فنون کو ترقی دینا، علمی رسائل و تصنیفات کی تدوین و تالیف، نقل و ترجمہ، نشر و اشاعت، اور اپنے بعد کے طلبائے مصنفین کی تربیت و تعلیم ہوگی، اس کے لیے ایک بڑا انگریزی، عربی اور اردو کتب خانہ ہوگا، پریس ہوں گے، مترجمین و مصنفین بمعاوضہ و بشوق یکجا کام کریں گے، ان کی تصنیفات و تراجم بصورت احسن دفتر کی طرف سے شایع ہوں گے۔

اس کے مقاصد و قواعد تو بعد کو مرتب کرکے بھیجوں گا، بالفعل سرسری اصولی باتیں عرض کرتا ہوں۔

(۱) اس میں تمام ملک کے لوگ ۳ حیثیت کے ممبر ہوں گے ۱۲ رسالہ والے، ۶ رسالہ والے، ۳ رسالہ والے۔

(۲) اول کو ہر سال ممبری کے کل منشورات بلا قیمت، صرف چندہ ممبری کے ادا کرنے پر ملیں گے، دوم کو نصف قیمت پر، سوم کو بہ قیمت ۳/۴۔

(۳) ملک کے مشاہیر علم یا امرائے قدر دانان علم، اس کے سرپرست و ارکان اعزازی ہوں گے۔ بالتفصیل یہ اشخاص پیش نظر ہیں۔

۱۔ بیگم صاحبہ بھوپال — مُربیہ پیٹرن

۲۔ مولوی سید حسین بلگرامی — پریسیڈنٹ

۳۔ ارکان اعزازی:

ڈاکٹر ضیاء الدین

ڈاکٹر عظیم الدین

مولوی حمید الدین

آپ،

مولوی حبیب الرحمٰن شروانی

نواب علی حسن خان

ڈاکٹر اقبال

ڈاکٹر محمود، وغیرہم[۳۲]

غرض اس کو اس قدر اونچا کیا جائے کہ اس کا اعزازی ممبر ہونا باعث شرف ہو سکے مثلاً رائل ایشیاٹک سوسائٹی۔ اس جماعت کی طرف سے ہر علم و فن، مذہبی، اخلاقی ادبی، فلسفی، علمی، طبی عنوانات پر کم از کم تین کتابیں سال میں، ہر چوتھے مہینے ایک شائع ہو۔ اگر ۵۰۰ ممبر ہمیں مل جائیں تو نہایت آسانی سے کام کر سکتے ہیں اور باہر کے عام

۳۲ؔ اس زمانے کے یہ سب مانوس و معروف نام اب نامانوس سے ہو گئے ہیں۔ ہر ہائنس سلطان جہاں بیگم صاحبہ بھوپال بڑی علم دوست، علم پرور رئیسہ ——— تھیں اور خود بھی بڑی ذی علم۔ نواب عماد الملک سید حسین بلگرامی حیدرآبادی، انگریزی اور عربی زبان دونوں کے چوٹی کے عالم تھے۔ ڈاکٹر ضیاء الدین احمد اس وقت علیگڈھ کے ایک پروفیسر تھے (بعد کو وائس چانسلری تک پہنچے)۔ ڈاکٹر عظیم الدین احمد، بہار کے مشہور فاضل، مولانا حمید الدین فراہی صاحب نظم القرآن، مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی مشہور فاضل و رئیس علیگڈھ، صفی الدولہ نواب علی حسن، بڑے علم دوست رئیس (بھوپال، بادس لکھنؤ) شہرۂ آفاق شاعر۔ ڈاکٹر سید محمود، بیرسٹر، پٹنہ، اس ساری جماعت میں میرے علاوہ ان شاء اللہ ابھی زندہ و سلامت ہیں۔

قومی چندوں کی کوئی پروا نہ کریں۔ اگر اُس کا دفتر اعظم گڈھ ہو[۴۳]، تو عربی کا کتب خانہ بہت اچھا ہمارے پاس ہے۔ مکان کے کرایہ سے بچتے ہیں جو کم از کم ۵۰ ماہوار ہوگا۔ سیرت کے اشخاص دار المصنفین کا بھی انتظام و ترتیب کریں گے۔ میں مارچ میں ۳ ماہ کی فرصت پر آتا ہوں[۴۴]، سیرت اور دار المصنفین دونوں کو عملاً ایک کرتا ہوں۔

ایک ارادہ یہ ہے کہ دار المصنفین کو ایک حقیقی "مسلم اکاڈمی" کے نام سے موسوم کیا جائے، اور تشبیہ سے جو غرض ہوتی ہے، اُس بنا پر مجھے لکھیے کہ اس جماعت کے اغراض کیا ہوں گے؟ اور کس قدر اہم و ارفع ہوں گے، اور اس کی اعزازی ممبری کے لئے کس قسم کے اشخاص ہونے چاہئیں۔

انگریزی کتب خانہ کے لئے عرض یہ ہے کہ ایک ابتدائی کتب خانہ کے لئے ایک فہرست تیار فرمائیے جس میں صرف عمدہ اور علمی کتابوں کے نام ہوں، اور اُن کے سستے اڈیشنوں کا پتہ لگانا چاہیئے۔

اس کی جماعت منتظمہ یا مؤلفین کی ایک جماعت ہونی چاہیئے جو یکجا قیام کریں اور اُن کی تنخواہ یا معاوضہ مجلس کی طرف سے ہو، کم از کم صہ ر اور زیادہ سے زیادہ بر حسب استعداد۔ جو اشخاص کہ معاوضہ یاب ہوں اُن کو ان کی تصنیف کے منافع سے بعد وضع مصارف کچھ ملنا چاہیئے، غیر معاوضہ یاب مصنفین و مترجمین کو اگر اُن کی کتاب مجلس کے سرمایہ سے شائع ہو، بعد وضع سرمایہ نصف منافع اُن کو دیا جائے۔

آپ اس کے لئے زیادہ چندوں کی فکر نہ فرمائیے، اسی سے میں بھی اس کے لئے بیقراری ظاہر نہیں کرتا، کہ یہ چیز ایسی ہے کہ اگر بحُسن اسلوب چلائی جائے تو مصنفین کو نا قدر دانی اور

---

[۴۳] نواب علی حسن خاں اور بہت سے مخلصین کی خواہش تھی کہ یہ مرکز لکھنؤ میں قائم ہو۔

[۴۴] سید صاحب کا تعلق ابھی تک ندوہ سے قطع نہیں ہوا تھا۔ "فرصت" عمر کے اس دور میں سید صاحب کی زبان پر "رخصت" کے مترادف تھا۔

مالی نقصانات کی جو شکایت ہوتی ہے، وہ رفع ہو جائے، طبع و اشاعت، کی زحمت سے ان کو آزادی ہو جائے، اور پھر یہ شے اپنے لئے خود سرمایہ پیدا کرے گی۔

ہر حال میں آپ کی اعانت و شرکت سے کبھی بے نیاز نہیں ہو سکتا، امور مذکور کی نسبت بھی غور فرمائیے لیکن ابھی اسکو لوگوں میں نہ پھیلائیے، راز رہے۔

مولوی آزاد کا خط آیا ہے[۴۵]، اپنے کو ہمارا ہم عنان ظاہر کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ دار المصنفین کی ایک اسکیم طیار کر لی ہے۔

ضرورت ہے کہ دار المصنفین کو علی گڈھ اور الہلال دونوں سے بچایا جائے، علی گڈھ میں جو چیز ہوگی، آفتاب احمد خاں و اشالہم کے پنجہ میں ہوگی، الہلال کا کام تخیل سے عمل میں کبھی نہ آئے گا۔

• "حالی شبلی پروفیسر شپ" سے میں کلاً متفق ہوں[۴۶]، اس کے لئے دار المصنفین کی تجویز کو ترک کی ضرورت نہیں، بلکہ ممکن ہے کہ خود یہ مجلس اس کی مدد کرے، بلکہ دونوں کو الگ کر کے نظم و نثر دو حصے کر دیئے جائیں، یا اس کو تمغائے طلائی کی صورت میں کر دیا جائے۔

"فرصتے باد کہ من با تو سخنہا رانم"

سید سلیمان ۲۶ جنوری ۱۵ء

(۱۲)

پدوم جی ہاؤس - پونہ

مکرمی زاد لطفہٗ

رات "اکاڈیمی" کے قواعد و مقاصد ترتیب دے رہا تھا، دیکھتا ہوں تو، انجمن ترقی

---

۴۵ مولانا ابوالکلام سے تعلقات میں اب تک تلخی باقی تھی۔

۴۶ مولانا حالی کی وفات کے بعد میں نے ایک مضمون میں یہ تحریک پیش کی تھی، کہ علیگڈھ میں حالی و شبلی کی یادگار کا ایک اردو پروفیسرشپ کی صورت میں قائم کی جائے۔

اُردو سے کہیں کہیں ٹکرا جاتی ہے، کاش اہل انجمن، ترقی اُردو کو اکاڈیمی میں ضم کر دیں۔ مولوی عبدالحق مشغول آدمی ہیں، اور پھر مرکز سے ۰۰، کوس دور۔

مولوی عبدالحق کا پتہ نہیں معلوم، مطلع فرمائیے۔ "فلسفۂ اجتماع" اکاڈیمی کے لئے محفوظ رہے۔ والسلام

سید سلیمان ۲ر فروری ۱۵ء

(۱۳)

یرودم جی ہاؤس۔ پونہ

کرمی! السلام علیکم

بال کرم نامۂ اول کا جواب رہ گیا، تغافل سے نہیں، بلکہ آپ کا خط مجموعۂ مکاتیب میں لپٹ کر رہ گیا تھا۔ مجموعۂ مکاتیب کی نقل کے لئے شکریہ قبول فرمائیے۔

سیرت سے بسرت تمام آپ ہر وقت فائدہ اُٹھا سکتے ہیں، لیکن وقت ظہور اسلام عرب کی کس حالت کے متعلق آپ جمع معلومات کرنا چاہتے ہیں، سیاسی؟ مذہبی؟ اخلاقی؟

دارالمصنفین کی نسبت ڈاکٹر اقبال، سید اکبر حسین، عمادالملک اور مولوی حبیب الرحمن خاں اور مولوی ابوالکلام سے گفتگو کر رہا ہوں، مولوی عبدالحق کو بھی خط لکھتا ہوں۔

سید سلیمان ۹ر فروری ۱۵ء

۴۷؎ میری ایک ابتدائی تالیف، جسے بعد کو اُس کے ملحدانہ وگستاخانہ مضمون کی بنا پر، اپنی فہرست تصانیف سے مجھے خارج کر دینا پڑا، انجمن ترقی اردو کی طرف سے ۱۵ء میں شائع ہوئی، سید صاحب اپنے حسن ظن کی بنا پر اُسے اپنے ہاں سے چھاپنا چاہتے تھے۔ کتنی زہریلی کتاب تھی، اس کا انھیں کوئی اندازہ ہی نہ تھا۔

۴۸؎ یعنی ذخیرۂ سیرت نبوی۔ میں اپنے نیم ملحدانہ رنگ میں اس وقت انگریزی میں سائیکالوجی آف دی قرآن "لکھنے کا ارادہ کر رہا تھا، اور اس لئے نزول قرآن کے وقت کی عرب قوم سے واقفیت حاصل کرنا چاہتا تھا۔

پروم جی ہاؤس - پونہ

مکرمی دام لطفہٗ

حُسن نیت سے معاملہ خود بخود فیصل ہو گیا۔ اتفاق سے چند روز کے لئے مجھے خود حیدر آباد جانا پڑا، مولوی عبدالحق وہاں آ گئے تھے، مولوی حمید الدین صاحب اور میرے مقابلہ میں اُن سے باتیں ہو گئیں اور تقریباً وہی فیصلہ رہا، جو آپ نے پچھلے خط میں لکھا تھا۔

ارباب علی گڈھ کو آپ نے دیکھا، تحریک یہ تھی کہ حالی شبلی پروفیسر شپ جیسے ہوں اور تائید یہ ہوتی ہے کہ ہاں حالی پروفیسر شپ جیسے ضرور ہونا چاہئے[۴۹]، شبلی و حالی میں تو رقابت نہ تھی، پھر قدر دانانِ حالی و شبلی میں کیوں رقابت ہے؟ سبب صرف یہ ہے کہ مولانا حالی معصوم صفت اور متحمل المزاج تھے، دیکھتے تھے لیکن بولتے نہ تھے۔ مولانا شبلی مغلوب الغضب اور مشتعل تھے، بات بات پر بگڑتے تھے، اس کا نتیجہ اب جو کچھ ہو، لیکن خدا جانے آئندہ دنیا اس سے کیا نتیجہ پیدا کرے گی۔

میں اب یہاں سے چلتا ہوں، ۱۳-۴ کو لکھنؤ یا علی گڈھ پہنچ جاؤں گا، لکھنؤ میں شاید جارج ہوٹل میں ٹھہروں یا پھر شبلی منزل[۵۰] میں۔

آپ نے سُنا، جناب سید اکبر حسین صاحب میرے نوحہ[۵۱] کی بڑی داد دیتے ہیں،

---

[۴۹] علیگڈھ والوں کا کہنا یہ تھا کہ حالی تو بے شک آخر دم تک علیگڈھ اور سرسید کے مخلص اور وفادار رہے - اور مولانا شبلی کے لئے یہ بات نہیں کہی جا سکتی۔

[۵۰] اب سید صاحب پونہ سے سبکدوش ہو کر علیگڈھ مستقل قیام کے لئے آ رہے تھے۔ جارج ہوٹل، اُس وقت امین آباد میں ایک معمولی درجہ کے ہوٹل کا نام تھا۔ سید صاحب کے قدردان لکھنؤ میں ایک نہیں متعدد موجود تھے۔ مگر وہ از راہ سادگی و قناعت خیالی اس معمولی سے ہوٹل میں ٹھہرنے کا کہ رہے تھے۔

[۵۱] مراد "نوحہ اُستاد" ہے یعنی مولانا شبلی مرحوم کا مرثیہ۔ حضرت اکبر الہ آبادی سے اُس وقت تک سید صاحب کی شخصی ملاقات نہ تھی۔

اور نادیدہ میری ملاقات کے شائق ہیں۔ والسلام

سید سلیمان ۴؍مارچ ۱۵ء

(۱۵)

بنام نگارندہ:

"مذہب اور ارتقائے تمدن"[۵۲]

نمازی ہو تو ئی، روا ست کافر بودن!

سید سلیمان پونہ ۰ ؍مارچ ۱۵ء

(۱۶)

شبلی منزل، اعظم گڈھ

مکرمی دام لطفہٗ

مجھے آپ سے دو دو ندامتیں ہیں، ایک تو آپ کی پُرلطف دعوت میں شریک نہ ہو سکا،[۵۳] سبب یہ ہے کہ وقت پر کوئی گاڑی نہ مل سکی۔ افسوس رہا کہ میر اکبر حسین صاحب کے لطفِ صحبت سے محروم رہا۔ گرامی نامہ اعظم گڈھ پہنچا، میں بانکی پور میں تھا، جواب میں تاخیر ہوئی۔

الفاظ مسئولہ کے لئے مصر میں "تمثیل" ہی کا لفظ ہے، "فن تمثیل" THE ART OF ACTING کے لئے نہایت کثرت سے مستعمل ہے، اُسی طرح ایکٹر کے لئے ممثّل، اسٹیج کو مَسرَح اور مَنَصّہ کہتے ہیں۔ لفظ منصہ قدیم ادب میں بھی مستعمل ہے، مثلاً منصۂ قدرت،

---

[۵۲] یہ مضمون میرے قلم سے رسالہ زمانہ (کانپور) میں نکلا تھا جس میں مذہب کی عملی افادیت کو نمایاں کیا گیا تھا ایک ملحد کے قلم سے مذہب کی یہ حمایت، سید صاحب نے داد اسی کی دی ہے۔

[۵۳] حضرت اکبر الہ آبادی لکھنؤ آئے ہوئے تھے، اور اکثر اتفاق سے میرے ہی مہمان تھے۔ میں نے انہیں کی دعوت کے موقع پر سید صاحب کو بلایا تھا۔

منصۂ ظہور، اس لفظ کے حقیقی معنی وہ بلند چبوترہ جس پر عروس رونما ہوتی ہے۔

ٹریجڈی اور کامیڈی بہت اچھا ہے، بولے لئے مگر آجکل کی عربی میں "روایۃ حظیہ" اور "روایۃ حزنیہ" شاید دیکھا ہے[۱۵ء]۔

سیرت کے انگریزی ترجمہ کے لئے ایک لائق شخص مطلوب ہے کسی کا پتہ دیجئے، جو عمدہ انگریزی لکھ سکتا ہو۔ والسلام

سید سلیمان ۱۰ رمئی ۱۵ء

(۱۷)

شبلی منزل۔ اعظم گڈھ

محب اکرم!

یورپ کا حسب ذیل پیغام ملا۔

"یورپ سے صدا اٹھتی ہے کہ مسلمانوں نے فن ڈراما کو ہاتھ تک نہیں لگایا، سارے عربی لٹریچر میں صرف ایک ڈراما کا پتہ چلتا ہے جو سلطان صلاح الدین کے وقت میں تصنیف ہوا تھا۔ درحقیقت مسلمانوں کے عقیدۂ تقدیر نے ان میں نہ سنس آف ٹریجڈی پیدا ہونے دیا اور نہ سنس آف کامیڈی، اس لئے اکثر فنون لطیفہ کی طرح وہ اس فن سے بھی نابلد رہے۔"

بلاشبہ مسلمان فن ڈراما سے ناآشنا رہے، یہ حقیقت ہے۔ لیکن للہ غور فرمائیے کہ اس حقیقت کے اظہار کے لئے کتنی توبرتوا ور مسلسل دروغ بیانیاں کی گئی ہیں۔ تقدیر کا اعتقاد صرف اسلام کے لئے مخصوص کرنا، تاریخ مذاہب سے جہل کا ثبوت ہے اور نہ صرف تاریخ مذاہب سے بلکہ فلسفۂ قدیمہ سے بھی۔ جہاں کہیں بھی علۃ العلل یا خدا کا وجود ہے، یہ مسئلہ موجود ہے۔

۱۵ء میں اُس وقت ڈراما نوازی کے دور سے گزر رہا تھا۔ شیکسپیر کا دلدادہ شروع سے تھا، اُس وقت آغا حشر کاشمیری اپنی تھیٹریکل کمپنی لے کر لکھنؤ آئے ہوئے تھے۔ اُن سے میرے پینگ بڑھ رہے تھے۔ اور میں نے خود بھی ایک ڈراما تیار کیا تھا۔ سید صاحب سے اس فن کی عربی مصطلحات سے متعلق استفادہ کرنا چاہتا تھا۔

یہودیت، عیسائیت، ہندوئیت کہاں تقدیر کا اعتقاد نہیں، پھر کیا اس اعتقاد سے "حظ والم" کا احساس ہٹ گیا، اور کیا انسان کے فطری جذبات احساس مسرت وغم ناپید ہو گئے۔ کیا مسلمان خوشی اور رنج سے محروم ہیں۔

پھر یہ کہنا کس قدر مضحکہ انگیز ہے کہ "اس لئے اکثر فنون لطیفہ کی طرح وہ اس فن سے بھی نابلد رہے" عجب استدلال کا یہ عجیب ترنتیجہ ہے، فنون لطیفہ کے فروع، موسیقی، شاعری، مصوری، تعمیر وغیرہ ہیں، کیا ان میں سے کسی کو مسئلہ تقدیر کے اعتقاد سے کوئی ادنیٰ مناسبت ہے؟ کیا اس اعتقاد کا یہ نتیجہ ہوگا کہ معترف تقدیر، شاعر، مصور اور معمار نہ ہو سکے؟ العجب!

ذرا فنون لطیفہ کی تشریح فرمائیے، کیا شاعری میں مسلمانوں کا رتبہ مخفی ہے؟ کیا فن تعمیر میں اُن کی حیرت زا یادگاریں نتیجۂ وہم ہیں؟ کیا موسیقی میں اُن کے اختراعات نامعلوم ہیں؟ کیا مصوری میں ان کا کوئی پایہ نہیں؟ اگر ان میں سے کسی میں بھی شک ہو تو انگریزی تصنیفات کاتب مضمون کے پاس بھیج دی جائیں جو مسلمانوں کی موسیقی، شاعری، تعمیر اور مصوری پر لکھی گئی ہیں۔

بے شبہ مسلمان مجسمہ سازی کو مذہباً جائز نہیں سمجھتے، اس لئے اس کی طرف توجہ نہ کی، تاہم اُن کے بنائے ہوئے بعض بعض حیوانی مجسمے موجود ہیں۔

ڈراما ایک ملعبہ ہے، جو مختلف قسم کے معائب اور قبائح کا مجموعہ ہے، اگر مسلمانوں نے اس کی طرف توجہ نہ کی تو کوئی عیب ہے؟ سینکڑوں معیوب فنون ہیں، بحیثیت فن جن سے وہ نابلد ہیں۔

افسوس ہے کہ میں اس احسان کو بھی جو سخت جانکاہی کا نتیجہ ہے قبول نہیں کر سکتا کہ سلطان صلاح الدین کے عہد میں ایک ڈراما لکھا گیا، یورپین ارباب قلم کے لئے صلاح الدین کا زمانہ عجائب زار ہے، اور اس لئے اس کی طرف ہر قسم کی نسبت جائز ہے۔

میرا مقصود یہ ہے کہ ایک صحیح دعویٰ کے لئے غلط دلائل و نتائج کی احتیاج کیا ہے؟

والسلام سید سلیمان یکم جون ۱۵ء

(۱۸)

پدوم جی ہاؤس۔ پونہ

مجبی ۔ تسلیم

امید ہے کہ آپ اس سفر میں بخیریت رہے ہوں گے[۵۵]۔ کارڈ نہ پہنچنے کا افسوس ہے، اُس میں ڈراما کے متعلق چند اطلاعی اور چند استفساری باتیں تھیں۔

میرا خیال یہ تھا کہ ڈراما کو تقدیر کے ساتھ کوئی خاص تعلق نہیں ہے۔ تقدیر و تدبیر ہر مسئلہ کا مدعی ڈراما کے ذریعے سے اپنا دعویٰ ثابت کر سکتا ہے، ممکن ہے کہ ڈراما کا ابتدائی خیال تقدیر سے پیدا ہوا ہو، بہر حال تقدیر کوئی اسلام کے ساتھ مخصوص نہیں۔

صرف ڈراما نویسی یقیناً مجموعۂ قبائح نہیں ہے، لیکن ڈراما کاری (؟) کا نمونہ یورپ اور ہندوستان میں ہر شخص کے سامنے ہے۔

گذشتہ خط میں اگر اعتدال سے زیادہ کوئی لفظ قلم سے نکل گیا ہو، تو عفو طلب ہوں یورپ کے مسلسل اکاذیب اور استہزاءات سے وہ برہمی تھی، آپ کی شخصیت سے کوئی تعلق نہ تھا۔ یقین جانیے کہ ہماری جماعت کا ہر شخص آپ سے خلوص برادرانہ رکھتا ہے[۵۶]۔ اکاڈمی[۵۷] کے قواعد آپ کو مل گئے ہوں گے، آپ اصلاح و ترمیم کر سکتے ہیں۔

سید سلیمان

۴ر جولائی ۱۵ء

---

۵۵ میں نے مئی ۱۵ء میں ایک سفر بمبئی کا کیا تھا۔ زیادہ تر ڈراما اور تھیٹر سے متعلق معلومات حاصل کرنے کو۔ عجب نہیں کہ یہ اشارہ اسی سفر سے متعلق ہو۔

۵۶ سید صاحب اس دور میں بھی میری دلدہی اور دلنوازی کا اہتمام قدم قدم پر رکھتے تھے۔

۵۷ یعنی شبلی اکیڈمی یا دار المصنفین۔

(۱۹)

جناب مکرم زاد مجدکم   السلام علیکم

علامۂ مرحوم مولانا شبلی نعمانی کی تاریخ وفات ۱۸ر نومبر ہے، مناسب خیال کیا گیا ہے کہ ۱۴ر نومبر ۱۹۱۵ء کو اتوار کے دن دار المصنفین کے افتتاح اور فاتحہ خوانی کی رسم ادا کی جائے جناب والا کو مرحوم سے جو تعلق ہے اُس کے لحاظ سے یہ درخواست بیجا نہ ہوگی کہ اس موقع پر آپ بھی تشریف لاکر ممنون فرمائیں۔

صبح کی ٹرین سے آپ آکر شریک ہو سکتے ہیں، اور شام کی ٹرین سے واپس جا سکتے ہیں۔

سید سلیمان ندوی

شبلی منزل۔ اعظم گڈھ

۹ر نومبر ۱۹۱۵ء

(۲۰)

۱۴ر نومبر ۱۹۱۵ء

جناب من زاد فضلکم   السلام علیکم

گذشتہ خط میں مولانا مرحوم کی برسی اور رسم افتتاح دار المصنفین کی تاریخ سے متعلق جو آپ کو اطلاع دی گئی تھی، اُس میں بعض ارکان کی ترمیم کے مطابق یہ قرار دیا گیا کہ رسم فاتحہ خوانی عین تاریخ وفات یعنی ۱۸ر نومبر ۱۵ء کو ادا کی جائے اور افتتاح کی رسم کسی دوسری تعطیل کے موقع کے لئے اُٹھا رکھی جائے۔

والسلام

سید سلیمان ندوی

شبلی منزل، اعظم گڈھ

(۲۱)

شبلی منزل۔ اعظم گڈھ

۱۷ر نومبر ۱۵ء

مکرمی زاد لطفہٗ

والا نامہ جو پونا کے پتہ سے آپ نے لکھا تھا، وہ پونہ بہار، دلیسنہ، اعظم گڈھ سے گھومتا ہوا مجھے ملا، ہاں PERSECUTION کے لئے اضطہاد آجکل بولتے ہیں، اس کے لغوی معنی دباؤ کے ہیں، اُردو میں کوئی ایک لفظ تو ملنا محال ہے، ترکیبی لفظ سے ادا کرنا شاید ضروری ہوگا، لفظ دینی یا مذہبی کو آمیز کیجئے۔[۵۸]

آجکل جناب کس شغل میں ہیں، پہلے خط کا جواب نہ ملا۔ البلاغ دیکھا ہوگا، اب تو پہلے سے بھی رنگ زیادہ شوخ ہوگیا ہے۔ علامۂ مرحوم کے بعد مشرقی علوم میں اب وہ کس کا ڈر کرتے ہیں۔[۵۹]

سید سلیمان

(۲۲)

دارالمصنفین اعظم گڈھ

مجی زاد لطفہٗ

جی ہاں مولانائے مرحوم کی وفات کو پورا ایک سال گذر گیا، اور کچھ نہ ہوا۔ سیرت رعد[۶۰] کو دی کہ بجلی بن کر کام کریں، لیکن وہ پتھر ثابت ہوئے۔ عُذرات خیر متناہیہ

۵۸؎ میں انجمن ترقی اردو کے لئے لیکی کی کتاب HISTORY OF EUROPEAN MORALS (تاریخ اخلاق یورپ) کا ترجمہ کر رہا تھا۔ اُس میں بھی یہ لفظ بار بار آرہا تھا۔ بالآخر میں نے اس کا ترجمہ "غلامی" سے کیا۔

۵۹؎ تعریض صاحب الہلال والبلاغ پر ہے۔ "علامۂ مرحوم" سے مراد علامۂ شبلی مرحوم ہیں۔

۶۰؎ منشی رحمت اللہ رعد، مالک نامی پریس کانپور ـــ سید صاحب رعایت لفظی و مراعات النظیر کے بھی ماہر تھے۔ نجی مجلسوں میں اس کا ظہور کثرت سے ہوتا رہتا۔

ہر مہینہ ایک شاہی الحمد کارڈ پر پہنچ جاتے ہیں، تنگ آ گیا ہوں۔

شاہی پریس میں ارض القرآن اور مکاتیب[1] ہیں، اُن کا بھی وہی حال ہے، معارف کے لیے پھر اُبال اُٹھا ہے درخواست دی جا رہی ہے، لیکن پریس کے مشکلات سے ابھی سے دل کانپ رہا ہے۔

اخلاق یورپ[2] دیکھنے کے لائق ہو گی، آپ کی محنت پر مجھے رشک آتا ہے، لیکن کیا کیجئے کہ ع این سعادت......

مولوی عبدالحق کی دعوت نے کہاں تک آپ کو مشتعل کیا۔

کیا پونہ کا ارادہ[3] ہے، میں تو کچھ پر تول رہا ہوں۔ والسلام

سید سلیمان ۲۳ نومبر ۱۵ء

(۲۳)

شبلی منزل اعظم گڈھ

مکرمی!

آپ نے گیٹے کا ڈراما محمد دیکھا ہے؟ میں نے گیٹے کی لائف میں اُس کے ابواب کا خلاصہ پڑھا ہے۔ ابتدا یہ ہے کہ محمد ایک تاریک شب میں ریگستانی خیمہ سے باہر آتے ہیں، کائنات فلکی کی طرف نگاہ کرتے ہیں، متحیر ہو کر دل سے پوچھتے ہیں، خدا کون ہے، کیا یہ ستارے؟ نہیں، چاند، نہیں، آفتاب، نہیں۔ غرض قرآن میں حضرت ابراہیم کی جو تصویر ہے، وہ آنحضرتؐ کے ڈراما نویس کے قلم نے کی ہے، خاتمہ حضرت علی رضؓ کے ایک ترانہ

۱ے یعنی مکاتیب شبلی، شاہی پریس لکھنؤ میں تھا۔

۲ے لیکی (LECKY) کی انگریزی کتاب تاریخ اخلاق یورپ قدیم کا ترجمہ میں ۲ جلدوں میں انجمن ترقی اردو کے لئے کر رہا تھا۔

۳ے غالباً اورینٹل کانفرنس میں شرکت کے لیے۔

پر ہوتا ہے[۶۴]۔

نفسیات القرآن بشوق لکھئے، لیکن داد دینے کے لئے، نہ عیب جوئی کے لئے۔ قرآن میں نفسیات کا گر جو ہے وہ شاید وہی ہو جس کو آپ تحریک نفس انسانی بذریعہ خطابیات و دعوت متلذذات کہیں گے۔ بہرحال اگر آپ اسلام کی حمایت کا اس سے کام لیں گے تو خدا را جلد لکھئے، اور اگر کچھ اور نیت ہے تو اس اُمتِ مرحومہ پر للہ رحم فرمائیے، جو خود ہی مر رہا ہو اُسکو الخ[۶۵]

یوسفؑ کا قصہ آپ قرآن سے لے کر کیوں لکھیں، توراۃ سے لکھئے کہ دو اور قومیں بھی آپ کی ممنون ہوں[۶۶]۔

پریس کا معاملہ مسئلہ لاینحل ہے۔

سُنا ہے کہ آپ نے ترقی اُردو کی شاخ لکھنؤ میں قائم کی ہے[۶۷]، میں تو اس دربار کے لائق ہی نہیں ہوں، ورنہ میں بھی شمار میں داخل ہوتا۔

پٹنہ کا راستہ لکھنؤ سے نہیں، مغلسرائے سے ہوگا۔ والسلام

سید سلیمان ۲ر دسمبر ۱۵ء

۶۴ـــہ عربی ترجموں کے واسطے سے سید صاحب کی نظر یورپین لٹریچر پر بھی خاصی رہتی تھی۔ سید صاحب مُلّائے محض کبھی بھی نہیں رہے۔

۶۵ـــہ میرے زیر نظر اُس وقت نفسیات القرآن (سائیکالوجی آف دی قرآن) کی تصنیف تھی، جو یقیناً اُس وقت کی ملحدانہ ذہنیت کے ساتھ لکھی جاتی۔ سید صاحب کس حکیمانہ و موثر انداز سے مجھے اس بیہودگی سے روکنا چاہتے تھے۔

۶۶ـــہ ایک اُمنگ اُس وقت یہ بھی سوار ہوئی تھی، کہ قصہ حضرت یوسفؑ کو بطور ڈراما، قرآن سے لے کر لکھوں

۶۷ـــہ مولوی عبدالحق صاحب خود اس غرض کے لئے، سید ہاشمی فرید آبادی کو لے کر لکھنؤ آئے تھے، اور میرا ان نظر مولوی اسحٰق علی علوی کاکوروی عرف ظفر الملک کے ہاں ٹھہرے تھے۔

شبلی منزل۔ اعظم گڈھ

مکرمی تسلیم

آپ کا کل کا کارڈ تو مجھکو نہیں ملا ۱۰ ردسمبر کا کارڈ البتہ وارد ہوا اور ممنون کیا۔
اگر اس میں کوئی ضروری بات ہو تو پھر لکھئے۔ میرا جوابی کارڈ شاید آپ کو پہنچا ہو۔

ہاں وہ اجزائے مطلوبہ موجود ہیں[۴ھ]، مجھے ان صفحات کی بے شبہ ضرورت ہوگی۔ اگر آپ کچھ دن صبر کر سکتے ہوں تو میں اس کی نقل لے لوں، آپ کی کتاب تو خدا جانے کب پردہ طباع سے کب باہر آئے۔ اور مضامینِ حقوقِ نسواں سے بے نیازی نہیں ہو سکتی۔
اگر آپ خود نقل لے کر بھیج سکتے ہوں تو اصل ہی بھیج دی جائے۔

انجمن ترقی اردو[۵ھ] میں کیا امسال آپ کی شرکت نہ ہوگی۔

کلکتہ والے بزرگ[۶ھ] سب کچھ میرے سپرد کرتے ہیں! والسلام

سید سلیمان ۱۱ردسمبر ۱۵ء

(۲۵)

دار المصنفین۔ اعظم گڈھ

۳رفروری ۱۹۱۶ء

محب مکرم زاد لطفہٗ

تسلسل خیال میں کسی جدید خیال کے پیدا ہونے سے، پہلا خیال چھوٹ نہ جانا

۴ھ عجب نہیں کہ اشارہ "مِل" کی سبجکشن آف وومن (محکومیتِ نسواں) کے مسودہ کی طرف ہو جس کے کچھ حصہ کا ترجمہ میں نے سیرۃ النبی کے لئے کر کے اُسے مولانا شبلی مرحوم کی خدمت میں پیش کر دیا تھا۔

۵ھ یعنی اس کے سالانہ اجلاس میں۔

۶ھ یعنی مولانا ابوالکلام۔ اب غالباً مولانا نے البلاغ وغیرہ کا سارا کاروبار سید صاحب کو سپرد کر دینے کو کہا تھا۔

چاہیئے، آپ نفسیات القرآن لکھیئے، معارف نکلے تو وہ الٰہیات القرآن کا متحمل[۱] ہوگا۔ ڈکلیریشن دے چکا۔ کریچین ورلڈ نے جس فلسفۂ اجتماع کو اس ناگواری سے دیکھا[۲] آپ سمجھتے ہیں، اسلامک ورلڈ اس کو کس نظر سے دیکھتا ہے، اس سے آپ کو اسلام کی فراخ دلی کا امتحان ہوگا۔

الٰہیات القرآن میں آپ کو جو اشتباہ پیش آیا ہے، وہ وہی مسئلہ قدر و قضا کا مغالطہ عامۃ الورود ہے۔ بہرحال جس اُدھیڑ بُن میں آپ نے ایک شب بسر کی دُنیا ویسی لاکھوں شب بسر کر چکی ہے، خدا کے دو نظریئے فرقِ اسلام میں مشترک ہیں، فرقہ تنزیہیہ جس کے سرگروہ معتزلہ اور شیعہ ہیں، فرقہ اطلاقیہ جس کے رئیس الطائفہ اشاعرہ اور عام اہل سنت ہیں، فرقِ اولیٰ خدا کی تنزیہہ عن الشر اور تقدیس عن جمیع احتمالات ولوازم عیوب کے قائل ہیں، اور اس تنزیہہ و تقدیس میں خدا کے مقید الاختیار لازم آنے کی کوئی پروا نہیں کرتے، فرقہ ثانیہ خدا کے اطلاق قدرت و وسعت اختیار کے اس قدر معترف ہیں کہ مُشتبہ اور مبہم طور سے کسی شر و عیب کے ساتھ (جو انسانی محاورات و علم کے لحاظ سے شر و عیب ہو) ملوث ہو جانے کی کوئی تمیز نہیں کرتے۔ اسے فلسفۂ ارسطو سے کوئی تعلق نہیں[۳]۔

---

[۱] سید صاحب اپنے حکیمانہ و بلیغ انداز میں مجھے ترغیب دے رہے ہیں کہ قرآن مجید کی "نفسیات" کے بجائے اس کے "الٰہیات" پر لکھوں۔

[۲] میں نے فلسفۂ اجتماع کا ملخص انگریزی ایڈیشن لندن میں سائیکالوجی آف لیڈرشپ کے نام سے چھپوایا تھا۔ اس کا مختصر ریویو صرف ایک سچی نقشہ دار "کریچین ورلڈ" میں نکلا تھا۔ باقی لندنی پرچوں نے تھوڑی بہت داد دی تھی۔

[۳] میں نے اس وقت ارسطو کی بعض چیزیں پڑھ کر خیال یہ قائم کیا تھا کہ اُس کی تقلید میں خدا کو مانا تو جائے لیکن مطلق الاختیار نہیں، بلکہ محدود الاختیار۔ تو توحید پر جو اعتراضات ثنویت وغیرہ کی طرف سے ہوتے رہتے ہیں، اُن سے نجات مل سکتی ہے۔ اور اپنے نزدیک مذہب کی ہمدردی میں نیا نکتہ پیدا کر کے اُسے سید صاحب کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ سید صاحب نے تبصرہ اسی محدانہ خام خیالی پر کیا ہے۔

ڈاکٹر ضیاء الدین[۴۹] ہماری ہمدردی و اعانت کو طیار ہیں، ولی محمد[۵۰] صاحب کو خط لکھتا ہوں۔

والسلام

سید سلیمان

(۲۶)

دارالمصنفین۔ اعظم گڈھ

۵ر فروری ۱۹۱۶ء

مجبی زادلک اللہ لطفاً

فلسفۂ اجتماع کے لئے شکریہ، ابھی بالاستیعاب مطالعہ نہ کر سکا، کتاب جلد بند کو دیدی گئی ہے۔ باپ کی محبت بھری آنکھوں میں اس کے تمام بیٹے یکساں نظر آتے ہیں، تاہم اس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ فطرت کی فیاضی ہر ایک کے ساتھ یکساں نہیں ہوتی، آپکے فرزندان طبع میں سے منجھلا بڑے سے زیادہ مجھے عاقل اور ہوشیار نظر آتا ہے۔ روانی عبارت، تسلسل بیان، کثرت مواد، ہر حیثیت سے فلسفۂ جذبات سے بہتر ہے[۵۱]۔

جس تصنیف کے لئے میں نے عرض کیا تھا، کیا وہ غیر ضروری ہے[۵۲]، بہتر تھا اگر آپ دارالمصنفین کی طرف سے اس کو شروع کرتے اور وہ اس کے لئے ہر طرح کی خدمت کو طیار ہے۔

---

۴۹ ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد، علی گڈھ کے مشہور وائس چانسلر، اُس وقت علیگڈھ میں پروفیسر تے۔

۵۰ ڈاکٹر ولی محمد پنجابی۔ بعد کو لکھنؤ یونیورسٹی میں وائس چانسلر بھی کچھ روز کے لئے رہے تھے۔ اُس وقت علیگڈھ میں فزکس (طبیعات) کے اُستاد تھے۔

۵۱ یہ سب سید صاحب نے بطور ہمت افزائی لکھ دیا تھا۔ ورنہ کتاب تو بعد کو خود مجھے اس درجہ ناپسند ہوئی، کہ میں نے اُسے اپنی فہرست تصانیف ہی سے خارج کر دیا۔

۵۲ اب خیال نہیں پڑتا کہ فرمائش کس کتاب کی، اور کس موضوع پر تھی۔ یقیناً موضوع کا تعلق فلسفہ ہی ہوگا۔

آپ کا نام دار المصنفین کے ارکان انتظامی میں داخل ہے، لیکن آپ کی باضابطہ منظوری کی کوئی تحریری اطلاع یہاں موجود نہیں ہے، اس اطلاع کے ساتھ فلسفۂ انقلاب الامم مولوی عبد السلام، ارض القرآن خاکسار، اور مکاتیب شبلی کے طبع کی رسمی منظوری بھی بھیج دیجئے۔

لیٹر پیپر اور وزٹنگ کارڈ چھپ کر آگئے۔

مولوی کرامت حسین صاحب[*] کا عربی رسالہ صرف مبحث علم پر مشتمل ہے، امور عامہ کے تمام مسائل نہیں ہیں، ایک سلسلہ حکمت جدیدہ (سائنس سیریز) بھی ہوتا تو خوب تھا، کس کو پکڑوں؟

سید سلیمان

(۲۷)

دار المصنفین۔ اعظم گڈھ
۱۷ر فروری ۱۹۱۶ء

جناب من۔ تسلیم

دار المصنفین کی مجلس اساسی نے آپ کو مجلس انتظامی کا ممبر منتخب کیا ہے۔

از راہ عنایت اپنی منظوری سے مطلع فرمائیں۔

(۲۸)

دار المصنفین۔ اعظم گڈھ
۲۳ر فروری ۱۹۱۶ء

مکرمی زاد لطفہ

آپ جڑ سے پہلے شاخ کیوں لیتے ہیں؟ فلاسفی سے اگر دلچسپی ہو تو لکھ دیجئے۔ فلسفہ کی تعریف، فلسفہ کے اقسام، جدید فلسفہ کی مختصر تاریخ، مصنفین کبار کا مختصر بیان،

---

[*] جسٹس سید کرامت حسین (الہ آباد ہائی کورٹ) عربی میں تصنیف و تالیف پر بے تکلف قادر، اور عربی لغت و قدیم معقولات کے ماہر تھے۔ میں نے ان کا کوئی عربی رسالہ ترجمہ و تلخیص کے لیے سید صاحب کے سامنے پیش کیا ہوگا۔

اقسام فلسفہ کی تشریح اور مسائل کا خلاصہ، مباحث متعلقہ فلسفہ کی فہرست، اور اُن کی توضیح واستدلال اس طرح لکھئے گویا فلسفہ پر آپ ایک جامع ومتین کتاب لکھ رہے ہیں، جو کسی یونیورسٹی میں داخل ہونے والی ہے[19]۔

پریس کی درخواست آج دی گئی ہے، کلکٹر صاحب سے مل کر پہلے کچھ طے کر لیا گیا ہے۔

معاملات کے لحاظ سے ترقی اُردو ودار المصنفین کو ایک ہی سمجھئے، کیا کہیں آپ یہاں قیام نہیں کر سکتے ورنہ[20]......

سید سلیمان

(۲۹)

شبلی منزل۔ اعظم گڈھ

۱۰ مئی ۱۹۱۶ء

محب مکرم زاد لطفہٗ

تعزیت نامہ پہنچا[21]، مشکور فرمایا، کیا کہوں میری نہ سالہ ازدواجی زندگی کا وہی حاصل تھا۔

اب تو آپ بھی اس کوچہ میں آئے ہیں[22]، سلسلۂ مصائب کی ابتدا ہے۔

ممکن ہے کہ میں حاضر ہو سکوں[23]، لیکن اس دل افسردگی میں کیا مایۂ انبساط پیش کر سکتا ہوں۔

۱۹؎ میں نے فلسفہ ہی کے کسی شعبہ سے متعلق کسی تصنیف کا خیال ظاہر کیا ہوگا، اس پر سید صاحب کا یہ ہدایت نامہ پہنچا۔

۲۰؎ میرا اس وقت تک کوئی مستقل ذریعۂ معاش نہ تھا۔ انجمن ترقی اُردو سے ترجمہ وتالیف کے کام پر کچھ معاوضہ مل جاتا تھا، سید صاحب ازراہِ حسن ظن مجھے معقول معاوضہ دے کر بیٹر قیام دار المصنفین میں رکھنا چاہتے تھے۔

۲۱؎ سید صاحب کی غالباً کسی صاحبزادی کے انتقال پر

۲۲؎ میری شادی طے ہو چکی تھی۔ بس صبح شام میں ہونے والی تھی۔

۲۳؎ میرے عقد کی تقریب میں۔

مکاتیب شبلی چھپ گئی۔

مولوی عبدالباری صاحب[٨٤] کہاں ہیں؟

والسلام

سید سلیمان

(۳۰)

محب مکرم! زاد لطفہ

ہاں میں گم تھا لیکن اسی زمین پر تھا، لیکن آپ تو نظروں سے اوجھل ہو کر بہشت زار[٨٥] میں تھے۔ ایک خط خاتون منزل[٨٦] کے پتہ سے لکھا تھا نہ واپس آیا، نہ جواب ملا۔ مولوی عبدالباری کا ایک طویل خط آیا ہے کہ آخر مسٹر عبدالماجد ہاتھ سے جاتے رہے۔ لیکن انھیں

---

٨٤ مولوی عبدالباری صاحب ندوی، سن میں مجھ سے بڑے اور سید صاحب سے چھوٹے، ہم دونوں کے پرانے رفیق و مخلص تھے۔

٨٥ ۲۰ رجون کو میرا عقد میری دلپسند جگہ ہوا، سید صاحب نے بھی اس میں شرکت فرمائی اور اس کے چار ہی ہفتہ بعد سلسلۂ ملازمت میں پہلی بار منسلک ہو کر علیگڈھ چلا گیا۔ میری انگریزی کتاب، لندن کی چھپی ہوئی "سایکالوجی آف لیڈرشپ" جو اخیر ۱۹۱۵ء میں نکلی تھی، علیگڈھ کے صاحبزادہ آفتاب احمد خاں کی نظر سے بھی گزری، اور انھیں اس درجہ پسند آئی، کہ انھوں نے مجھے اپنی ماتحتی میں کانفرنس میں بلا لیا۔ عہدہ کا نام لٹریری اسسٹنٹ قرار پایا۔ تنخواہ ماہوار ۱۲۵ علاوہ ۲۵ کرایہ کے سرکاری مکان کے (۱۹۱۶ء کے ۲۰۰ دو سو آج کے آٹھ نو سو سے کم نہ تھے) کام کانفرنس میگزین کی ایڈیٹری، اور متفرق تصنیف و تالیف ــــــ سید صاحب کا خط کئی ہفتہ سے نہیں ملا تھا، میں نے ابتدا کر کے اپنی سرگزشت لکھی، اور مجبوریت کے ساتھ یہ بھی لکھا کہ، آپ لوگ بدگمان نہ ہوں، بہ ظاہر آپ سے الگ ہو گیا ہوں، لیکن دل برابر آپ ہی لوگوں کے ساتھ ہے ؎

کعبہ میں جا رہا ہوں تو نہ دو طعنہ، کیا کہیں　　بھولا ہوں حق صحبت اہل کنشت کو!

سید صاحب کا یہ خط اسی کے جواب میں ہے۔

٨٦ لکھنؤ میں میری مستقل قیام گاہ کا نام۔ قریب قبر اموں بھانجے، محلہ حافظ فقیر محمد خاں۔

کیونکر سمجھاؤں کہ اس غریب مجلس کے خس پوش عالی شان[1] نہیں، بہرحال اس نئی خدمت پر جو آئندہ کے لئے زینہ ہے مبارکباد دیتا ہوں۔

"اہل کنشت" "اہل کعبہ" کی قسمت پر رشک کرتے ہیں، آخر جنت علمی کا بہترین حوری نژاد انھیں کے حصہ میں آیا۔[2]

کانفرنس میگزین کیا محض تعلیمات تک محدود رہے گا، اس سے تو امید ہے کہ شاید آپ کے ابر کرم کے ترشحات ان دور افتادہ کھیتوں پر کبھی برسا کریں گے۔

یاد ہوگا کہ مولانائے مرحوم نے معارف کے اڈیٹروں میں آپ کا نام بھی داخل کیا تھا اور آپ نے مہربانی سے قبول فرمایا تھا اس کے بعد مجھ سے جب زبانی یا تحریری گفتگو آئی آپ نے اپنے وعدہ کی تجدید کی کہ آپ اپنے فاضلانہ مضامین سے معارف کو محروم نہ رکھیں گے۔ بمشکل فلسفیانہ مضامین کی قلت اور قحط کی ہے، یہ پایہ آپ تھامیئے، میرے بس کا نہیں، بہر زیادہ نہیں دو تین مہینہ میں آٹھ دس صفحہ کا مضمون بقدر صفحات آئندہ چاہتا ہوں، پہلا نمبر وزن دار ہونا چاہئے۔ اواخر جولائی تک رسالہ شایع ہوگا، اس لئے ازراہ عنایت اگر کوئی طیار چیز ہو تو عنایت فرمایئے۔

مولوی کرامت حسین صاحب نے ترجمۂ علوم جدیدہ کی اسکیم کے متعلق علوم کی ایک فہرست بھیجی ہے کہ ان پر مسلسل اور مرتب کتابیں لکھوائی جائیں۔ اسکیم رسالہ میں چھپے گی۔ اپنی رائے سے مطلع فرمایئے گا، نیز یہ کہ ان میں آپ کس عنوان کو پسند کرتے ہیں؟

"فروغ امجد"[3] بے معنی تاریخ ہے۔ معارف میں اکبر پر ایک صاحب نے ریویو لکھا ہے۔

---

[1] سید صاحب فرمانا یہ چاہتے ہیں کہ غریب دار المصنفین کوئی معقول معاوضہ کہاں سے دے سکتا تھا، علیگڈھ والوں نے انھیں اُچک لیا۔

[2] سید صاحب کی اس قسم کی عزت افزائیوں سے آج بھی پانی پانی ہوا جاتا ہوں۔

[3] عقد کا یہ مادہ تاریخ حضرت اکبر الٰہ آبادی نے لکھ کر بھیجا تھا

رباعیاں حسب ذیل ہیں[٩٠]:-

لایا ہے پیام یہ خوشی کا قاصد
نوشاہ بنے ہیں آج عبدالماجد
وہ روزِ سعید کبھی خدا لائے جلد
بن جائیں گے جب کسی کے والد ماجد

گر وحدتِ حق کا کلمہ گو ہوتا ہے
معلوم ہو ہر بشر کو جو ہوتا ہے
بندہ ہو خدا کے مثل، ناممکن ہے
وہ ایک ہے جب تو ہم کو دو ہوتا ہے

منکر ہو نہ کوئی اپنی ہمتائی کا
یہ کام کبھی نہیں ہے دانائی کا
اللہ نے اب غرور اُن کا توڑا
دعویٰ تھا مرے دوست کو یکتائی کا

سید سلیمان ۰ر جولائی ١٦ء

(٣١)

کرمی زاد لطفہٗ

آپ سلطان جہاں منزل میں رہتے ہیں، لیکن تعجب ہے کہ سلطان جہاں بغیر[٩١]! دو چار روز انتظار کیا کہ شاید آپ دو چار روز میں یقیناً نہیں، بلکہ توقعاً کوئی مضمون بھیج سکیں نہ بھیجا تو معلوم ہوا کہ ایک مہینہ کے لئے معاملہ اور ٹل گیا۔ آپ کی صحت بے شبہ روبہ ترقی نہیں، طبّی مشوروں کی تعمیل خدا کرے کہ آپ کر سکیں، لیکن روزانہ عادات میں کمی ہوتے ابتک میں نے دیکھا نہیں۔ میری آنکھ کمزور ہوتی جاتی ہے، تاہم وہ غریب کم از کم بارہ گھنٹے روزانہ مصروفِ پیکار رہتی ہے۔

---

٩٠ سید صاحب کی طبع زاد یہ تینوں رباعیاں میرے عقد کے دن کہی گئی تھیں۔

٩١ سلطان جہاں منزل کانفرنس کی عمارت کا نام تھا، بیگم صاحبہ بھوپال کی یادگار میں۔ میں وہاں بغیر بیوی کے تنہا ہی گیا تھا۔ دوسری سلطان جہاں کی تلمیح یہی ہے۔

آپ لوگوں کے عدم توجہ کے سبب سے میں متنبہ کئے دیتا ہوں، اگر پرچہ بعض منقولی ہو کر رہ جائے تو میں مطعون نہیں۔ مولوی عبدالباری[۹۲] کو لکھا، سید حفیظ صاحب[۹۳] کو لکھا، مولوی کرامت حسین صاحب[۹۴] کو لکھا، ہر طرف سے جواب صاف ملا۔ مسٹر ظفر[۹۵] کا پتہ بتائیے تو انھیں تکلیف دی جائے، یا آپ انھیں لکھیں، معاوضہ کی صورت وہ پسند کرلیں تو خوب ہو۔

آپ کی کشمکش کا میں پورا اندازہ کرتا ہوں[۹۶]، کالج اب علمی زندگی کے لئے مطلق صالح نہیں، دارالمصنفین کے لئے صاحبزادہ صاحب کی بڑی کوشش رہی کہ وہیں قائم ہو، لیکن آنکھ رہتے کوئیں میں گرنا، کون قبول کرتا، وہ اور آب و ہوا تھی جس میں مولانا حالی اور شبلی پلے تھے۔

آفتاب احمد خاں میری کس ادا پر مرتے ہیں[۹۷]؟ مجھے ان سے تو کوئی طویل صحبت تک بھی نہیں رہی۔ مولانا کی لائف مختصراً آئندہ رسالہ میں ہو گی۔

یہ طے پایا ہے کہ علوم جدیدہ کی اشاعت کا دارالمصنفین کی طرف سے انتظام کیا جا رہا ہے،

---

۹۲ وہی مولوی عبدالباری ندوی، جو اس وقت فلسفۂ جدید کے عالم، اور برکلے کے مترجم تھے، اور اب مولانا شاہ عبدالباری خلیفۂ مجاز حضرت تھانویؒ ہیں۔

۹۳ ڈاکٹر محمد سید حفیظ۔ مغربی فن تعلیمات، اور ہندو فلسفہ وغیرہ ہم کے عالم۔ آخر میں الہ آباد یونیورسٹی میں اُردو کے استاد ہو گئے تھے۔

۹۴ ان پر حاشیہ قریب ہی میں گزر چکا ہے۔

۹۵ صاحبزادہ ظفر حسین خاں۔ ان پر حاشیہ شروع میں گزر چکا ہے۔ مغربی فلسفہ اور فن تعلیمات دونوں کے عالم۔

۹۶ علیگڈھ جا کر وہاں میں خوش و مطمئن نہ رہ سکا۔ اور چند ہفتوں کے بعد خرابیٔ صحت کو بہانہ بنا کر استعفاء دے کر چلا آیا۔ حالانکہ اب جو سوچتا ہوں، تو کوتاہیاں تمام تر اپنی ہی نظر آتی ہیں، اُس وقت خود بینی اس کی اجازت کہاں دیتی۔

۹۷ صاحبزادہ صاحب، سید صاحب سے بہت خوش تھے اور یہ الفاظ انھیں کے تھے۔ بھی میں نے سید صاحب کو لکھ بھیجے تھے۔

ترقی اُردو کی طرح یہ غلطی کرنے کو تو جی نہیں چاہتا کہ مختلف علوم پر غیر مرتب رسائل ہوں بلکہ مسلسل علوم پر ایک مرتب سلسلۂ تصنیفات ہو۔ مولوی کرامت حسین صاحب اور عبدالباری صاحب نے ایک سلسلہ بھیجا ہے۔ آپ بھی اپنے خیال کے مطابق کوئی ترتیب قائم کیجئے، لکھنے والے کہاں سے آئیں۔ آجکل کالج میں ڈاکٹر ضیاء الدین، ڈاکٹر ولی محمد، پروفیسر فیروزالدین وغیرہ نہوں گے، ورنہ مناسب یہ تھا کہ اس مسئلہ پر غور کرنے کے لئے وہیں ایک کمیٹی دارالمصنفین کی طرف سے طے پاتی، میں بھی تاریخ مقرر پر آجاتا، اور ایک سلسلہ طے ہو کر مختلف اشخاص اس کو تقسیم کر لیتے[۹۸]۔ اپنی رائے لکھئے۔

والسلام

سید سلیمان ۱۹ر جولائی ۱۹۱۶ء

(۳۲)

مجبی زاد لطفہ

کرمت نامہ مشتمل بر عجائب اُمور وارد ہوا۔ شاید میرا پچھلا خط جس میں علوم جدیدہ کے تراجم کی اسکیم درج تھی آپ کو نہیں ملا مجھے اس کا سخت انتظار تھا۔ دنیا میں کیا کیا انسان بستے ہیں اب تک ارباب علی گڈھ میری تیغ زبان سے محفوظ تھے، اور میں چاہتا ہوں کہ ان برائے نام بزرگوں کو دق نہ کیا جائے، مگر آخر آپ نے بھی ان کی حماقت تماشا کی[۹۹]۔

آفتاب احمد خاں کا فتوائے کفر "عبد و معبود" کی مساوات کے متعلق دیکھ کر بے اختیار قہقہۂ ناشناسی سے کرہ گونج اٹھا۔ آپ سمجھے نہیں اپنے موضوع عام یعنی مسئلہ "عبودیت

---

۹۸ سید صاحب دین کے ساتھ ساتھ علم کی خدمت کو بھی اپنا مستقل مطمح نظر اس وقت بنائے ہوئے تھے۔

۹۹ علیگڈھ سے میں بہت دل برداشتہ ہو کر وہاں سے ہٹنے کی فکر میں تھا۔ لیکن اب یہ بالکل ذہن میں نہیں کہ وہاں سے شکایتیں کیا تھیں جو میں نے سید صاحب کو لکھ ماری تھیں۔ اب تو مجھے سارا قصور اپنا ہی نظر آتا ہے۔

و نیابت الٰہی" کو وہ یہاں ڈھونڈھ رہے تھے۔[۱۰۰]

آپ کانفرنس تو یقیناً چھوڑیں، لیکن سواد لکھنؤ کے بجائے ایک دیہقانی زندگی کیوں نہ گوارہ کریں۔ ایک مختصر بنگلہ زنانہ مردانہ، ہمارے بنگلہ سے متصل خالی ہے، اور بغیر خلل و دخل وہی[۱۰۱] .... کی زندگی وہاں بسر کر سکتے ہیں۔

میر اکبر حسین صاحب کا ایک خط آیا ہے، جس میں آپ کی رباعیوں کی داد دی ہے،[۱۰۲] اور ہاں یاد رہے کہ یہ ۳۰ر جولائی کا خط ہے، اور معارف جس میں کلام اکبر پر ریویو تھا ۳۱ کو شائع ہوا ہے۔

مسٹر محمد علی کے نام اب معارف بھیجتا ہوں، اُن کا ریویو اگر اُردو میں ہو تو بھیج دیجئے میں چھاپوں گا۔[۱۰۳] کوئی قانونی گرفت تو نہیں، دریافت کر لیجئے گا۔

آپ گلہ کرتے ہیں کہ مذہبی رنگ تیز ہے، لیکن میں نے آپ کو اور مولوی عبدالباری کو پہلے ہی تنبیہ کر دی تھی کہ اگر مشرقیات کا جلوہ اس میں زیادہ روشن ہے تو یہ عاشقانِ مغربیات کا قصور ہے، اب بھی رحم فرمائیے۔[۱۰۴]

---

[۱۰۰] صاحبزادہ صاحب اپنے علم و بصیرت کے مطابق، دین کے بھی اچھے خاصے خادم تھے، "عبدیت و نیابت الٰہی" ان کا ایک مستقل موضوع تھا۔

[۱۰۱] یہ لفظ پڑھا نہ جا سکا — سید صاحب کس کس محبت و شفقت کے ساتھ میرے قیام اعظم گڈھ پر مُصر تھے۔ اب سوچتا ہوں تو ندامت سے کٹ کٹ جاتا ہوں۔ جس بنگلہ کا ذکر ہے، یہ احاطۂ دار المصنفین سے باہر مگر قریب ہی واقع تھا، اور ایک مختصر سے خاندان کے آسائش سے بسر کے قابل تھا۔

[۱۰۲] یعنی وہی رباعیاں جو سید صاحب نے میرے عقد کے سلسلہ میں کہی تھیں۔

[۱۰۳] مولانا محمد علی، اُس وقت کے "مسٹر" محمد علی، چھندواڑہ میں نظر بند تھے۔ میری "سائیکالوجی آف لیڈرشپ" پر انھوں نے مفصل ریویو انگریزی میں لکھ کر بھیجا تھا۔ اُس وقت تک اُن سے مراسلت کی زبان انگریزی ہی تھی۔

[۱۰۴] یعنی معارف کے لئے مضمون بھیجئے۔

مولوی عبدالسلام مضمون لکھ کر حسب عادت پشیمان ہیں کہ میں نے ابوالکلام کو کیوں چھیڑا اور علی گڈھ کو بیکار چیلنج دیا۔[١٠٥]

ظفر صاحب کے پتہ سے مطلع فرمائیے،

والسلام

سلیمان　　　۹ر اگست ۱۶ء

(۳۳)

محبی　　　زاد لطفہ

۲۳ر اگست کے بعد آج ۶ر ستمبر کو آپ کا والا نامہ ملا مسٹر محمد علی کی غزلیں تو مجھے نہیں ملیں۔[١٠٦]

مکاتیب کی ترتیب زمانی، سوانحی حیثیت سے بیشک مفید ہوتیں، لیکن اول تو بڑی دردسری کا کام تھا، دوم اُس وقت تک کامل ترتیب نہ ہوسکتی جب تک تمام خطوط ممکن الحصول میرے ہاتھ میں نہ آجاتے لطیفہ سُنئیے، ایک صاحب صحائف ابوالکلام کی ترتیب کی خدمت سپرد کرتے ہیں، کہ علاوہ فوائد مالی، دار المصنفین کی شہرت بھی ہے۔[١٠٧]

معارف کا دوسرا نمبر لکھنؤ کے پتہ سے گیا، نہ ملا ہو تو اب بھیجوں۔ آپ کا وعدہ اس ویران خانہ میں آنے کا کب وفا ہوگا۔ مولوی عبدالباری کی وساطت سے ہماری ایک عرضداشت آپ کی خدمت میں پہنچے گی۔[١٠٨]

---

[١٠٥] مولانا عبدالسلام کا کوئی اخباری مضمون اس قسم کا تھا تو ضرور۔ لیکن اب تفصیل ذہن میں مطلق نہیں۔

[١٠٦] میں اخیر اگست میں علیگڈھ سے مستعفی ہوکر لکھنؤ واپس آگیا تھا۔ مسٹر "محمد علی جوہر نے اپنی متعدد غزلیں میری فرمائش پر مجھے بھیج دی تھیں۔ اور وہی میں نے معارف کی نذر کردی تھیں۔

[١٠٧] سید صاحب کے اُس وقت کے تعلقات کی جو نوعیت مولانا ابوالکلام کے ساتھ تھی، اس کے لحاظ سے یہ فرمائش ایک عجیب ستم ظریفی تھی۔

[١٠٨] یہ درخواست دار المصنفین کے لئے تالیف و تصنیف کی بہ معاوضہ کلی پیشکش تھی۔

آپ کے آثار قدیمہ میں سے جو ہمارے پاس بواسطۂ سیرت تھے ایک مضمون "فلسفۂ تشکیک مذہب کے موافق ہے یا مخالف" تیسرے نمبر میں دیتا ہوں۔[۱۰] ظفر صاحب نے فن مطالعہ پر ایک مضمون بھیجنے کا وعدہ فرمایا مگر اب تک پورا نہ ہوا۔

مکاتیب آپ کے نام جاتی ہے، پتہ نہ معلوم ہونے سے اب تک مرسل نہ ہو سکی۔

سید سلیمان ۶ ستمبر ۱۶ء

(۳۴)

مجبی زاد لطفہ،

خط کو ایک لطیفہ سے شروع کرتا ہوں، ظفر صاحب کو معارف کی تمام یوسف زلیخا میں آپ جانتے ہیں کیا پسند آیا، لکھتے ہیں، "آپ نے اس فقرہ میں کیا زور بلاغت دکھایا ہے"

"عجب نہیں کہ شمع بزم اور چراغ خانہ کی تشبیہ سُن کر بے پردگی کے حامی اور تمدن جدید کے شیدائی چراغ پا ہو جائیں"[۱۱]

اُن کا ایک مضمون فنِ مطالعہ پر، ہماری خوش طالعی سے آگیا ہے، زیر مطالعہ ہے۔

مرسلہ غزلیں احباب نے بے حد پسند کیں،[۱۲] دریافت کریئے اگر قانونی اعتراض نہ ہو تو اشاعت کردی جائے۔ "زود پشیماں" کے مصنف کو میں نے بہت جلد پہچان لیا۔[۱۳] اتنے اشخاص ہیں جن کی

۱۰؎ "سیرۃ النبی" جلد اول کے لئے میں نے انگریزی سے اخذ و ترجمہ کر کے متعدد مضمون وقف سیرۃ کر دیئے تھے انھیں میں ایک مضمون یہ بھی تھا۔ حالانکہ اب نظر آتا ہے کہ سیرت نبوی سے اس مضمون کا کوئی تعلق ہی نہ تھا۔

۱۱؎ سید صاحب نے جو تبصرہ کلام اکبر پر معارف میں کیا تھا، یہ فقرہ اُس میں آیا تھا، ظفر صاحب سے مُراد وہی ظفر حسن خاں صاحب ہیں۔

۱۲؎ وہی میری بھیجی ہوئی مسٹر محمد علی جوہر کی غزلیں، جن کے شاعرانہ جوہر پہلی بار اب کھلے تھے۔

۱۳؎ ۱۹۱۶ء میں ۲۴ سال کے سن میں میں نے ایک ڈراما بڑی پرداری میں "زود پشیماں" کے نام سے لکھا تھا۔ اپنا نام دیتے ہوئے اس میں شرم آتی تھی، اس لئے محض 'ناظر' کے تخلص سے اُسے شائع کیا تھا، خر گمیت اور آزاد خیالی کے باوجود اتنی مشرقیت اس وقت بھی مزاج میں تھی کہ کوئی ناول یا ڈرامے کو اپنی جانب منسوب کرتے، فخر نہیں شرم ہی محسوس ہوتی تھی۔

تحریر کی ایک ایک سطر میں پہچانتا ہوں۔ شبلی، نذیر احمد، ابوالکلام، عمادی، ماجد۔ شاید آپ بھی یہی الزام مجھ پر قائم کریں۔ میں آپ کی اس ادبی کامیابی پر صمیم قلب سے مبارکباد دیتا ہوں۔ اگر قلت ضخامت وصفحات کوئی عیب نہ ہو تو میں کہہ سکتا ہوں کہ اس سے بہتر کوئی ڈراما علم اور فن کی حیثیت سے ہماری زبان میں نہیں لکھا گیا۔ غزلیں بھی نہایت ......[۱۱۳] سنجیدہ ورواں ہیں[۱۱۴]۔ خیالات غالب وعرفی سے ٹکراتے ہیں، کہیں کہیں نظرثانی اور حل تعقید کی ضرورت ہے۔ آپ کی آثار صفت وذات کن کن بیماروں کو شفا دے گی، آپ کو چاہیئے کہ اپنے بیماروں کے حلقہ پر ایک تنقیدی نظر ڈالئے، جو سب سے زیادہ قابل رحم بیمار نظر آئے اپنے کو اس کے حوالہ کر دیجئے[۱۱۵]۔

"قابلِ رحم بیمار"[۱۱۶] سلیمان

(۳۵)

مجبی زاد مجدک السامی

وی۔ پی مسٹر مسعود الزماں[۱۱۷] کے نام جا چکا، اور وصول ہو کر واپس بھی آگیا۔ پتہ بدل دیا جائے گا۔ کیوں نہ ہو کہ اب تو ترقی اردو کے لئے ماجد بیگم کا نام بھی نظر آتا ہے[۱۱۸]۔

"ہمدم" میں آپ کا مضمون دیکھا۔ "البشیر" نہیں آتا، اس لئے نہ معلوم ہو سکا کہ ہم پر کیا عنایت ہوئی ہے، اگر مل سکے تو عنایت فرمائیے یا عبارت مخصوصہ کی نقل مرحمت کیجئے،

---

۱۱۳ یہ لفظ پڑھا نہ جا سکا۔

۱۱۴ اس ڈرامے میں غزلیں بھی میری لکھی ہوئی تھیں۔ بالکل بچکانہ۔ اب انہیں اپنی طرف منسوب کرتے بھی شرم آتی ہے۔

۱۱۵ و ۱۱۶ استغفر اللہ! کس بلا کا حسنِ ظن سید صاحب کو اس ہیچمداں کے ساتھ تھا۔

۱۱۷ بیرسٹر بارہ بنکی، خان بہادر اور وائس پریزیڈنٹ یو۔ پی لیجسلیٹو کونسل، میری اہلیہ کے بھائی تھے۔ معارف کے خریدار ہو گئے تھے۔

۱۱۸ شادی نئی نئی ہوئی تھی۔ انجمن ترقی اردو کا ممبر بیوی کو بھی بنا دیا تھا۔

ورنہ میری "قوت" کا اندازہ نہ ہو سکے گا۔[۱۱۹]

ممبروں کے پیدا کرنے کی واقعاً سخت ضرورت ہے، بغیر اس کے غیر دلچسپ لیکن مفید کتابیں اشاعت نہیں پا سکتیں۔ تیسرے نمبر میں دار المصنفین کا خواب دکھلایا ہے، آپ بھی یہ خواب کاش دیکھتے۔

نفسیات القرآن کی "نفسِ" صبحدم یہاں بھی پہنچ جائے گی؟

میر صاحب[۱۲۰] کے مزاج سے واقف ہوں، آپ کی شادی والی رباعی پر بڑی داد دی ہے۔

علی الدین حسن صاحب کا پتہ کیا ہے[۱۲۱]؟

سید سلیمان ۳۰ر اکتوبر ۱۶ء

(۳۶)

مکرمی۔ السلام علیک

آپ کے والا نامہ کے جواب میں، میں خود حاضر ہوتا ہوں۔

طب جدید کی عربی میں چند کتابیں میرے پاس موجود ہیں۔ مصر کی ڈاک تو بآسانی نہیں آتی۔ بمبئی کے کتبخانہ میں شاید کچھ کتابیں مل سکیں[۱۲۲]، جو فہرست اس کتب خانہ کی میرے پاس ہے اس میں طب عمومی پر کوئی کتاب نہیں ملی مخصوص امراض وحفظِ صحت وغیرہ پر کتابیں ملیں جو شاید غیر ضروری ہوں۔

---

۱۱۹ لکھنؤ، بلکہ سارے صوبہ کا اس وقت سب سے بڑا اردو روزنامہ۔ ایڈیٹر سید جالب دہلوی۔ البشیر (اٹاوہ) نے سخت اعتراضات انجمن ترقی اردو اور دار المصنفین پر کئے تھے ہمدم نے پرزور حمایت انجمن کی کی۔ اور دار المصنفین کے لئے لکھ دیا کہ "مولانا سید سلیمان دفاع کی پوری قوت رکھتے ہیں"۔

۱۲۰ یعنی میر اکبر حسین اکبر الہ آبادی

۱۲۱ میرے ایک سسرالی بزرگ عزیز۔ انھیں معارف کا خریدار میں نے بنایا ہوگا۔

۱۲۲ کیا عجب کہ بمبئی کے شرف الدین الکتبی کا تجارتی کتبخانہ مراد ہو۔

جدید لغت طبی مع وضع اصطلاحات، عربی میں موجود ہے مگر یہاں نہ مل سکے، المنار میں ڈاکٹر توفیق نے ایک سلسلہ شروع کیا تھا۔ کچھ نمبر اُس کے ہمارے پاس موجود ہیں، اُس میں بالمقابل انگریزی الفاظ بھی دیئے ہیں۔[۱۲۳]

والسلام

سید سلیمان ۱۳؍ اکتوبر ۱۶ء

(۳۷)

مکرمی سلام نیاز

میں ایک طویل سفر بھوپال و بانکی پور کے بعد واپس آیا۔ والانامہ ملا، لیکن اس سے تشنگی دور ہونے کے بجائے اور زیادہ بڑھ گئی مفصل لکھئے کہ کیا "انقلابات" پیش آئے۔ مجھے روزمرہ کی مثالوں کی بنا پر "کمیٹی" کے نام سے ڈر لگتا ہے۔

میرا اب اپنی جگہ سے ٹلنا ولو لساعۃ سخت مشکل ہے۔ زنانہ در بغل، مال عرب پیشِ عرب کا مصداق ہے۔ خط کو اس قدر خیانت کار قاصد نہ سمجھئے، آپ بسم اللہ حوالۂ قلم کیجئے۔[۱۲۴]

ہاں ایک قابل دریافت امر ہے۔ عبدالباری صاحب کی وساطت سے میرے آپ کے درمیان جو امر طے پایا تھا، آپ اُس پر دسمبر ۱۶ء سے قائم ہیں؟[۱۲۵] اگر جواب اثبات میں ہے تو تحریر مائیے کہ کیا زیر تحریر ہے؟ تمدن ہند کا انتظار ہے۔ آپ اپنے "قیمتی" مضامین "ولو" بھیج سکتے ہیں، بلا تأمل اس حسنِ یوسفی کا میں خریدار ہوں، بشرطیکہ آپ کو عزیز مصر

۱۲۳؎ مہاراجہ محمود آباد سر علی محمد خاں کی فرمائش پر میرا ارادہ "میڈیکل ان سائکلوپیڈیا" کے اردو ترجمہ کا تھا۔ شروع کی دو جلدیں، انھیں کے خرچ پر خرید بھی لایا تھا۔

۱۲۴؎ ان "انقلابات" کا تعلق عجب نہیں کہ عنقریب ہونے والی، بڑی اُردو کانفرنس کی مجلس انتظامی واستقبالی سے ہو۔ اب خوب خیال نہیں پڑتا۔

۱۲۵؎ یعنی دارالمصنفین کے لئے ترجمہ وتالیف کا کام، جو بہ معاوضہ طے پایا تھا۔ شرح معاوضہ وغیرہ کی کوئی تفصیل اب ذہن میں نہیں۔

کی نہیں بلکہ سکینۂ مصر کی تلاش ہو۔

انسائیکلوپیڈیا کے متعلق چند درخواستیں یہاں بھی آئی ہیں[125]، ایک صاحب[126] پیش کرتے ہیں۔

سید سلیمان ۲۴ جنوری سنہ ۲۱ء

(۳۸)

محب مکرم زادک اللہ لطفاً

السلام علیک۔ ہمدم میں آپ کا مضمون آج پڑھا (شاید امریکا کا پریسیڈنٹ بھی اپنے بحری فقدان اقتدار پر اس قدر برہم نہ ہوتا، جس قدر آپ نے اُس احمق پر برہمی ظاہر فرمائی ہے، مجھے ڈر ہے کہ گمنامی کے پردہ میں، خود صداقت کا اڈیٹر نہ ہو[127]۔

خواجہ صاحب کا جواب بجواب پڑھا[128]؟ اب آئندہ لکھنے کی توبہ! چند خط ملاحظہ کے لئے بھیجتا ہوں، یہ وہ ہیں جو پھاڑنے سے بچ گئے۔ مگر کاتبین کا نام ظاہر نہ کیجئے گا۔

۱۲۶ھ راجہ صاحب محمود آباد کے ہاں قیصر باغ میں میری آمدورفت وقتاً فوقتاً رہا کرتی تھی (یاد رکھیے کہ میری سکونت اُس وقت تک دریاباد کی نہیں، لکھنؤ ہی کی تھی)۔ اور راجہ صاحب علم دوست اور بڑے علمی مذاق کے آدمی تھے۔ شاعر بھی تھے، ساحرؔ تخلص کرتے تھے۔ ایک روز سید صاحب بھی میرے ساتھ ہو لئے۔ ذکر مختلف ادبی، علمی کاموں اور تصنیفی اسکیموں کا آیا۔ راجہ صاحب نے اکبارگی فرمایا "آپ لوگ اگر انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کا ترجمہ اردو میں کرا دیں تو میں ایک لاکھ کی رقم دینے کو تیار ہوں۔" ہم لوگوں کی خوشی سے باچھیں کھل گئیں۔ اور گو پوری طرح یقین نہ آیا، لیکن بہرحال دل میں یقین پیدا کرنے کی کوشش کی۔ اور اپنے نزدیک اس طرف سے مطمئن ہو کر بڑی لمبی چوڑی اسکیم بنا ڈالی، اور اخباروں میں طرح طرح کے اعلانات شروع کر دیئے۔ چیف ایڈیٹر ہم ہی دونوں شخص قرار پائے تھے۔ لوگوں کی معاوضہ پر کام کرنے کی درخواستیں آنے لگی تھیں۔

۱۲۷ھ اردو انسائیکلوپیڈیا کی اسکیم کی تائید ہر طرف سے ہونے لگی تھی، لیکن روزنامہ صداقت (کلکتہ) زیر ادارت قاضی عبدالغفار صاحب (علیگ) میں گمنام اس کی مخالفت ہوئی تھی۔ میں نے اسی کا جواب ہمدم (لکھنؤ) میں دیا تھا۔

۱۲۸ھ خواجہ حسن نظامی کی کتاب محرم نامہ پر سید صاحب نے علمی و تاریخی حیثیت سے سخت گرفتیں کی تھیں۔

خواجہ صاحب اگر انسائیکلوپیڈیا کے لئے آمادۂ اعانت ہیں، تو اس سے کیا بہتر؟ مولوی عبدالسلام صاحب اور اور لوگ بھی لکھیں گے لیکن وہ چندہ والی اسکیم تو شایع کیجئے۔ ذوالقدر سے ملاقات ہوئی؟ ڈاکٹر بجنوری[129] سے مجھ سے بھی زبانی گفتگو آئی تھی، آپ کا خط بھی دکھاتے تھے۔

آپ نے جمیس کی کتاب اگر چھوڑ دی، تو کامل فن علم النفس پر بقدر ۳۰۰ صفحات ایک کتاب لکھ دی ہوتی۔ آپ ترجمہ کے پیچھے نہ پڑیں، کہ انگریزی کتابیں، ہندوستان اور اردو طبقہ کو سامنے رکھ کر نہیں لکھی گئیں[130]۔ افلاطون کی کتاب جمہوریت[131]، موجودہ حالات کے مناسب اگر ہے، تو مناسب۔ حیدرآباد سے چھ مہینے سے کچھ وصول نہ ہوا[132]، طاعون ہے۔

اصل یہ ہے کہ میں آپ کی ذات کو اپنی جماعت سے الگ نہیں سمجھتا، دلی خواہش ہے کہ کسی طرح آپ کو دارالمصنفین کے مرکز میں جذب کرلوں، لیکن لکھنؤ کمبخت کی کشش کو کیونکر توڑ دوں، کاش آپ دو تین ماہ بھی اُس سے جدائی گوارا فرماتے۔ عبدالباری صاحب سے اور مجھ سے جو گفتگو ہوئی، وہ آپ کو معلوم ہے میں نے بخوشی قبول کیا[133]۔ یہاں مولوی حمیدالدین صاحب وغیرہ نے اعظم گڈھ کے قیام پر اصرار کیا، اب میں کشمکش میں آگیا، اس بنا پر دوسری صورت

---

[129] ذوالقدر جنگ بہادر حیدرآبادی۔ ایم۔ اے، بیرسٹرایٹ لا، مصنف تاریخ اندلس وغیرہ۔

جواں مرگ ڈاکٹر عبدالرحمٰن بجنوری، غالب کے مشہور معتقد، اور نسخۂ حمیدیہ کے مُرتّب۔

دونوں کا ذکر اُسی اردو دان سائیکلوپیڈیا کے سلسلہ میں ہے۔

[130] سید صاحب نے بات بڑے پتے کی کہی۔ انھیں کا سا صاحب نظر مصنف ہی یہ کہہ سکتا تھا ـــ معلوم ہوتا ہے کہ میں نے امریکا کے نامور ماہر نفسیات ولیم جمیس کی نفسیاتی کتاب کے اردو ترجمہ کا ارادہ کیا تھا، اور پھر کسی مانع کے باعث یہ خیال ترک کر دیا تھا۔

[131] یعنی کتاب REPUBLIC اس کے چند اوراق کے ترجمہ کا مسودہ ابھی چند سال تک میرے کاغذات میں موجود تھا۔

[132] یعنی وہاں سے جو ماہانہ رقم آتی تھی۔

[133] یعنی لکھنؤ ہی سے خدمت دارالمصنفین باخذ معاوضہ۔

بجائے ماہوار، یکمشت پسند فرمائیے، کہ یہ دارالاشاعت سے متعلق ہو جائے گا اور اس میں میں آزاد ہوں۔ میں سخت عجلت کے ساتھ لکھ رہا ہوں، عبدالباری صاحب کو اطلاع نہ کیجئے تو بہتر ہے۔ معارف کے لئے قیمتی[134] مضمون عنایت فرمائیے۔ کہئے آپ اپنے ہم زلف کی زلفِ گرہ دار سے نکل گئے یا نہیں۔[135] ایک اہل قلم کے لئے یہ سب سے بڑی مصیبت ہے۔

پنجاب میں بیت الحکمۃ قائم ہوا ہے! اعلان، ڈاکٹر اقبال، مولانا عمادی، ڈاکٹر یعقوب بیگ وغیرہ کی طرف سے شائع ہوا ہے، مقاصد میں بیان کیا گیا ہے کہ دائرۂ معارف شرقیہ اور دارالمصنفین گو موجود ہیں، لیکن ملک... کی ضرورت وسیع ہے۔ بہرحال ارباب قلم کے لئے اب مرکزوں کی کمی نہیں رہی۔

شہر میں طاعون کی شکایت ہے، ہمارے بنگلہ کے آس پاس بھی کچھ موتیں ہوئی ہیں، متردد ہوں کہ دفتر بند کر دوں یا نہ کروں۔ آج اہل و عیال کو وطن پہنچانے جاتا ہوں۔

سید سلیمان ۱۸ر فروری ۱۷ء

ضمیمہ

(زود پشیماں[136] نامی ڈراما پر دیباچہ سید صاحب کے قلم سے)

بذاتہ دنیا میں کوئی شے خیرِ محض یا شرِ محض نہیں، اُس کا موقع استعمال خیر یا شر ہوتا ہے۔ شاعری کے سوا فنون لطیفہ کے تمام اقسام آجکل خلافِ وقار و متانت سمجھے جاتے ہیں، حالانکہ اُس عہد میں جبکہ قوم کے تمام قوی مشتعل تھے، اُن میں سے کوئی چیز عیب گیری کی مستحق نہ تھی؛ امام مالک اور حضرت عمر بن عبدالعزیز کا تقدس اور اُن کا تقویٰ کس کو معلوم نہیں، تاہم وہ

---

[134] قیمتی یعنی بذریعہ وی۔ پی۔

[135] یہ تلمیح اب یاد نہیں پڑ رہی ہے۔

[136] یہ ڈراما میرے نام سے نہیں، بلکہ 'ناظر' کے نام سے چھپا تھا اور اس پر دیباچے علاوہ سید صاحب کے، مشہور ناول نویس عبدالحلیم شررؔ اور مرزا محمد ہادی رُسواؔ مرزا (اُمراؤ جان ادا، والے) اور سید سجاد حیدر 'یلدرم' کے قلم سے تھے۔

فن غنا کے ماہرین میں تھے۔

ڈراما نویسی یا افسانہ نگاری آج فنون ادبیہ کی پست ترین سطح ہے، لیکن ہمدانی، زمخشری اور سیوطی جن کا شمار اکابر علماء میں ہے، اُن کے مقامات، افسانہ نگاری کے کامل نمونے ہیں۔

اصل یہ ہے کہ فن کا مرتبہ اُس جماعت سے کیا جارہا ہے، جس کے ہاتھ میں اِس وقت وہ فن ہے، حالانکہ خود جماعت کا رتبہ فن کی حیثیت سے ہونا چاہئے تھا۔ موسیقی سے بڑھ کر شریف فن اور کون ہو سکتا ہے، لیکن اب امیر خسرو سے خیر آباد و بہار کے قوالوں کو کیا نسبت ہے؟

ڈراما کا مقصد یہ ہو کہ ہئیت اجتماعی کی اصلاح شخصی واقعات اور روزمرہ کے حوادث سے کی جائے، لیکن افسوس ہے کہ کلکتہ اور بمبئی کے تماشا گاہوں میں اس شریف و بلند مقصد کی جس ناپاک اور گندہ طرز تحریر کے ذریعہ سے پامالی کی گئی ہے، وہ حد درجہ تاسف انگیز ہے، اس سے زیادہ تاسف انگیز یہ تھا کہ یہ راہ اس درجہ بدنام اور اس پر چلنا اس درجہ خلافِ متانت تھا، کہ مشاہیر اہل قلم اپنی عزت اور نام کے تحفظ کی بنا پر اس راہ میں ایک قدم بھی اُٹھا نہیں سکتے تھے، لیکن الحمدللہ کہ ہماری جماعت کے ایک ممبر نے نہایت جرأت اور بہادری سے اس راستہ پر قدم رکھا ہے، تاہم آدمی پہلے پہل رسم کے خلاف کسی اچھی سے اچھی بات کو کرتے ہوئے بھی جھجکتا اور شرماتا ہے۔ وہ بھی جھجکتے اور شرماتے ہیں، تاہم تم پہچاننے کی کوشش کرنے کے بجائے یہ دیکھو کہ اس لغزش گاہِ عام میں کس طرح ایک ایک قدم سنبھال کر انھوں نے رکھا ہے۔ شخصی اخلاق نگاری کی یہ اُردو میں پہلی کوشش ہے، اور وہ جس درجہ بھی کامیاب ہو مستحق ستائش ہے۔

قدیم مشرقی تہذیب و تمدن کے بجائے ہم میں جن لوگوں نے مغربی اندازِ زندگی اختیار کیا ہے، درحقیقت انھوں نے لفظ بدل دئیے ورنہ معنی وہی ہیں۔ لفافہ بدل گیا ہے، نامہ مطلوب وہی ہے۔ صرف لباس و سامانِ ظاہری کی نمائش ہے، اصل عادات و اخلاق جن سے شخصیت عبارت ہے اب تک اپنے اصلی رنگ میں ہے۔ ہم نے ابھی کرنا نہیں سیکھا ہے، صرف کہنا سیکھا ہے۔ اِن اوراق میں تم کو اس کی تصویر نظر آئے گی۔

(۳۹)

محب مکرم

آپ کی ہمدردی کا شکریہ، میری حالت قابلِ رحم ہے، بخدا کہ مجھے معلوم نہ تھا کہ مجھکو اپنی بیوی سے اس درجہ محبت ہے [۱۳۷]، غالب نے کہا ہے ؎

جاتے ہوئے کہتے ہو، قیامت میں ملیں گے
کیا خوب قیامت کا ہے گویا کوئی دن اور

میں نے کہا ہے ؎

مرے جاتے یہ گمان برہمیِ دہر کا تھا
تو گیا اور بپا دہر میں محشر نہ ہوا

شاعری چھوڑ کر دونوں کے فلسفہ میں کتنا فرق ہے، مطلع ہے ؎

ہم سفر وادیِ ہستی میں وہ دلبر نہ ہوا
شمع اس راہ میں اُس کا رُخِ انور نہ ہوا [۱۳۸]

سُنا ہے کہ مولوی عبدالباری آئے ہیں؟ [۱۳۹]

ادھر آپ نے کوئی نیا ڈرامہ تحریر فرمایا ہے [۱۴۰]، میری نظر سے نہیں گزرا۔ ادھر دو مہینے میں گویا اس دنیا میں نہ تھا، اور اب بھی نہیں ہوں...... [۱۴۱] قلب کا شدید دورہ ہے۔ آپ نے لکھا ہے کہ امتدادِ زمانہ ہی اس زخم کا مرہم ہو سکتا ہے، دیکھئے وہ امتدادِ زمانہ بھی میسر ہوتا ہے یا نہیں [۱۴۲]۔

والسلام
غمزدہ
سلیمان

---

۱۳۷ سید صاحب کی دوسری اہلیہ محترمہ کا بالآخر انتقال ہو گیا۔ سید صاحب انہیں لے کر لکھنؤ میں مدتوں رہے تھے، اور علاج میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا تھا۔ یہ خط میرے تعزیت نامہ کے جواب میں ہے، گو لکھا اپنے اُس دورِ الحاد میں، میں کر ہی کیا سکتا تھا۔

۱۳۸ غالب کی شاعری کا تو خیر کہنا ہی کیا ہے، لیکن سید صاحب کے یہ دونوں شعر بھی اپنی جگہ قیامت کے ہیں، ان کی قدر کوئی اہل حال ہی کر سکتا ہے۔

۱۳۹ غالباً پونا سے۔ سید صاحب کی جگہ پر اب ان کا تقرر ندوہ میں ہو گیا تھا۔

۱۴۰ اُس زمانہ میں "فلسفیت"، "عقلیت" اور الحاد کے ساتھ ساتھ ڈرامہ نگاری بھی جاری تھی، الناظر میں ایک ڈرامہ مسلسل لکھنا شروع کیا تھا کہ پہلی قسط کے بعد سلسلہ رک گیا۔

۱۴۱ لفظاً نہ چل سکا۔

۱۴۲ سید صاحب کو واقعتہً شدید صدمہ ہوا تھا اور اس اظہارِ غم میں تصنع کو مطلق دخل نہیں۔

(۴۰)

مکرمی زاد لطفہٗ

لطف نامہ کا جواب دیر سے دیتا ہوں، تمام پچھلا کام نبیٹرنا تھا۔ معارف پچھڑ گیا تھا، اس کو برابر کرنا تھا۔ ناظر کی غزل معارف نے لے لی، میں نے اصرار کیا کہ نہ دوں گا، کہ خود غزل بولی کہ میں بند نہ رہوں گی۔ گلچیں[۱۳۴] سیتاپور میں قاضی تلمذ حسین صاحب کا "استادانہ" مضمون دائرۃ المعارف پر دیکھا۔ نقاد[۱۳۵] میں اپنی تنقید تو آپ نے پڑھی ہوگی، ترقی اردو کو تو کہیں کا نہ رکھا۔ "عبادی[۱۳۶]" صاحب کا مضمون معارف میں مطالعہ سے گزرا ہوگا۔ "ڈائلاگس" کا ترجمہ ضرور کیجیے[۱۳۷]، لیکن مجھ کو اپنے اہتمام کے لئے ایک دو مہینے کی مہلت دیجیے[۱۳۸]، یا ماہوار بھیجتے رہیے بذریعہ وی۔ پی۔

۱۳۳ے شادی سے ذرا قبل، میری "شعریت" ابھرنا شروع ہو گئی تھی، شادی اپنی ایک عزیزہ کے ساتھ اس وقت کے رسم و رواج کے بالکل برخلاف، میں نے ذاتی پسند اور بڑے شوق اور چاؤ کے ساتھ کی تھی، اور منگنی کا زمانہ (جو ڈیڑھ دو سال قائم رہا) عاشقانہ جذبات ابھرنا شروع ہو گئے تھے۔ شروع ۱۹۱۱ء محمد علی جوہر کی زمین میں خود بھی ایک آدھ غزل کہی اور سید صاحب کو بھیج دی۔ انھوں نے ازراہ قدردانی اسے معارف کے قابل سمجھا، معارف میں صرف منتخب ہی کلام چھپتا تھا۔

۱۳۴ے گلچیں، اصلاً صرف ایک گلدستہ تھا، یعنی غزلوں کا ماہنامہ۔ لیکن کبھی کبھی نثر میں بھی مضمون چھپ جاتے تھے۔ قاضی تلمذ حسین صاحب گورکھپوری ایم اے (علیگ)، اپنے زمانہ کے ایک ممتاز فاضل و اہل علم تھے۔ اردو انسائیکلوپیڈیا کے معاملہ میں ان کا نقطۂ نظر ہم لوگوں سے بالکل مختلف تھا۔ قاضی صاحب ندوہ میں بھی ہیڈ ماسٹر رہ چکے تھے۔ ان کے لئے "استادانہ" کا لفظ اسی رعایت سے ہے۔

۱۳۵ے نقاد کے نام سے ماہنامہ آگرہ سے شاہ دلگیر کی ادارت میں نکلتا تھا۔ اب بالکل خیال نہیں آتا کہ اس نے مجھ پر اور انجمن ترقی اردو پر تنقید کیا کی تھی۔

۱۳۶ے مولوی عبدالباری صاحب ندوی کا قلمی نام

۱۳۷ے مراد ہیں برکلے کے "ڈائلاگس"، ترجمہ کے بعد یہ کتاب "مکالمات برکلے" کے نام سے شائع ہوئی۔

۱۳۸ے یعنی یکمشت معاوضہ کی ادائی کے لئے۔

آپ کے مضمون کا منتظر ہی رہنا پڑے گا۔ اتحادِ شرائط کے ساتھ تعجب ہے کہ الناظر کو یاد فرمائیں اور معارف کو خاطر میں کبھی نہ لائیں۔[۱۴۹]

والسلام

سید سلیمان ۱۸ مئی ۱۷ء

(۴۱)

مکرمی سلام نیاز

میں آپ کے چند خطوط کا مقروض ہوں۔ ۲۳ مئی سے ۶ جون تک غیر حاضر تھا اس لئے تعمیل سے قاصر رہا، آپ کو زحمت ہوئی، عفو!

آپ کی ناسازیٔ طبع، امید ہے کہ مبدل بصحت ہو گئی ہو۔ آپ کو ورزش جسمانی سے تغافل نہ چاہیے۔ ادھر چند روز سے عباری والی بیماری مجھے ہو گئی ہے،[۱۵۰] سخت خلجان ہے، باعث نامعلوم شاید کثرت شراب خواری یعنی چائے نوشی!

مجھکو آپ مذہب کے ہٹنے کی ہدایت فرماتے ہیں[۱۵۱] از راہ عنایت آپ کبھی کبھی تو اِدھر آئیے، کچھ آپ اپنی جگہ سے ٹلیں تو کچھ میں ہلوں۔

ظفر صاحب کا ایک فرمان آگرہ کی حاضری کے لئے آیا تھا لیکن میں یہاں موجود نہ تھا لیجئے وہ بھی متزوجین میں داخل ہو گئے۔[۱۵۲]

---

[۱۴۹] یعنی جو معاوضہ الناظر دے رہا ہے، جب وہی معاوضہ معارف بھی دینے پر تیار ہے، تو بجائے معارف کے الناظر کی طرف التفات کیوں؟ الناظر مجھے عمہ فی صفحہ دے رہا تھا، اور یہ اس وقت کے معیار سے ایک اونچی شرح تھی۔

[۱۵۰] یعنی حرقت بول۔ سال ڈیڑھ سال پیشتر مولوی عبد الباری صاحب اسی مرض یا اس سے ملتے ہوئے کسی اور مرض کا شکار رہ چکے تھے۔

[۱۵۱] خوب مستحضر کر لیا جائے، کہ یہ زمانہ میرے عین الحاد کا تھا، خدا معلوم کس سیاق میں سید صاحب کو یہ بیہودہ مشورہ دے بیٹھا تھا۔

[۱۵۲] ظفر حسین خاں کا ذکر کئی بار آ چکا ہے۔ اصلاً میرے مخلصوں میں تھے، اور پھر میرے واسطہ سے سید صاحب کے بھی معتقدوں اور رفیقوں میں شامل ہو گئے تھے۔ ان کی شادی حال میں آگرہ کے ایک خاندان میں ہوئی تھی۔

ایشیاٹک سوسائٹی کے رسالوں سے ضرور میری تواضع کیجئے، انگریزی کھانا مشرق کے دسترخوان کی نوعیت بدل دیتا ہے۔[152]

سید سلیمان

(۴۲)

مجی زاد کرمہ

اللہ اکبر! آپ نسخ کو مسخ سمجھتے ہیں، جن ا[؟] مصرعوں کو میں نے بدلا تھا وہ معارف کا حق تحفظ[153] تھا، کیا آپ چاہتے تھے کہ اس غزل کے بعد مسٹر ناظر کی دوسری غزل شائع کرنے سے محروم ہو جاتا۔ یعنی بندہ جاتا۔ بہر حال میں "مصالح مطبعی" کے پردہ میں پناہ لیتا ہوں۔

آپ ہوم رولر ہو گئے[155]، اخبارات میں آپ کے دستخط پڑھے، لیکن تعجب ہوا کہ علم کو پالٹیکس سے پیوند دینا آپ کے نزدیک کیونکر جائز ہوا؟ آپ سے تو اس پر مجھ سے مناظرے ہو چکے ہیں[156]

نواب عماد الملک نے اردو انسائیکلوپیڈیا کی تائید بھی کی ہے اور قاضی صاحب کے مضمون کی بھی داد دی ہے، میں نے مشکلات اور راجہ صاحب کے شکایات لکھے ہیں۔[157]

---

[152] میں نے لکھا تھا کہ رائل ایشیاٹک سوسائٹی کا نہ ہی رسالہ میرے پاس آنے لگا ہے اگر کہئے تو اس سے کچھ چیزیں اخذ واقتباس کرکے معارف کے لئے پیش کرتا رہوں۔

[153] میری غزلیں ناظر کے نام سے معارف میں نکلتی رہتی تھیں۔ ابھی کسی شعر میں کوئی سیاسی مضمون زیادہ کھلے لفظوں میں آگیا تھا۔ سید صاحب نے اس شعر کو تصحیح و ترمیم کے بعد چھاپا تھا۔ جوانی کے اُس سن میں نخوت و خود بینی اس کی اجازت کب دیتی تھی کہ کسی کی اصلاح قبول کروں۔ بجائے شکر گزار ہونے کے الٹا یہ لکھ مارا کہ "آپ نے میرا کلام مسخ کر کے چھاپا [illegible] اور یہ سید صاحب کا کمال تھا کہ انھوں نے جواب اس نرمی و آشتی کے ساتھ دیا۔

[155] میں اُس وقت تک سیاست سے الگ اور اپنے کو خدمت علم کے لئے مخصوص رکھے ہوئے تھا۔ لیکن جب حکومت ہوم رول لیگ نے مسز اینی بسنٹ کو دفعۃً نظر بند کر دیا گیا، تو میں بھی جوش میں آکر ہوم رول لیگ کا ممبر بن گیا۔

[156] سید صاحب کی یہ حیرت بالکل بجا تھی۔ [illegible]

مضمون موعود کب ملے گا، ہاں مکالمات کہاں تک پہنچی؟ اب آپ کیسے ہیں؟ یعنی صحت کیسی ہے؟ حیدرآباد کی رقم آگئی، بڑی تکلیف تھی۔ عید بعد آتا ہوں، مگر دو روز ٹھہروں گا، یعنی نواب صاحب کے ہاں[۱۵۸]۔

فلسفۂ اجتماع پر اُسوۂ حسنہ میں مادحانہ اور معترضانہ ریویو اور آج "الصباح" ورجولائی میں حکیم مظفر حسین صاحب دہلوی کا ایک شدید معترضانہ ریویو دیکھا[۱۵۹]، عامیانہ ہے۔ اسلام اور قرآن کی نسبت آپ کے الفاظ پر اعتراض ہے۔ عمادی نے جو اڈیٹر ہیں، اپنا تجاہل ظاہر کیا ہے۔

سید سلیمان

(۴۳)

مجبی زاد لطفہ

عید مبارک! ہماری عید تو بے مزہ رہی، مولوی نظام الدین صاحب[۱۶۰] کا فتویٰ، بر بنائے حسابات نجوم، آخر درست نکلا، لیکن ہم ان لوگوں میں تھے جو اُس پر ایمان نہ لائے تھے، لاجرم دوپہر تک بھوکا رہنا پڑا، اور ۲ر شوال کو عید کرنی پڑی۔

---

۱۵۷ نواب عماد الملک یعنی مولوی سید حسین بلگرامی حیدرآبادی بڑے صاحب علم (انگریزی و عربی کے جامع)، رئیس، صدر مجلس دار المصنفین۔ قاضی صاحب یعنی قاضی تلمذ حسین گورکھپوری، ایم اے (علیگ)، جو اردو انسائکلوپیڈیا کے باب میں ہم لوگوں سے بالکل مختلف زاویۂ نظر رکھتے تھے۔ راجہ صاحب یعنی راجہ محمود آباد جن کا وعدۂ امداد شاہانہ اب ایفاء ہوتا نظر نہیں آرہا تھا۔

"شکایات لکھے ہیں" اہل لکھنؤ کا ایک گروہ عربی جمع مؤنث کے لئے فعل کا صیغہ مذکر لاتا ہے۔ سید صاحب بھی اسی گروہ کے ساتھ تھے۔

۱۵۸ یعنی نواب علی حسن خاں کے ہاں بھوپال، اُس "لال باغ" میں میرے مکان، "خاتون منزل" سے، اچھے خاصے فاصلہ پر تھا۔ نواب صاحب خود بھی عربی کے فاضل، مولانا شبلی اور سید صاحب دونوں کے خصوصی معتقد و مخلص تھے۔

۱۵۹ میری نئی کتاب "فلسفۂ اجتماع" واقعی دینی نقطۂ نظر سے سخت قابل اعتراض تھی۔ "اسوۂ حسنہ" میرٹھ کے ایک مذہبی ماہنامہ کا نام تھا۔ الصباح لاہور سے نیا روزنامہ مولانا عبداللہ عمادی کی ادارت میں نکلا تھا۔

زود پشیماں، ظفرالملک صاحب نے بھیجنے کو کہا تھا، لیکن بھیجا نہیں، شرر صاحب کا[۱۶۱] ایڈریس، یا شرح ریویو نہیں دیکھا۔

آپ کی بدمزگی، بزم احباب کو بار بار مکدر کرتی ہے، آپ کو ایک پیشینگو نے کہا ہے کہ چند روز کسی دیہات نما شہر میں رہیں اور اعظم گڈھ پر یہ تعریف صادق آتی ہے کل پرسوں حاضر ہو رہا ہوں، ساتھ آنے پر آمادہ رہیے۔[۱۶۲]

آج کل نظر بندوں سے گفتگو ہے، محمد علی اور ابوالکلام۔[۱۶۳]

عباری صاحب کی عمادالملک نے تعریف کی ہے۔[۱۶۴] فقط

سلیمان ۲۳ جولائی ۱۹۲۱ء

(۴۴)

[۲۱ اگست کا تار اس مضمون کا ہے "غلام حسین کیسے ہیں؟ تار دیجیے"۔][۱۶۵]

(۴۵)

۲۲ اگست ۱۹۲۱ء

جناب! (معاودت)[۱۶۶]

---

۱۶۰ مولوی نظام الدین حسن نیوتنوی لکھنوی، حیدرآباد ہائی کورٹ کے ریٹائرڈ جج۔ ریاضیات کے ماہر تھے۔ انھوں نے روزنامہ ہمدم میں رویت ہلال کی خبر ۲۹ رمضان کے لئے دی تھی۔ ابر غلیظ کے باعث رویت اُس شام کو لکھنؤ و نواح لکھنؤ میں نہ ہو سکی۔ شہادتیں بعد کو گزریں، اس لئے عید ۲ شوال کو منائی گئی۔

۱۶۱ مشہور و مقبول ناول نگار مولوی عبدالحلیم شرر لکھنوی۔ میرا ڈراما زود پشیماں، جو ابھی نکلا تھا، اُس پر ایک دیباچہ اُن کے قلم سے بھی تھا۔

۱۶۲ میری صحت اُس زمانہ میں اکثر خراب رہتی تھی۔ سید صاحب فرط محبت سے ہر طرح مجھے گھیر گھار کر اعظم گڈھ لانا چاہتے تھے۔

۱۶۳ مولانا محمد علی اور مولانا ابوالکلام دونوں اس وقت نظر بند تھے۔

۱۶۴ مولوی عبدالباری کے کسی مضمون کو دیکھ انھوں نے داد دی ہوگی۔ اُن کی داد اُس وقت بجائے خود ایک بڑی سند تھی۔

۱۶۵ راجہ غلام حسین بی اے (علیگ) محمد علی کے رفیق خاص کامریڈ کے سابق اڈیٹر، اور اب نیو ایرا NEW ERA (لکھنؤ) کے اڈیٹر، ایک روز شام کو دفعۃً ایک گھوڑے کے شدید دھکے سے مہلک طور پر زخمی ہو کر گرے، سید صاحب نے

دیباچۂ مصنف اور مسودہ مکالمۂ اول رجسٹرڈ پہنچا، مطالب نہایت لیسیر الفہم، عبارت نہایت سہل و رواں، اور اظہار خیال بہت سادہ ہے، اُردو خواں نہایت عمدگی سے اس کو سمجھ لیں گے، لیکن یہ نہیں معلوم کہ یہ آپ کا کمال ہے یا خود مصنف کا اعجاز ہے۔[۱۶۷]

مسٹر غلام حسین کے واقعہ سے شدید رنج ہوا، ازراہ عنایت اُن کے حالات سے مطلع فرماتے رہیئے۔ آپ کا تار ابھی تک جواب میں نہیں پہنچا۔[۱۶۸]

مولوی عبد الحق صاحب کی مجلس شوریٰ میں مجھے بار کیوں ملنے لگا! آپ کو یہ منطقی طرزِ استدلال معلوم ہے، دشمن کا دوست دشمن ہوتا ہے۔[۱۶۹]

مبارک باپ بننا مبارک۔ آپ بڑی تیزی سے ایک کے بجائے دو خزانۂ غیب سے اُٹھا کر چل دیئے، فرشتوں کو معلوم ہوا تو جرم غفلت سے بچنے کے لئے ایک واپس چھین کر لے گئے۔ عالم ملکوت کا ایک فلسفی پر سنتشیات کا تجربہ ایک بلیغ حملہ ہے![۱۷۰]

شاید بچہ کمزور ہو، خدا اُس کو صحت کاملہ اور حیات طبعی عنایت فرمائے۔ کیوں جناب دعائیں مؤثر اور مستجاب ہوتی ہیں؟

مکالمہ کے لئے پچاس مرسل خدمت ہیں۔[۱۷۱]

---

۱۶۶ میں نے کہیں القاب میں سید صاحب کو "جناب" لکھ دیا تھا۔ اُدھر سے بھی "معاونت" کی تصریح کے ساتھ لکھ کر آیا۔

۱۶۷ اُسی مکالمات برکلے کے دیباچہ و ترجمہ کی داد اس فیاضی سے مل رہی ہے۔

۱۶۸ حاشیہ ابھی اوپر گزر چکا، مرحوم غالباً تین دن رات موت و حیات کی کشمکش میں رہے۔

۱۶۹ مولوی عبد الحق صاحب کی مخالفت مولانا شبلی اور اُن کے جانشین سے اب بہت زیادہ بڑھ چکی تھی۔

۱۷۰ میرے گھر میں پہلی ولادت ہوئی تو توام بچوں کی، ایک بچہ اُسی وقت جاتا رہا تھا۔

۱۷۱ ترجمہ مکالمات برکلے کی شرح معاوضہ غالباً عہ فی صفحہ تھی، یا شاید اس سے کچھ زیادہ

اگر آپ اجازت دیں تو مکالمہ کو معارف میں جزءً جزءً شایع کروں اور ہر دفعہ فرمے لے کر چند مہینوں میں رسالہ الگ کر دوں، ورنہ بہت انتظار کرنا پڑے گا۔

مولوی عبدالباری کی کتاب آگئی۔[۱۴۲] طرز ادا آسان نہیں، اور شاید اس سے زیادہ آسان ہو بھی نہیں سکتا۔ "ناظر" کی غزل خدا "حاضر ناظر" ہے، داد سے مستغنی ہے، لیکن پالٹیکس کو کلمات وعظ کی طرح بے پردہ نہ ہونا چاہیے۔[۱۴۳]

"علم النفس والقویٰ" مولوی انعام علی صاحب بی۔اے پروفیسر ریاضی و فلسفہ اورنٹیل کالج لاہور کی تالیف ہے۔ ہملٹن کی سائیکالوجی کے لکچروں کا ترجمہ بلکہ خلاصہ ہے، ۱۸۸۵ء میں شایع ہوئی تھی، یہ کتاب اس لئے بھی مفید ہے کہ اس میں حکما کے مذاہب مختلفہ کی تفصیل بہت خوب ہے۔[۱۴۴] والسلام

سید سلیمان

(۴۶)

۲۵؍اگست اعظم گڈھ۔ ابھی آپ کا تار ملا۔ دارالمصنفین کی طرف سے دلی تعزیت مرحوم کے خاندان کو پہونچا دیجئے۔[۱۴۵] (تار)

۱۴۲؎ برکلے ہی کی ایک دوسری کتاب "پرنسپلز آف ہیومن نالج" کا ترجمہ انھوں نے "مبادی علم انسانی" کے نام سے کیا تھا۔

۱۴۳؎ سیاسیات میں میں نیا نیا آیا تھا، قدرۃً جوش و خروش زیادہ تھا۔ غزلوں میں بھی سیاسی مضامین کھل کر لانے لگا تھا۔ سید صاحب کی روک ٹوک، بالکل بجا تھی۔

۱۴۴؎ یہ سب میرے اس سوال کے جواب میں تھا کہ "اردو میں سائیکالوجی پر سب سے پہلی کتاب کون سی تیار ہوئی تھی!

۱۴۵؎ غلام حسین مرحوم کے انتقال کا میں نے تار دیا تھا۔ یہ تار اس کے جواب میں ہے۔ ملاحظہ ہو حاشیہ ۱۶۵۔ مکتوب ۳۲

(۴۷)

۳۰ اگست ۱۷ء

مجبی زادک اللہ درجۃً

دکن، مبارک[۱۲۷] - اے دکن اگر بہار چمن از تست۔

لیکن وہاں کی آب و ہوا یعنی پولیٹکل اور سوشل آب و ہوا، موافق طبع ہوتی ہے یا نہیں۔ تنخواہ ماہوار تو گاڑی اور مکان کے لئے علیحدہ کر دیجئے، وہاں گاڑی شرافت کی نشانی ہے۔

آئندہ ماہ سے مکالمات کا مضمون نذر معارف ہوگا، لیکن ایک دو تمہیدی صفحے بر کلے اور مکالمات کے تعارف کے تو چاہئیں، اور یہ سفر دکن سے پہلے ہو جائے تو بہتر، ورنہ وہاں فرصت اچھے اچھوں کو کمتر میسر آتی ہے۔ والسلام

سید سلیمان

(۴۸)

مکرم تسلیم

مولوی سعید رضا صاحب ندوی نے بی۔اے میں فلسفہ پڑھا ہے، اور عربی تعلیم کے دوران میں بھی قدیم عربی فلسفہ سے ذوق رکھا ہے۔ وہ ذہین اور صاحب استعداد ہیں، ندوہ کے اکثر بلکہ ہر طالب علم، آپ جانتے ہیں کہ، ترجمہ و تالیف اور لکھنے پڑھنے کا ذوق رکھتا ہے۔ اس کی طرف سے آپ اطمینان رکھئے کہ ترجمہ اچھا ہوگا۔ نمونہ بھیج کر دیکھ لیجئے[۱۲۸]۔ والسلام

سید سلیمان ۴ ستمبر ۱۷ء

---

[۱۲۷] میرا تقرر حیدرآباد دکن کی عنقریب کھلنے والی جامعہ عثمانیہ کے سررشتہ تالیف و ترجمہ میں، بہ حیثیت مترجم فلسفہ کے تین سو ماہوار پر ہوا تھا۔ ۱۹۱۷ء کے تین سو آج (۱۹۶۳ء) کے ڈیڑھ ہزار کے مساوی تھے۔

[۱۲۸] سید صاحب کا یہ کرمت نامہ ان کی شفقت مخلصانہ کا ایک خصوصی ثبوت ہے۔

(۴۹)

مکرم تسلیم

مکرمت نامہ عین حالتِ انتظار میں پہونچا۔ ناچار آپ کی طلب خیریت کے لئے مولوی عبدالباری کی طرف رجوع کیا، اُنھوں نے آپ کی "چشم بیمار" کی داستان سُنائی۔ خدا "چشم بد" سے محفوظ رکھے۔[۱۷۹] مجھے بھی یہ شکایت اکثر ہو جاتی ہے، اور عبدالباری صاحب کو بھی میرا تجربہ ہے کہ یہ عموماً مطالعہ شبینہ سے پیدا ہوتی ہے۔ میرا خاندان پانچ چھ پُشتوں سے طبیب ہوتا آیا ہے، ایک میں ننگِ خاندان ثابت ہوا۔ بہر حال ایک خاندانی سُرمہ اس مرض کے لئے نہایت مفید ہے، میں بھی استعمال کرتا ہوں۔ باری صاحب انگریزی علاج سے تھک گئے تو میں نے یہ سرمہ دیا، اکسیر ثابت ہوا۔ اگر اُس معاہدہ پر قائم ہوں، جو میرے آپ کے درمیان دسمبر ۱۹ء کی شبینہ مجلسوں میں طب یونانی کی نسبت طے پایا تھا، تو میں گھر جا کر آپ کی خدمت میں حاضر کر دوں، ۱۵ کو مکان جاتا ہوں۔[۱۸۰]

---

[۱۷۸] یعنی ان کو ترجمہ کا کام معاوضہ پر ملے، اور اس کا تجربہ کر کے دیکھا جائے۔ اس وقت تک۔ جیسا کہ ظاہر ہے۔ میں حیدر آباد پہنچ چکا تھا۔ اور سرشتہ ترجمہ (عثمانیہ یونیورسٹی) میں کام شروع کر چکا تھا۔

[۱۷۹] میری پلکوں میں دانے پڑ گئے تھے: "چشم بیمار" اور "چشم بد" کی رعایتیں انشائے سلیمانی کے خصوصیات میں سے ہیں۔

[۱۸۰] سید صاحب کا گہرا اخلاص اس نا اہل کے ساتھ، اِس مجموعہ کے بہت سے دوسرے حصّوں کے ساتھ، اس مکتوب کے بھی لفظ لفظ سے ٹپک رہا ہے۔ دسمبر ۱۹ء کا وہ زمانہ ہے، جب سید صاحب اپنی مدقوق اہلیہ کے علاج کی غرض سے لکھنؤ میں مقیم تھے، میرے مکان خاتون منزل سے، ایک فرلانگ کے فاصلے پر ایک گلی میں تھا۔ ہر روز علاوہ دن کے اوقات کے، کچھ رات گئے تک میری نشست بھی وہیں رہتی تھی، اور مولوی عبدالباری صاحب ندوی بھی شریکِ بزم رہتے تھے۔ اور نجی اور خانگی زندگی سے لے کر ہر قسم کی ادبی، سیاسی، مذہبی، علمی بحثیں جاری رہتی تھیں۔ میں اپنی انگریزیت کی بنا پر غالباً اُس وقت طب یونانی کا منکر رہا ہوں گا۔ اور سید صاحب نے ضرور مجھے قائل کرنے کی کوشش کی ہو گی۔

مجھے آپ کی یونیورسٹی کے قصہ کی خصوصیت سے تفصیل چاہئے تھی، آپ نے تشنہ رکھا حیدرآباد کی نسبت میرا مختصر تجربہ کارانہ کارڈ جو آپ کو لکھنؤ سے چلتے وقت ملا ہوگا، اُس کی حرف بحرف تصدیق ہوتی ہوگی۔

معارف پتہ معلوم نہ ہونے کے باعث روک لیا تھا، اب مرسل ہے، جن صاحب کا تذکرہ آپ نے خط کے آخر میں کیا ہے، کیا اُس سے حفیظ صاحب مُراد ہیں۔ بڑی دیر تک میں اور مسعود صاحب شخص کی تعیین میں سرگرداں رہے، اور آخر میں اُن کے نام پر کچھ خیال جما، لیکن اُچٹتا ہوا۔

اب بتائیے کہ بقیہ مکالمہ کی کیا فکر ہے[۱۸۱]؟ اکتوبر میں اس کا پہلا نمبر دے دیا گیا۔ ابھی کیسا اکتوبر اور کیسا دسمبر، یہ بھی اُن کا ایک رئیسانہ اور ہمارا ایک طفلانہ کھیل تھا، کہئے تو چند سطریں لکھ بھیجوں، لیکن جواب کی امید نہیں[۱۸۲]۔ فرمائیے "حُسنِ دکن" اور "سبز نگانِ دکن" کی نسبت کیا رائے ہے[۱۸۳]؟

سید سلیمان ۹ر اکتوبر ۱۷ء

(۵۰)

دفتر دار المصنفین، اعظم گڈھ

شعبۂ دار التصنیف

مورخہ ۱۲ر دسمبر ۱۹۱۷ء

مکرمی زاد لطفہ،

آپ شاکی نہ ہوں تو یہ تقاضائے محبت ہے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ آپ کی تعمد فرمائی(غالباً) ن

---

[۱۸۱] وہی "مکالمات برکلے" مُراد ہیں، اُس وقت تک ترجمہ صرف ایک مکالمہ کا کرایا تھا۔

[۱۸۲] اشارہ ہے راجہ صاحب محمود آباد کے وعدہ در وعدہ انسائیکلو پیڈیا کی طرف۔ بلا بلا کی زبانی و تحریری یاد دہانیوں کے بعد ہم لوگ اس طرف سے اب بالکل مایوس ہوچکے تھے۔ انھوں نے تازہ کوئی وعدہ شاید دسمبر سے متعلق فرمایا تھا۔

کی تعمیل میں، میں نے نہ صرف تعویق بلکہ تساہل روا رکھا۔

مکاتیب[۱۳۴] کا یہ حصہ اس لئے زیادہ دلچسپ ہے کہ یہ ہمارے سامنے کے واقعات ہیں، یا کوئی اور سبب؟ آپ کا ریویو اب شروع ہونا چاہیئے، بغیر اس کے اول تو یہ کتابیں نہ نکل سکتی ہیں۔ اور نہ ہماری محنت کا معاوضہ ہو سکتا ہے، اور نہ مکاتیب کے جوہر کھل سکتے ہیں۔ بسم اللہ آئندہ ہفتہ میں میرے نام بکیٹ آجائے اور جنوری میں تحریر شروع ہو جائے۔ ایک صاحب بنام صحافی آپ کے ریویو کے منتظر ہیں، کہتے ہیں کہ اُن کو دیکھ کر لکھوں گا۔ مجھے آپ؟ کون؟ مہدی حسن صاحب[۱۳۵]!

مکالمہ کا اب صرف ایک نمبر اور باقی ہے، پھر خالی!

ہاں صاحب ایک گستاخی معاف کیجئے کہ ناظر کی غزل کے مقطع میں ایک لفظ گرتا تھا: "ایسی کشش کچھ حلقۂ دار و رسن میں ہے" حلقہ کی جائے حلقی حلق سے نیچے اُتر جاتی ہے، میں نے اُسے نگل دیا، سوائے اس کے چارہ نہ تھا: "کچھ ایسا جذب حلقۂ دار و رسن میں ہے" اس میں بھی الف دبتا ہے لیکن گرتا نہیں ہے[۱۳۶]۔ جذب اور کشش کے فورس میں جو فرق ہے وہ مانتا ہوں، لیکن چارۂ کار نہیں۔

---

[۱۳۳] سید صاحب۔ بہرحال اُس وقت تک جوان تھے، اور گفتگو کی حد تک زہد خشک کے نہیں، شعر و ادب کے تقاضوں کے پابند تھے ـــــ اخیر عمر کے سید صاحب پر اُس وقت کے سید صاحب کو ہرگز نہ قیاس کیا جائے۔

[۱۳۴] یعنی مکاتیب شبلی، حصۂ دوم۔

[۱۳۵] 'صحافی' کا لقب عام ہو کر بہت بعد کو چلا ہے۔ اُس وقت تک مہدی الافادی اسے اپنا لقب خصوصی سمجھے ہوئے تھے۔

[۱۳۶] سید صاحب کی یہ اصلاح بالکل صحیح اور اُستادانہ تھی۔

اب اوریجنل خط کا جواب لیجیے[۱۰۵]

میں نے اس دفعہ گاؤں کی لائبریری میں فلسفہ و سائنس کی کتابیں ڈھونڈھیں، کوئی خاص کتاب نہ ملی، پنجاب کے رسائل تو آپ کو بھی معلوم ہیں، البتہ ندوہ میں کچھ کتابیں ہیں، میں نے آپ کو دکھائی بھی تھیں ______ آج کل حاجی معین الدین صاحب ندوی انچارج کتبخانہ ہیں، اُن کو لکھئے وہ تعمیل کریں گے۔ پنجاب سررشتۂ تعلیم اور پنجاب ریلجس سوسائٹی کی فہرست منگوائیے۔ اردو میں اس وقت ان دو کے علاوہ سائنٹفک سوسائٹی علی گڈھ کی کتابیں ہیں، جن کو بک ڈپو علی گڈھ سے دریافت کیجیے۔

علم النفس والقویٰ بھی پنجاب ہی میں لکھی گئی ہے۔ غرض ترقی اردو، پنجاب سررشتۂ تعلیم، ریلجس بک سوسائٹی، سائنٹفک سوسائٹی، بعض متفرق کتابیں ہیں، جو ندوہ میں ہیں، ان سب کی فہرستیں یکجا کر لیجیے۔ مجھکو خود بھی اس کی ضرورت تھی، اب، آپ کے ہاں جو کام ہوگا، میں اس کی نقل لے لوں گا۔ جنوری کے بعد میں سرمایہ زبان اردو کی ایک فہرست فن وار بنواؤں گا، اس وقت فرصت کم ہے۔

اب تو آپ حیدرآباد سدھارے، لکھنؤ کا مزہ جاتا رہا[۱۰۸]۔ کلکتہ کی مجالس عامہ کے لئے کچھ لالچ ہے[۱۰۹]۔ میں ۲۳ کو روانہ ہو جاؤں گا۔ سُنا ہے حفیظ صاحب و عباری صاحب "برادن" حیدرآباد ہی میں کریں گے۔ ظفر صاحب یعنی ابو الاثر بہزاد کے "سعیدہ کے خطوط" دیکھے[۱۱۰]؟

والسلام سید سلیمان

---

۱۰۷ میں نے ایک ضابطہ کا خط اپنے دفتر سے سید صاحب کو لکھوایا تھا، کہ اُردو میں فلسفہ اور سائنس کی کتابوں کا ذخیرہ کتنا ہے، اور کہاں سے ملے گا۔

۱۰۸ میرے قیام حیدرآباد کے زمانہ میں، جو متصل گیارہ مہینے رہا، ادھر میرا حلقۂ احباب از راہِ ذرہ نوازی مجھے یاد کرتا رہا، اُدھر میں خود لکھنؤ کی یاد میں برابر تڑپتا رہا، حالانکہ لکھنؤ کے بہت سے لوگ (جن میں خاصی تعداد میرے عزیزوں دوستوں کی تھی) حیدرآباد میں موجود تھے۔

۱۰۹ سید صاحب اس سال (یعنی دسمبر ۱۹۲۸ء میں) مجلس علمائے بنگالہ کے سالانہ جلسہ کے صدر منتخب ہوئے تھے۔

(۵۱)

دفتر دار المصنفین - اعظم گڈھ

مورخہ ۸ ؍ جنوری ۱۹۱۸ء

مجبی تسلیم

سالِ نو مبارک! خوب رہی آپ میری تہنیت کا جواب ایک اور تہنیت سے دیتے ہیں، بھائی جان! انگلینڈ اور کلکتہ میں جو فرق ہے وہی میری اور آپ کی وجہ تہنیت اور ذریعہ اعزاز میں ہے۔[۱۹۱]

دسمبر کے آخری ہفتہ میں کلکتہ میں کیا دیکھا؟[۱۹۲] جوش و خروش، ہجوم و آواز، لیکن اُس دریا کا جوش و خروش جس کے تہ میں موتی نہیں، ان ہستیوں کا ہجوم جن کے اثبات وجود کے لئے خوردبین کی حاجت ہو، اُن آوازوں کا تلاطم جو معانی سے تہی ہوں ہر ذرہ کو مدعی انا الشمس اور ہر قطرہ کو قائل انا البحر دیکھا۔

علمائے نفسیات کے لئے ایسے اجلاس میں بڑے رموز و نکات تھے، میں نے مقامات

۱۹۰ھ "عبادی" (مولوی عبدالباری ندوی) اب سید صاحب کی جگہ پونا میں اُستاذ فارسی تھے، اور حفیظ صاحب غالباً بمبئی میں تھے۔ دونوں صاحب۔ ازراہِ عنایت "کرسمس" یا "بڑے دن" کی چھٹی منانے میرے ہاں آرہے تھے۔ "بڑے دن" کی تعطیل اُس وقت پورے ہفتہ عشرہ کی ہوتی تھی)

ظفر حسین خاں صاحب نے اپنا قلمی نام "ابو الاثر بہزاد" اختیار کیا تھا، اور ایک ناول سعیدہ کے خطوط کے عنوان سے لکھا تھا۔

۱۹۱ھ عجب اتفاق کہ عین اُسی زمانہ میں میں انگلستان کی فلسفیانہ انجمن "ارسٹوٹیلین سوسائٹی" کا ممبر منتخب ہوا تھا۔ اور سید صاحب جمعیۃ علمائے بنگالہ (کلکتہ) کے صدر نشین ہوئے تھے انگلینڈ اور کلکتہ سے اشارہ اسی جانب ہے۔

۱۹۲ھ کانگریس اور مسلم لیگ دونوں کے سالانہ اجلاس بھی اس وقت کلکتہ میں خوب زور شور سے اور گھن گرج کے ساتھ ہو رہے تھے۔ کانگریس کی صدر مسز اینی بسنٹ اور لیگ کے صدر مولانا محمد علی دونوں نظر بند تھے۔ اور اس نظر بندیٔ صدرین نے دونوں مجلسوں میں غیر معمولی جوش و خروش پیدا کر دیا تھا۔

مقدسہ کے ایک پاس شدہ رزولیوشن پر ایک دیوانہ وار مُقرر کو روک دیا کہ تم کو بولنے کا حق نہیں، اُس نے چلا کر کہا مسلمانو دیکھو مقامات مقدسہ کے تحفظ کے باب میں بھی کسی کو یہ بولنے نہیں دیتے، یہ نامرد حق و صداقت سے کس قدر ڈرتے ہیں، ایسے لعنتی جلسہ سے ابھی اُٹھ جاؤ" دفعتًہ بہت سے مسلمان اُٹھ گئے۔ میں نے دیکھا کہ آہن با آہن تواں کرد نرم۔ میں نے کہا مسلمانو! تم اپنے الفاظ سے خواہ وہ کس قدر سخت و خلافِ قانون ہوں، اپنے دل کی حقیقی ترجمانی نہیں کر سکتے، یہ جو خاموش مقدس علمائے کرام کی بزرگ صورتیں بیٹھی ہیں، یہ بیہودہ گو مقرر کیا ان سے زیادہ مقامات مقدسہ کا درد رکھتا ہے، فوراً ان الفاظ نے دریا میں سکون پیدا کر دیا، اور ہر طرف سے صدائے مرحبا مرحبا بلند ہو گئی۔

افسوس! پنجابی اخبارات کی بدولت اب کلکتہ بھی لاہور ہو گیا، ہر وہ شخص جو ایک ریم کاغذ کا مالک ہے، ایک اخبار نویس ہے۔[۱۹۳]

والدہ محمد علی[۱۹۴] کا ورود عوام کے حق میں مفید ہوا، کانگریس و لیگ دونوں میں پریذیڈنٹ کے پہلو میں اُن کو جگہ ملی، مسلمانوں کا ایک ہی ساز ہے اور وہ اُن کا اللہ اکبر کا جنگی ترانہ، محمد علی کی والدہ کا جلوس مسلمانوں کے نعرۂ اللہ اکبر اور ہندوؤں کی مائی جی کی جے کی آواز کے ساتھ بڑھتا تھا۔ مجھے تو شیخ گو کافر کہے، لیکن برہمنوں کا کلمۂ محبت[۱۹۵] میرے دل سے لگتا تھا۔

انجمن ترقی اُردو میں شیخ[۱۹۶] عبدالقادر کی تقریر، مخزن کی ولادت، شباب اور موت کے

۱۹۳؎ کتنی سچی بات یہ بھی سید صاحب کی زبان سے اللہ نے ادا کرا دی۔ جس پُر جوش اور بے لگام مقرر نے سید صاحب کے حکم صدارت کی عدول حکمی کی تھی یہ بھی پنجاب ہی کا ایک اخبار نویس تھا۔

۱۹۴؎ یہ "بی اماں" کہلاتی تھیں اور عمر بھر کی پردہ نشینی کے بعد اب شرعی پردے یعنی چہرہ کی ٹکیہ کھلے ہوئے برقع کے ساتھ باہر نکل آئی تھیں۔

۱۹۵؎ یعنی والدۂ مولانا محمد علی کے لئے "مائی جی کی جے"

۱۹۶؎ صدر جلسہ

حالات پر مشتمل تھی اور بس۔ مولوی عبدالحق صاحب کی رپورٹ حسبِ معمول بڑی مرعوب کن تھی،
باقی ہیچ۔ وہی تعلیم نسواں کی ضرورت[197]۔ رزولیوشن، تہنیت و تعزیت اور گورنمنٹ سے
درخواست۔ دوسرے تیسرے دن کانفرنس[198] میں خاک اڑتی تھی، لیگ میں خاصہ مجمع تھا، کانگریس
میں... صرف عورتیں ڈیلیگیٹ تھیں، پنڈال لکھنؤ سے بڑا تھا[199]۔

برکلے پہنچا[200]، ہمارے کاتبوں کی آپ سے گذارش ہے کہ ازراہِ قدردانی ایک خورد بین لے کر
ان کو بھیج دیجئے؛ میں نے کہا تم خود کلاں بین بن جاؤ تو خورد بین کی ضرورت نہ رہے[201]۔

نواب عماد الملک کی غیر معمولی خوشنودی سے دارالمصنفین کیونکر فائدہ اٹھائے۔ پریس
بڑھانے کی سخت ضرورت ہے۔ آپ کی نئی کتاب شکلاً کلکتہ میں دیکھی[202]۔

مولوی عبدالباری کی کتاب ۱۰۰ صفحہ چھپ گئی، ۳۰۰ باقی ہیں، سوانح الگ ہیں[203]۔

آپ مولوی وحیدالدین سلیم کو کیا روتے ہیں[204]، ......[205] کا مذاق کون سلیم ہے،

---

[197] عجب نہیں کہ اس سطر میں بجائے شیخ عبداللہ کے سہواً مولوی عبدالحق کا نام درج ہوگیا ہو۔ شعبۂ تعلیم نسواں اس وقت کانفرنس کا ایک لازمی جزء ہوتا تھا۔

[198] یعنی محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس۔ اپنے زمانہ کی ممتاز ترین ملی انجمن

[199] لیگ اور کانگریس کے دونوں اجلاس لکھنؤ میں ایک ہی سال قبل دسمبر ۱۹۱۶ء ہی میں ہو چکے تھے۔

[200] یعنی مکالمات برکلے کا مسودہ

[201] میری انتہائی بدخطی اور باریک نویسی پر بڑی لطیف اور سچی تعریض۔

[202] یعنی ترجمۂ تاریخ اخلاق یورپ جس کی پہلی جلد ابھی ابھی نکلی تھی۔ نواب عماد الملک سید حسین بلگرامی جو خود دارالمصنفین کی مجلس عاملہ کے صدر تھے۔ سید صاحب کا ذکر خیر اُن کی زبان سے سُن کر میں نے سید صاحب کو لکھ بھیجا تھا۔

[203] مولوی عبدالباری ندوی کی ایک کتاب مبادی علم انسانی (ترجمہ پرنسپلز آف ہیومن نالج) اور دوسری سوانح برکلے۔

[204] ان سے حیدرآباد میں از سر نو ملاقات ہوئی تھی (لکھنؤ سے مسلم گزٹ ۱۹۱۲ء میں انہیں کی ادارت میں نکلا تھا)

[205] ایک اور ادیب، مورخ و اہل قلم کا نام۔ اس وقت انجمن ترقی اردو کے خاص الخاص کارگزاروں میں تھے۔ اس وقت تک ماشاء اللہ قلم جوان ہے۔ سید صاحب کو اپنی رائے بعد کو ان کے متعلق ضرور بہتر کرنا پڑی!

اُن سے کوئی پوچھے کہ جب علم نہیں تو شعر گفتن چہ ضرور، اس قدر دردناک غلطیاں کرتے ہیں کہ (بمحاورۂ مولوی مسعود) مورومَلخ روتے ہیں۔ معاف کیجیے، آپ کے سوا انجمن ترقی اردو کے دوسرے دور کی کوئی کتاب زبان کی لفظی و معنوی غلطیوں سے پاک نہیں[۲۰۶]، پڑھنا مشکل ہوتا ہے۔ خدا جانے کیا کیا لکھ گیا، (بمحاورۂ دکن) تخفیف تصدیع!

آپ اُردو انسائیکلوپیڈیا کا سامان نہ کر سکے، مرہٹی انسائیکلوپیڈیا شروع بھی ہو گئی۔

سید سلیمان

(۵۲)

دفتر دار المصنفین، اعظم گڈھ

شعبۂ دار التصنیف

محب مکرم زاد لطفہٗ

مورخہ یکم فروری ۱۹۱۸ء

السلام علیکم۔ برٹش سفیر کابل حافظ سیف اللہ صاحب یہاں سے بھی کتابیں منگواتے ہیں[۲۰۷]، اگر وہ امیر صاحب کو ترجمہ و تالیف کے صیغہ کے لئے آمادہ کر سکیں تو کیا کہنا[۲۰۸]۔ حافظ موصوف کے سوا میرا اور کوئی وہاں شناسا نہیں، ہاں ایک صاحب شیخ ابراہیم ام۔ اے تھے جو حبیبیہ کالج میں استاذ تاریخ ہو کر گئے تھے۔ پونہ میں اُن سے ایک دو ملاقاتیں ہوئی تھیں، ہمارے شیخ عبدالقادر صاحب کے دوست تھے۔

انسائیکلوپیڈیا کے لئے راجہ صاحب کو تو چھوڑیئے، وہاں کی بڑی سرکاریں ٹٹولئے

---

[۲۰۶] میری دو کتابیں انجمن اس سے قبل چھاپ چکی تھی۔ فلسفۂ جذبات و فلسفۂ اجتماع۔

[۲۰۷] یہ نادیدہ مہربان اُس وقت میرے اوپر بہت زیادہ مہربان ہو گئے تھے۔ اور بڑی قدر افزائی کے مراسلے بھیجتے رہتے تھے۔ خدا معلوم کہاں کے تھے، اور پھر کیا ہو گئے۔ بعد کو کچھ پتہ نہ چلا۔ اللہ مغفرت فرمائے۔

[۲۰۸] حافظ صاحب کی خدمت میں یہ تجویز ڈرتے ڈرتے پیش کی تھی۔ اور اُدھر سید صاحب کو لکھ دیا تھا کہ آپ بھی اپنے کسی ذریعہ سے اس کی تائید کر سکیں، تو بہت خوب ہو۔ "امیر" اُس وقت تک شاہ افغانستان کا لقب تھا۔

کوئی ہمدرد رہے، روپیہ کی وہاں پرسش نہیں، آدمی چاہیئے، امین جنگ[۲۰۹] کو آزمائیے۔

مکالمات معارف کے ساتھ ساتھ الگ بھی چھپ رہی ہے، تیسرے مکالمہ سے صرف کتاب کی صورت میں چھپے گی، اِس وقت تک چار جزو چھپے رکھے ہیں ۱۰۰ اعلیٰ کاغذ پر۔

جی ہاں، سوانح برکلے، مبادی برکلے، مکالمات برکلے، ایک سلسلہ میں نمبروار ہوں گی۔

تاریخ اخلاق کی ایک جھلک کلکتہ میں دیکھی تھی، مگر اتبک اپنے دفتر میں دیکھنے کو نہ ملی۔ ظفر الملک صاحب یعنی مہتمم اعزازی دارالاشاعۃ انجمن ترقی اُردو نے میرے پاس نہیں بھیجی۔

اکبر،[۲۱۰] زندہ باد، سلمہ اللہ الاکبر۔

مولوی حمید الدین صاحب کی سائیکالوجی بالکل یہی ہے، خوب آپ سمجھے۔

صاحب! ایک آدمی عربی خواں، اور اس کے بعد پرائیوٹ انگریزی خواں، وسیع العلم عربی اور انگریزی دونوں فلسفوں سے گہری واقفیت والے، چھپرہ میں ملے۔ ایک کتبخانہ کے مالک بھی، گھنٹوں صحبت رہی۔ فارابی و ابن سینا سے لے کر اسپنسر و برکلے تک گفتگو رہی۔ نہایت صاحب مذاق، سخت حیرت ہوئی وہ برکلے کے فرسٹ پرنسپلز[۲۱۱] کا ترجمہ کر رہے ہیں۔ میں نے ترجمہ دیکھا، نہایت سلیس اور اصطلاحات برمحل پر خاص قابو۔ آمادہ کیا ہے کہ وہ اس کو شایع کرائیں۔ گھر کے رئیس ہیں، اور یہی ایک عیب ہے۔ بکار نیٹر[۲۱۲] کوئی صاحب ہیں،

---

۲۰۹ سر امین جنگ، مولوی احمد حسین ایم اے معتمد پیشگاہ اعلحضرت نظام، خصوصًا ہندو فلسفہ کے ماہر، اور میری بڑی قدر افزائی کرنے والے تھے۔

۲۱۰ میرا پہلا بچہ، چند ماہ کی عمر کا۔ اس کا نام حضرت اکبر الہ آبادی کے نام پر "اکبر" رکھا تھا۔ اس کی شور بہ چشی کی رسم میں نے مولانا حمید الدین فراہی (مفسر القرآن) پرنسپل مدرسہ نظامیہ سے کرائی تھی

۲۱۱ برکلے، کا نام شاید سہوًا قلم سے نکل گیا۔ اغلبًا مراد اسپنسر کی فرسٹ پرنسپلز سے ہوگی۔

۲۱۲ اس نام کے مشہور اہل قلم انگریزی میں دو ہوئے ہیں۔ واللہ اعلم یہاں کون مراد ہیں۔

اُن کے ایک باب کا ترجمہ میں ساتھ لایا کہ معارف میں دوں۔

مولوی یونس صاحب [۲۱۳] ہمارے ہاں فیلو ہیں، میں بھی ان کا قدر داں ہوں، ہونہار ہیں، اب تک انھوں نے مجھے اس باب میں کچھ نہیں لکھا ہے۔

"شبلی سوسائٹی" [۲۱۴] کی ممبری کا حق مجھ جیسے ثقیل المذاق کو بھی ہوگا۔ والسلام

سید سلیمان

(۵۳)

دفتر دار المصنفین، اعظم گڈھ

شعبۂ دار التصنیف

مورخہ ۱۴ر فروری ۱۹۱۸ء

مکرم

نامۂ مبارک آیا، انسائیکلوپیڈیا کے متعلق راجہ صاحب کا جو جواب آئے فوراً مطلع فرمائیے کلکتہ میں اُن سے کئی بار سامنا ہوا، زبان پر آتے آتے رہ گیا، میں نے اس دفعہ معارف میں بھی ایک نوٹ اس پر لکھا ہے۔ حیدر آباد کی اسکیم کب بنائیے گا؟ دل متعلق ہے۔

آپ کا خط اور ظفر الملک کا مرسلہ پکیٹ اخلاق یورپ ساتھ پہنچا، ترجمہ میں آپ کا طریقۂ زبان اور تعلیم کے لئے مناسب ہے، لیکن دیکھئے یہ فقرہ مولوی عبد الباری صاحب نہ سُننے پائیں، ورنہ سر کھالیں گے۔ [۲۱۵]

---

[۲۱۳] جواں مرگ مولوی محمد یونس فرنگی محلی، مترجم "روح الاجتماع" وغیرہ۔ بڑے ہونہار اور صاحب علم نوجوان تھے۔ میں نے سید صاحب کو لکھا تھا کہ ان سے کام لیجئے۔ بیچارہ دق میں مبتلا ہو کر اخیر ۱۹۲۱ء میں وفات پاگئے۔

[۲۱۴] مہدی الافادی، صاحب "افادات مہدی" نے مجھے لکھا تھا کہ شبلی اکیڈمی تو ایک بھاری بھرکم ٹھوس چیز ہے، ایک ہلکی پھلکی چیز "شبلی سوسائٹی" کے نام سے چلائیے۔ وہ اپنے نام کے ساتھ "الافادی" لکھا کرتے تھے۔

[۲۱۵] مولوی عبد الباری صاحب ندوی اُس وقت تک ترجمہ میں لفظی پابندی کے قائل تھے۔

امیر صاحب[۲۱۶] کے سامنے یہی انسائیکلوپیڈیا والی اسکیم پیش کیجئے، تین چار لاکھ کا سرمایہ صرف حیدرآباد سے تو نہ مل سکے گا۔

افادی الاقتصادی صاحب[۲۱۷]۔ افادی پہلو تو لیتے ہیں، لیکن اقتصادی پہلو سامنے نہیں رکھتے۔ بات یہ ہے کہ سال میں اگر چار پانچ کتابیں نکلیں تو تین چار ہزار روپے صرف ہر سال آتے ہیں اور وصول ہر سال صرف چوتھائی قیمت ہوتی ہے۔ آجکل جنگ نے کاغذ کو روپیہ سے زیادہ گراں کر دیا ہے، اس سال کے پروگرام میں وہ بھی شامل ہے۔

مولوی عبد الباری صاحب سے میں نے یہ رائے ظاہر کر دی ہے کہ برکلے اور اس کا فلسفہ تین سلسلہ میں ہو، (۱) سوانح و تصنیفات، مبادی، مکالمات، دو پچھلے سلسلے تو تیار ہو جائیں گے، مبادی پوری چھپ گئی، مکالمات نصف سے زیادہ شاید ہو گئی، اب آخر میں انہوں نے سوانح بھیجے، ان کی رائے ہے کہ سب ساتھ شایع ہوں منطق تو یہی چاہتی ہے۔

اب کے میں نے انجمن پنجاب کی فلسفیانہ اردو کتابوں کا پورا سیٹ منگایا ہے، طبعیات، منطقیات، فلکیات، قانون ہر صیغہ پر آج سے ۲۵ برس پہلے کی کتابیں ہیں۔

مولوی عبد الحق صاحب نے اصطلاحات کی کاپی بھیجی تھی، میں کیا بتاتا، یوں ہی کچھ سٹ پٹ چار بچار رائے لکھ کر بھیج دی۔ جامع نے انھیں کتابوں کے اخیر سے اصطلاحات بعینہ نقل کر لی ہیں۔

چند روز ہوئے حیدری صاحب[۲۱۸] نے عثمانیہ یونیورسٹی کا نصاب دینیات بھیجا ہے۔ آپ کو وظیفہ مل جائے تو لکھنؤ کی رونق رفتہ پھر آ جائے[۲۱۹]۔ والسلام

سید سلیمان

---

[۲۱۶] یعنی امیر افغانستان کے سامنے، انھیں حافظ سیف اللہ کے واسطے سے۔ ملاحظہ ہو حاشیہ [۲۰۰] مکتوب ۵۳۔

[۲۱۷] مہدی صاحب اس وقت تک اپنے نام کے ساتھ "الافادی" کے علاوہ "الاقتصادی" کا بھی اضافہ کرتے تھے۔

[۲۱۸] سر اکبر حیدری، ہوم سکریٹری دولت آصفیہ، عثمانیہ یونیورسٹی کے کرتا دھرتا بعد کو فنانس منسٹر ہو کر نواب حیدر نواز جنگ ہوئے۔

[۲۱۹] میں نے حیدرآباد میں اپنے لئے عرضداشت پیش کی تھی کہ قید ملازمت سے آزاد کرکے مجھے حالی و شبلی کی طرح تصنیفی وظیفہ دے دیا جائے، کہ جہاں چاہوں رہ کر تصنیفی و علمی خدمات انجام دیتا رہوں ــ سید صاحب قدرۃً اس کے ان کی یہ خواہش پوری نہ ہو سکی

(۵۴)

[یہ ایک پوسٹ کارڈ ہے، جس پر حیدرآباد پہنچنے کی مُہر ۲۵ر مارچ کی ہے۔ افسوس ہے کہ پانی کے اثر سے سارا خط مٹ گیا ہے، ایک لفظ بھی نہیں پڑھا جا سکا]

(۵۵)

دفتر دارالمصنفین، اعظم گڈھ

مورخہ ۲۹ر مئی ۱۹۱۸ء

کرم فرما تسلیم

میرے ایسے نصیب کہاں کہ اُسی دن کے خط کا اُسی دن جواب لکھوں، آپ کے ۱۶ر اپریل کے خط کا جواب ایک مہینہ دو دن کے بعد آج دیتا ہوں۔

میری مداحی اور شناگستری کا جو فرض آپ ادا کرتے ہیں[۲۲۰] اُس کا شکریہ کون ادا کرے، کیونکہ آپ کی بلند مدح وستائش کا ہیرو وہ "سلیمان" تو ہو نہیں سکتا جو راقم الحروف ہے۔

نواب امین جنگ جن کا قدیم نام احمد حسین صاحب ہے، میں اُن سے اچھی طرح واقف ہوں، مدراسی ہیں۔ اُن کے خسر ندوہ کے مہربانوں میں ہیں۔

کلکتہ کے بعض اخبارات مجھ سے اس لئے خفا ہیں کہ گذشتہ صدارت کے موقع پر میں نے ان کی متحکمانہ رائے کو جلسہ میں وقعت نہیں دی اور اُن کو اُٹھ کے چلا جانا پڑا۔ اشعراء کی نسبت معلوم ہے کہ

"جو شاعر برنجد بگوید ہجا،

دربار کے شعرا جو کام مدح و ذم کا پہلے کرتے تھے اب وہ ہمارے اخبار کے اڈیٹر کے سپرد ہے[۲۲۱]۔

۲۲۰ے اب خدا معلوم میری کن تحریروں اور گفتگوؤں کی طرف یہ اشارہ ہے۔ عجب نہیں کہ میں نے انگریزی میں کوئی مضمون لکھا ہو، یا سر امین جنگ وغیرہ سے زبانی کوئی گفتگو کی ہو۔

۲۲۱ے کلکتہ کے بعض اردو روزنامے، جن میں سید حبیب شاہ پنجابی کا اخبار پیش پیش تھا، اُس وقت سید صاحب کے بُری طرح پیچھے پڑے ہوئے تھے۔

آپ کی سازش کے متعلق مولانا حمید الدین صاحب سے دریافت کیا اُنھوں نے صاف انکار کیا، آدمی وہ سچے ہیں[۲۲۲]۔ میرے خیال میں وحید الدین سلیم اور ظفر علی خاں کا وجود اس میں ضرور کچھ نہ کچھ کام کرتا ہو گا۔

"اسباق" کا لفظ[۲۲۳] آپ لغت میں ڈھونڈتے ہیں، عربوں میں تعلیم کہاں تھی جو اسباق کا مفہوم اور اس کے لئے لفظ اُن کے ہاں ہوتا، یہ عجمی استعمال ہے اور عربی کتابوں میں بھی آجاتا ہے۔ چنانچہ شرح وقایہ کے مقدمہ میں بھی ہے۔ فرشِ نفیس، والا اعتراض بھی مہمل ہے۔

آپ کی ترقی کی خبریں سُن کر خوش ہوتا ہوں۔ حال کے دام تزویر میں آپ کا دامن الجھ جانا باعث افسوس ہوا۔ پرسوں آپ کے خط میں اس قسم کی بات تھی، مولوی عبدالباری صاحب نے بیان کیا، اتفاق سے ایک صاحب نے کچھ فقرے کہے، جو خود مولوی عبدالباری صاحب سے متعلق تھے، ہم لوگوں کو بھی ہنسی آگئی، اس پر اس قدر چراغ پا ہوئے کہ رات بھر نہیں بولے، آخر صبح کو اُن کو زبردستی راضی کیا گیا، یہ اُسی قسم کا غصہ تھا، جیسا یاد ہو گا کہ ۱۶ء کے دسمبر میں لکھنؤ میں میرے مکان پر[۲۲۴]!

۲۲۲؎ اُس وقت کے میرے ملحدانہ عقیدے تو ظاہر ہی تھے، اب میں نے جو درخواست تصنیفی وظیفہ کی پیش کی، اُس پر جو لوگ مجھ سے "غیر ملکی" یا "ہندوستانی" ہونے کی بنا پر ناخوش تھے اُن کو اور دکھنی اخبارات کو ایک بہانہ مل گیا۔ مذہبی گروہ سے مل کر میرے خلاف ایک شدید محاذ جنگ قائم کر دیا گیا۔ مجھے اطلاع یہ ملی تھی، کہ مولانا حمید الدین صاحب بھی اس جماعت کے شریک ہیں، اور یہ روایت میں نے سید صاحب کو پہنچا دی تھی۔

۲۲۳؎ مولانا حمید الدین صاحب کی ایک کتاب کا نام "اسباق النحو" تھا۔ اس پر مولانا علی حیدر نظم طباطبائی نے اعتراض کیا تھا کہ "اسباق" عربی نہیں بلکہ عجمی یا ہندی جمع ہے، اور "سبق" اس معنی میں عربی ہی نہیں۔ صحیح "درس" و "دروس" ہیں۔ میں نے سید صاحب سے اس کی تحقیق چاہی تھی۔ دوسرا اعتراض اسی کتاب کے فقرہ "فرشٌ نفیسٌ" پر تھا، کہ یہ کوئی عربی محاورہ نہیں خالص ہندی ہے۔

۲۲۴؎ تعلقات کی لمبی زندگی میں اچھے سے اچھے مخلص اور سمجھدار دوستوں کے درمیان اس قسم کی ناگواریاں پیش آہی جایا کرتی ہیں۔ اور پھر اُس وقت تو نہ سید صاحب مرتبہ شیخیت پر فائز تھے، نہ مولوی عبدالباری صاحب۔ اور یہ آج کل دار المصنفین ہی میں مقیم تھے۔

برکلے تیار ہوگئی، اب مکالمات کی باری ہے، تیسرا حصہ وی پی نہ بھیجئے۔ ہاں جناب کون صاحب "معاصرانہ چشمک" کے مصنف ہوں گے؟[۲۲۵]

آج کل میر اکبر حسین صاحب اور ڈاکٹر اقبال کی پرائیوٹ چل رہی ہے، دونوں کے خط یہاں آتے ہیں۔[۲۲۶]

والسلام

سید سلیمان

(۵۵)

دفتر دارالمصنفین، اعظم گڈھ

مورخہ ۱۵؍ جون ۱۹۱۸ء

مکرم سلام علیک

آپ کے نام لینے سے یاد آیا، ادھر چند مہینوں سے ذخیرہ ہمارے ہاں نہیں آتا۔ آپ کا مضمون "حالی" پر بھی نظر سے نہیں گزرا۔ آج ہوش صاحب کو خط لکھا ہے کہ پچھلے نمبر بھیج دیں۔[۲۲۷]

۲۲۵ء یہ حالی و شبلی کی معاصرانہ چشمک "مہدی الافادی" کے قلم سے تھی۔ یہ میرے اوپر کمال درجہ مہربان تھے اپنی تحریروں سے سب سے پہلے مجھی کو مطلع کرتے۔ اور پھر خبر میرے واسطے سے سید صاحب وغیرہ کو پہنچتی۔

۲۲۶ء اقبال کی فارسی مثنوی اسرار خودی کا جو پہلا ایڈیشن نکلا، اُس میں بدعی و رواجی تصوف پر اچھی خاصی تعریض تھی اور خواجہ حافظ کی شاعری کا تو نام لے کر الحذر از حافظ صہبا گسار وغیرہ تھا۔ پیروں و مشائخ کے سارے طبقہ میں اس سے کھلبلی مچ گئی، اور مشہور یہ کر دیا گیا کہ اقبال نفس تصوف کے مخالف ہیں۔ اللہ مغفرت کرے، خواجہ حسن نظامی صاحب نے اُسے خوب اُچھالا۔ حضرت اکبر بھی اس پروپیگنڈے سے متاثر ہو گئے۔ حالانکہ بدعی تصوف کے وہ خود بھی منکر تھے۔ ایک عرصہ تک دونوں اکابر کے درمیان ملال خاطر قائم رہا۔

۲۲۷ء ماہنامہ ذخیرہ اُس وقت حیدرآباد سے نکل رہا تھا۔ اسی میں میرا مضمون "حالی کا رنگ تغزل" نکلا تھا۔ مدیر ہوش بلگرامی تھے۔ جو آگے چل کر نواب ہوش یار جنگ ہوئے اور میرے اور سید صاحب دونوں کے ایک مخلص دوست۔ متوفی غالباً ۱۹۵۵ء۔

"متاخرین کی معاصرانہ چشمک"، "آخر کس کی "آنکھوں" کا اشارہ ہے؟ ایسا نہ ہو کہ "دکن کی چشم نمائی" کے لیے جملۂ "اللہ اکبر" ہو، میرا خیال ہے کہ قاضی صاحب ہوں گے یا ہاشمی صاحب! [۲۲۸] نو واردوں میں کوئی تیسرا نہیں ہو سکتا۔

مولوی عبدالباری صاحب کو چھیڑنا تو فریضۂ متانت ہے۔ [۲۲۹]

ہاں مولوی یونس فرنگی محلی ابھی خام نویس اور نو مشق ہیں۔ گرانی کا یہ عالم ہے کہ اُن کی کتاب میں ہاتھ لگانے کی ہمت نہیں پڑتی۔ جو ولایتی کاغذ ہمارے ہاں ان کے مطبوعات میں لگتا ہے اس کی اصلی قیمت للعہ رہے، آجکل ۸ روپے رم ہے۔

"فریادِ اکبر" کے جواب میں "ترانۂ اقبال" آیا ہے، جون میں پڑھیئے گا۔

انسائیکلوپیڈیا کی تائید میں تو عمادالملک ایک خط مجھکو لکھ چکے تھے، اب پھر لکھوں گا۔

ہاں آپ کا نیو انڈیا نوٹ اُردو اخبارات کے کالموں میں بھی آیا، اودھ اخبار نے مخالفت میں اور مشرق نے تائید میں نوٹ لکھے۔ [۲۳۰]

---

[۲۲۸] سید صاحب کا ذہن مہدی الافادی کی طرف منتقل نہ ہوا۔ وہ قاضی تلمذ حسین اور سید ہاشمی فریدآبادی ہی کی طرف گمان کرتے رہے

[۲۲۹] اُس زمانے تک سید صاحب، مولوی عبدالباری صاحب ندوی سے چھیڑ چھاڑ برابر جاری رکھے ہوئے تھے۔ شیخ طریقت اُس وقت تک یہ ہوئے تھے نہ وہ۔ بلکہ سلسلۂ تصوف کے بڑی حد تک منکر ہی دونوں صاحب تھے۔ یوں بھی ہر ایک کے حالات میں عمر اور زمانے کے ساتھ بڑے بڑے اُتار چڑھاؤ پیش آتے رہتے ہیں۔ مادرزاد ولی اللہ کون ہوتا ہے۔ آج ان خطوط کی حیثیت محض تاریخی ہے۔ ورنہ اخیر زمانہ کے سید صاحب اور اس وقت کے مولوی صاحب ممدوح کو ان چیزوں سے کیا نسبت۔

[۲۳۰] نیو انڈیا! مسز بسنٹ کا انگریزی روزنامہ تھا، اُس وقت بڑی شہرت کا مالک۔ انھیں کا ایک انگریزی ہفتہ دار کامن ویل (COMMON WEAL) کے نام سے بھی مدراس سے نکل رہا تھا۔ یہ زمانہ وہ تھا جب جنگِ عظیم یورپ کو بہت طول کھنچ چکا تھا، جمہوریۂ امریکا کے صدر ولسن نے ۱۴ بنیادی اصول صلح دامن شائع کئے تھے۔ ان "اصولِ چہاردہ" کی دھوم ہر طرف مچی ہوئی تھی۔ میں نے بھی "مزید اصولِ چہاردہ" انگریزی میں لکھ کر اسی ہفتہ وار میں شائع کئے تھے۔ سید صاحب بجائے اس کے سہواً روزنامہ کا نام لکھ گئے، اور ہندوستان میں ان پر بھی خاصی بحث ہوئی۔ — اودھ اخبار لکھنؤ کا قدیم روزنامہ، مشرق (گورکھپور) حکیم برہم کا ہفتہ وار

آپ کا دوسرا مضمون رسم الخط والا کب آئے گا

ہاں "زہ و پشیماں" کا نام اب بدل دیجیے کہ پشیمانی کے بجائے آپ کو اس میں کامیابی ہوئی، اب یہ نام غیر واقع ہو گیا۔

"سمی احمد" میرے عزیز تو نہیں ہاں قریب الوطن ہیں۔ ہاں بیرسٹر محی الدین وہی ہیں، افسوس اُن کے والد مولوی عبد الغنی صاحب کا انتقال ہو گیا۔[۲۳۲]

"مکالمات برکلے" کی بابت بار بار عرض کیا، مگر آپ ہمیشہ اس سے اعراض کر گئے، پہلے تو آپ کو جلدی تھی اب مجھے جلدی ہے، چار پانچ مہینے سے وہ پڑی ہے، اب تک تو وہ قابل فروخت ہو چکی ہوتی۔ آپ جس طرح اس کو بھجیں مجھے منظور ہے۔ "آپ سابق و لاحق" ملا کر ایک وی پی کیجیے، اس میں پس و پیش کیا ہے، یا آپ جس طرح چاہیں اس "مکالمہ" کو طے کیجیے، کاغذ روز بروز گراں ہو رہا ہے۔[۲۳۳]

لطیفہ سُنا! جس "ذات بزرگ" نے آپ سے یہ کہا کہ مولوی حمید الدین صاحب آپ کے مخالف ہیں، اسی نے ادھر اُن سے کہہ دیا کہ وہ آپ کے مخالف ہیں۔ ہم لوگوں نے مولوی صاحب اُن کا "مذاق سلیم" اچھی طرح سمجھا دیا ہے، وہ بھی جانتے تھے، واقعہ کچھ نہیں یہ مقتضائے طبیعتش این است"[۲۳۴] ہے۔ ہاں مولوی عبد الحق یا سلیم تو "چشمک باز" نہیں؟ ابھی یوں ہی سا شبہ ہوا۔[۲۳۵]

والسلام سید سلیمان

۲۳۱؎ میرا وہی گمنام ڈراما جس پر ایک دیباچہ سید صاحب کے قلم سے بھی تھا۔ مہاراجہ کشن پرشاد نے اس کی قدر خاص طور پر فرمائی۔ اس کی قیمت ایک اٹھنی تھی۔ انھوں نے اس کے بجائے دو اشرفیوں میں اُسے خریدا۔

۲۳۲؎ مولوی عبد الغنی وارثی بہاری مرحوم، اسسٹنٹ اکاؤنٹنٹ جنرل حیدر آباد، صاحب علم اور بڑے دیندار۔ میرے اوپر بہت مہربان ہو گئے تھے اور حیدر آباد سے پنشن لے کر حال ہی میں اپنے وطن گئے تھے۔ محی الدین صاحب بیرسٹر بہاری ثم حیدر آبادی ثم کراچوی۔ سمی احمد بہاری ثم حیدر آبادی۔

۲۳۳؎ دلی تکلیف و ندامت آج اس خیال سے ہو رہی ہے کہ مکالمات برکلے کے باب میں سید صاحب کے اس قدر انقباض قلب کا باعث بنا۔ خیال اب ایسا ہوتا ہے کہ اُس کے معاملتی پہلو کے طے کرنے میں تاخیر میری ہی طرف سے ہوتی رہی۔

(۵۷)

دفتر دارالمصنفین، اعظم گڈھ

مورخہ ۲ر رمضان المبارک ۳۶ھ

محب مکرم السلام علیکم

آپ نے جواب فتویٰ کا شکریہ ادا کر کے میرے "ثواب اتقا" کو کم کرنے کی کوشش کی ہے،[۲۳۶] اسی لیے میں نے مکرر شکریہ کی رسم توڑ دی۔ آپ کے "چشمک باز" صاحب پر ایک شعر یاد آیا، داد دیجیے گا۔

اللہ ری تاب حسن کہ تیرا دُرِ بلاق　　"چشمک زنی" کرے ہے عقیق یمن کے ساتھ[۲۳۷]

جون کے ذخیرہ کا منتظر ہوں، دیکھئے کس "جون" نکلے۔[۲۳۸]

---

۲۳۴ یہ ذکر ایسے صاحب کا چل رہا ہے، جو حیدرآباد میں مولانا حمیدالدین کے ہم خانہ تھے اور مدت ہوئی مرحوم ہو چکے ہیں۔ اللہ انھیں معاف فرمائے۔

۲۳۵ اصل "چشمک" نویس کی طرف سید صاحب کا ذہن محض عنوان سن کر، اب بھی منتقل نہ ہوا۔ اور ان کا ذہن ان دونوں کی طرف چل رہا تھا۔ سید صاحب اگر اصل مضمون کا کچھ حصہ بھی پڑھ لیتے تو فوراً اصل مضمون نگار کو سمجھ جاتے۔

۲۳۶ میرے اوپر اب حیدرآبادی پریس میں ایک (یا کہ وہ اس وقت تھا) بڑا زرنہ تھا۔ میری کتاب فلسفۂ اجتماع جو فی الواقع ملحدانہ تھی، کے اقتباسات لگ کے طول و عرض میں پھیلا دیئے گئے تھے، اور ان کی بنا پر فتاوائے تکفیر دھڑا دھڑ موصول ہو رہے تھے۔ اور روزنامہ صحیفہ (حیدرآباد) خوب خوب انھیں اچھال رہا تھا! —— میری تحریک پر دوستوں نے ایک دوسرا استفتاء مرتب کر کے بھیجا تھا، جس کے جواب میں دو ایک موافقانہ جوابات فرنگی محل لکھنؤ سے موصول ہو گئے تھے اور ایک موافقانہ جواب سید صاحب کی طرف سے آیا تھا، جس پر تائیدی دستخط مولانا عبدالسلام ندوی کے بھی تھے۔

۲۳۷ میرے حافظہ میں مضحک اشعار کا پورا خزانہ محفوظ تھا، سید صاحب بھی جس وقت طبائبت پر آتے، اس صنف کے بھی خوب جوہر دکھاتے۔

۲۳۸ ذخیرہ کے جون نمبر میں وہ مضمون "چشمک" والا نکلنے کو تھا۔ "جون" (ہندی میں مراد "وقت") اور ماہ جون میں مناسبت ظاہر ہے۔

ہاں جناب مکالمات بر کلے میں رواداری اب نہیں برتی جائے گی جس طرح ممکن ہو تکمیل کر کے روانہ فرمائیے ورنہ تمام سلسلہ بیکار ہو جائے گا۔

مولوی حمید الدین صاحب کا خط گھر میں آیا ہے کہ وہ استعفا دینے والے ہیں، آپ نے بھی اشارہ کیا تھا۔ کیا یہ واقعہ ہے؟ میں آپ کے مدراسی نفر سے واقف نہیں[239]۔ فرمائیے مولوی حبیب الرحمٰن خاں صاحب کی کیا پالیسی رہی[240]۔ ان کی نسبت کیا چہ میگوئیاں ہیں؟ حیدر آباد پہنچنے پر پہلا خط تو ان کا آیا ہے بلا سوال۔

مولوی عبد الباری جب سے گئے ہیں[241]، ان کا کوئی عنایت نامہ نہیں آیا، خدا جانے کس حال میں ہیں۔

کیا یہ اٹھا ہوا فتنہ اب تک بیٹھا نہیں[242]؟

مکالمات کا دوبارہ تقاضا! والسلام

سید سلیمان ندوی

(۵۸)

دفتر دار المصنفین، اعظم گڈھ

مورخہ ۱۷ جولائی ۱۹۱۵ء

محب مکرم سلام علیک

آپ کا فرمانا سر آنکھوں پر، لیکن اصل شے آجکل زبان نہیں، بلکہ روپیہ ہے مولانا

---

[239] میرا تعلق سررشتہ تالیف و ترجمہ سے تھا، میری اور پھر دوسروں کی بھی، تحریروں کی مذہبی نگرانی کے لئے مولوی صفی الدین صاحب مدراسی کا تقرر ہوا تھا۔

[240] مولانا شروانی، صدر الصدور صیغۂ امور مذہبی کی حیثیت سے نئے نئے دکن پہنچے تھے۔ مجھے اس وقت تک شخصی نیاز حاصل نہ تھا، گو واقف ایک دوسرے سے خوب تھے۔

[241] یعنی پونا، جہاں وہ فارسی کے اسسٹنٹ پروفیسر ہو کر گئے تھے

[242] سوال میری اسی شورش تکفیر سے متعلق ہے، جو اس وقت خوب زور شور سے جاری تھی۔

شروانی کا بھی خط آیا ہے، لیکن روپیہ نہیں۔ بہر حال آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ ایک مہینہ سے میں نے شعر العجم کا کام متوکلاً علی اللہ دار المصنفین کے سرمایہ سے شروع کردیا ہے۔ دار المصنفین کے قواعد و ضوابط مرسل ہیں، لیکن بہت "بلجٹر" ہیں بدلنے کی ضرورت ہے۔

مکالمات جلد سے جلد بھیجیے۔ انگریزی پرچہ میں بھائی! دار المصنفین بیچارہ پر کون کرم کرنے والا ہے۔[۲۴۳] مشرق کے سنا ہیں فلسفۂ اجتماع پر پڑھے[۲۴۴]۔

سیرۃ چھپکر جلد اول تمام ہوگئی ، والسلام

سید سلیمان

(۵۹)

دفتر دار المصنفین، اعظم گڈھ

مورخہ ۲۸ جولائی ۱۹۱۰ء

مکرم سلام علیک

والا نامہ مع قطعہ نیو انڈیا[۲۴۵] باعث سرفرازی ہوا، تاخیر جواب اس لئے ہوئی کہ مجھے اپنے پچھلے نیاز نامہ کے جواب کا انتظار تھا، آخر بتقیدمی دوبارہ کرتا ہوں۔

سب سے اول صحت مزاج کا مژدہ سنائیے[۲۴۶]، امید ہے کہ اب آپ بخیریت ہوں گے۔

۲۴۳ھ میں نے بمبئی کے اُس وقت کے مشہور روزنامہ بمبئی کرانیکل میں ایک مضمون لکھ کر دار المصنفین کا تعارف کرایا تھا۔ سید صاحب کو اطلاع صرف مضمون کی دے دی تھی، مضمون نگار کے نام کی نہیں۔

۲۴۴ھ میری حمایت اور صفائی میں متعدد مضمون مختلف ناموں سے مشرق (گورکھپور) میں نکلنے شروع ہو گئے تھے، جن میں سے بعض خود میرے ہی تھے، ایک مفصل مضمون مولوی عبد الباری صاحب ندوی کے قلم سے تھا، ایک ضیاء الدین احمد برنی کا۔ اور کوئی ایک خود اڈیٹر صاحب مشرق کے قلم سے۔

۲۴۵ھ اپنے وقت کا ایک مشہور ترین روزنامہ دار المصنفین ہی سے متعلق کچھ اس میں لکھ بھیجا تھا۔

۲۴۶ھ میں اس زمانہ میں بہت سخت علیل ہو گیا تھا۔ APPENIDICITIS کا حملہ تھا۔ بس اللہ نے ایک طبیب حاذق کے واسطہ سے جان ہی بچا لی۔

کبھی کبھی میاں اکبر سلمہ اللہ الاکبر[۲۴۷] کی خیر خیریت بھی سنا یا کیجئے، میرا بچہ سہیل[۲۴۸] ہے۔

نیوانڈیا میں دار المصنفین کی نسبت جو کچھ آپ نے گوہر افشانی فرمائی اُس کا شکریہ قبول فرمائیے، خصوصًا میری ذات کی نسبت جس حُسنِ ظن کا اظہار ہوا وہ امکانِ تشکر سے باہر ہے۔

شبلی سوسائٹی کی نسبت آپنے[۲۴۹] کچھ اظہار خیال نہ فرمایا۔ "مبادی علم انسانی" مرسل ہو چکی ہے سخت ناقدری ہوگی اگر آپ کے قلم سے اس کی تنقید نہ شایع ہو، ہمارا کچھ لکھنا تحسین ناشناس کا مصداق ہے، امید ہے کہ ستمبر نمبر میں یہ تنقید معارف کے صفحوں پر نمایاں ہوگی۔

"مکالمات برکلے" کی نسبت کیا فرماتے ہیں؟ آخر کب تک؟

ایک بات میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں، لیکن بار بار قلم رُک گیا۔

میرا عزیز ادبھائی، دو برس ہوئے کہ اُس نے بی۔ ایس۔ سی کا امتحان پاس کیا، سائنس اور میتھمیٹکس میں بہت تیز ہے۔ فارسی اور اردو معمولی اور عربی کچھ نہیں جانتا، کیا اُس کے لئے وہاں کوئی موقع ہے؟

ایک اور میرا بھائی جو ندوہ کا فاضل ہے، مولوی عبد الباری کا رفیق درس، فراغت کے بعد اُس نے انگریزی شروع کی، امسال بی اے کا امتحان دیا لیکن فیل ہوا، اب ہمت ہار دی، اور ملازمت کا خواہاں ہے۔ فارسی عربی پر نہایت قابو ہے، اُردو خاصی جانتا ہے۔ نہایت ذہین، طباع اور تیز ہے۔ کیا اُس کی کھپت وہاں ہو سکتی ہے؟ تنخواہ سو سوا سو بھی ہو تو کافی ہے۔ اس کے متعلق کس کو درخواست دی جائے، اور آیا کامیابی ممکن ہے؟

سیرۃ جلد اول مکمل ہوگئی ۵؍ اگست کو بھوپال جانا ہے، بیگم صاحب کی خدمت

۲۴۷؎ میرے سب سے پہلے بچہ کا نام حضرت اکبر الہ آبادی کے نام پر اکبر تھا۔ ۱۳ مہینہ کا ہو کر جاتا رہا۔

۲۴۸؎ سید صاحب کے بڑے صاحبزادہ کا نام۔ محکمۂ آبکاری میں تھے اس وقت مشرقی پاکستان میں کسی عہدہ پر ہیں۔

۲۴۹؎ "پرنسپلز آف ہیومن نالج" کا ترجمہ مولوی عبد الباری صاحب ندوی کے قلم سے

میں پیش کرنا ہے، سیرۃ عائشہ بھی پیش ہوگی۔ والسلام

سید سلیمان

(۶۰)

شاہجہان آباد، بھوپال

کرمی تسلیم

اخبار صحیفہ[۲۵۰] کا ایک پرچہ اور نامۂ محبت ورود فرما ہوا، اعظم گڈھ سے نکل کر کانپور آیا، اور وہاں سے خلافِ ارادہ ایک چھوٹا سا سفر پنجاب کا کرنا پڑا، دو روز ہوئے کہ وہاں سے بھوپال آیا۔ سیرۃ کی جلد بندی ہو رہی ہے، اور سیرۃ عائشہ بھی ساتھ ہے، یہ دونوں کتابیں سرکار عالیہ میں پیش کروں گا، دیکھئے کیا ہو۔

خطوط اور اخبارات سے وہاں کے سیاسی انقلابات[۲۵۱] کا حال معلوم ہوتا رہتا ہے، اور آپ کے خطوط سے تو اچھی خاصی تاریخ مرتب ہو سکتی ہے۔

چند روز میں واپسی کا ارادہ ہے، غالباً ۳۰ اگست تک اپنے مرکز کے قریب پہنچ جاؤنگا۔

جناب منشی محمد امین صاحب[۲۵۲] آپ کا محبت کے ساتھ تذکرہ فرماتے ہیں، اُن کو فلسفۂ نکاح اور موجودہ و قدیم قوموں کے رسوم و رواج معاشرت (نکاح و طلاق وغیرہ) پر کتابیں چاہیئے ہیں، ارتقائے نکاح[۲۵۳] بھی شاید ایک کتاب ہے اُنھیں کے پتہ سے خاص اُن کے

۲۵۰؎ حیدر آباد کا روزنامہ اُس وقت میری ہر مخالفت کا نقیب خصوصی تھا

۲۵۱؎ حیدر آباد (مملکت آصفیہ) کے سیاسی انقلابات ضرب المثل سے بن گئے تھے۔ ہر روز ایک نئی اُکھاڑ پچھاڑ۔

۲۵۲؎ منشی محمد امین زبیری، مارہروی جن کی وفات بڑی عمر پاکر ابھی چند سال ہوئے کراچی میں ہوئی ہے، اُس وقت بھوپال میں بیگم صاحب کے خصوصی مقرب تھے، اور مولانا شبلی، خود سید صاحب اور میرے تینوں کے بڑے مخلص۔ بلکہ پہلے دونوں بزرگوں کے عقیدت مند بھی۔ مجھ سے اخلاص تو آخر دم تک قائم رہا، لیکن ان دونوں بزرگوں سے خصوصاً سید صاحب سے سخت برگشتہ و بدگمان ہو گئے تھے ــــــ زمانہ کے عجائب انقلابات!

۲۵۳؎ LETOONEAUS' EVOLUTION OF MARRIAGE مراد ہوگی۔

نام، کتاب کے نام اور ملنے کا مقام لکھیئے۔

مولوی عبد السلام صاحب بھی آجکل بضرورت یہیں ہیں، اب جائیں گے۔

جناب منشی صاحب کو آپ اپنے معاصرین کے احوال سے بھی مطلع فرمائیے، اُن کو انتظار ہے۔ والسلام

سید سلیمان ۱۶ اگست ۱۸ء[۲۵۴]

(۶۱)

دیسنہ ڈاکخانہ استھانواں ضلع پٹنہ

حبیب گرامی دام لطفہٗ

سلام علیکم۔ تلطف نامہ اعظم گڈھ سے واپس آکر یہاں وطن میں ملا۔ وہاں میرا ایک بھتیجا جس کو آپ نے بھی لکھنؤ میں اکثر میرے ساتھ دیکھا تھا، انفلوئنزا میں بیمار ہوکر چند روز میں چل بسا، وہ رفیقہ مرحومہ کی یادگار محبت تھا، اور اسی سے وہ میرا بہت پیارا تھا، ابھی متوقع تعلیم پا رہا تھا۔ تین برس میں میرا آغوشِ محبت تین عزیزوں کا بستر مرگ بنا۔ اپنے "خدا" کو تو نہیں مگر آپ کے "نیچر" کو کہتا ہوں کہ وہ کس درجہ بے رحم ہے۔[۲۵۵]

اساس التعلیم[۲۵۶] کا ریویو ملا، معارف میں دوں گا۔ میں اوائل دسمبر تک اعظم گڈھ پہنچوں گا: شاید ایک مہینہ کی تعویق ہو۔

---

[۲۵۴] ستمبر ۱۹۱۸ء میں میں حیدر آباد سے مستعفی ہوکر لکھنؤ پھر آگیا تھا۔ اب خطوط لکھنؤ ہی کے پتہ سے آتے۔ دو ڈھائی مہینے کے خطوط میرے ذخیرہ سے غائب نکلے۔ حالانکہ میں نے حیدر آباد سے اپنی علٰحدگی کے حالات ضرور لکھے ہوں گے اور سید صاحب نے جوابات بھی ضرور دئے ہوں گے۔

[۲۵۵] خیال تازہ کر لیا جائے کہ میں اُس وقت تک خدا پرست نہیں بلکہ "ایگناسٹک" تھا اور بجائے خدا کے قائل صرف "نیچر" کا تھا۔

[۲۵۶] از مولوی عبد الحق بی۔ اے، ال ال بی، رجسٹرار چیف کورٹ اودھ۔ اُس وقت فن تعلیم پر یہ کتاب اُردو میں بہت اہم سمجھی گئی تھی۔ اور اسی مناسبت سے اس کے ریویو کی بھی اہمیت تھی۔

آپ کی اور میری مراسلت کے دفتر میں آپ کا یہ آخری لفظ اپنی انشا اور حسنِ ادا کے لحاظ سے اپنی آپ مثال ہے۔ سین ہشین کا لطیفہ بلکہ پورا خط یہاں کی با مذاق محفل احباب میں سُنایا، لوگوں نے بیحد لطف اٹھایا۔[257]

سیرت کی تقطیع بڑی ہے کہ کتاب بڑی ہے۔ میں اپنی پریشاں حالیوں میں اس قدر ہنستا ہوں یہ بھی بوالعجبی ہے۔ میرے والد ماجد اور برادر معظم عالم ہونے کے ساتھ صوفی مرتاض ہیں، دونوں کی تحریص بلکہ تجذیب ہے، اپنی اپنی طرف کھینچتے ہیں۔ میں کشمکش میں ہوں، یہاں بھی "سکینۃ" نہیں، کہاں جاؤں، کس راستہ پر پڑوں؟[258]

یہ دیکھ کر تعجب ہوا کہ برکلے کی تصوری حرف بحرف مُجدّد الف ثانی کے مکتوبات میں موجود ہیں[259]، صرف اجمال و تفصیل کا فرق ہے۔

اعزہ نکاح ثانی کے لئے مُصر ہیں[260] یہاں انکار ہے۔ دیکھئے یہ مرحلہ کیونکر طے ہو، آپ بھی کچھ ہدایات دیجئے۔ والسلام

سید سلیمان ۲۷؍ نومبر ۳۸ء

---

۲۵۷ یاد ایسا پڑتا ہے کہ سیرۃ النبی حصہ اول کی داد دل کھول کر، اُس کے ادب و انشا کے لحاظ سے، دی تھی۔ "س" کتاب میں علامت "سید سلیمان" کے نام کی تھی۔ خط میں اس "س" کا تلازمہ شبلی کے "ش" سے باندھا گیا تھا۔۔۔ سید صاحب میری عبارت کی داد دینے میں فیاض نہیں، مُسرف تھے۔

۲۵۸ سید صاحب اچھے خاصے مذہبی اور دیندار اُس وقت بھی تھے۔ اُس پر بھی یہ تلاش اور طلب دلیل اُن کی فطرت سلیم کی ہے۔

۲۵۹ "ہے" کے بجائے "ہیں" سبقت قلم ہے۔ سید صاحب۔ باقاعدہ صوفی نہ سہی، تاہم حضرت مجدد سرہندیؒ کے علوم کے عالم تو اُس وقت بھی تھے۔

۲۶۰ سید صاحب کی اہلیہ ثانی کی وفات کو اب ڈیڑھ دو سال کی مُدت گزر چکی تھی۔ اور اعزہ کا یہ اصرار بالکل حق بجانب تھا۔

(۶۳)

دفتر دار المصنفین، اعظم گڈھ

مورخہ ۲۴ر دسمبر سنہ ۱۹۱۸ء

مکرم! سلام نیاز کلمات تعزیت بے معنی ہیں۔[۲۶۱]

چند روز ہوئے کہ وطن سے واپس آیا، راستہ کی بے احتیاطی سے مبتلائے زکام و نزلہ ہوں، دو تین روز میں اُمید ہے کہ طبیعت صاف ہو جائے۔

مکالمات[۲۶۲] کے دو ٹکڑے پہنچے، اصلاح کردہ فارم بھی ملے۔ سنہ ۱۹۱۹ء کے مطبوعات میں آپ کی کتاب داخل ہوگی۔ بیشک آپ نے ایک شب میں اپنی اصلاح کا کام ختم کر دیا، مگر یہ کام صرف آپ کی ذات کا تھا، میرا کام منشیوں سے، کاتبوں سے، اصلاح سنگوں سے، کاغذیوں سے، مصحّحوں سے، اور مالی جیب سے متعلق ہے اور ان میں سے ہر ایک اپنے فنونِ حیل میں دنیا کے تمام گروہوں سے زیادہ چالاک[۲۶۳] ہے۔

یہاں کاپی نویسی میں دیر ہوگی، ہمارا جانا ہوا ایک کاتب جس نے مکاتیب اور ارض القرآن لکھی ہے، سید احمد نام ہے، دلّی دروازہ میں رہتا ہے، وہ آپ کے پاس آئے گا، آپ اس کو مناسب ہدایات دے دیجئے۔ اُجرت یہاں سے بھیجتا رہوں گا،[۲۶۴] تصحیح کے بعد کاپیاں آپ بھیج دیا کیجئے۔ کاغذ اب تک سستا نہیں ہوا ہے، اس لئے ولایتی

۲۶۱ے میرا وہی پہلا بچہ اکبر، جس کا ذکر اوپر بارہا آچکا ہے، ۱۲، ۱۳ مہینے کا ہو کر فوت ہو گیا۔ میں اُس وقت تک خدا و رسولؐ کا منکر ہی تھا، سید صاحب بیچارے کلمات تعزیت لکھتے بھی تو آخر کیا لکھتے۔

۲۶۲ے یعنی وہی مکالمات برکلے۔

۲۶۳ے میں نے یقیناً اپنی خودستائی میں لکھا ہوگا کہ دیکھئے میں نے کام کس مستعدی سے ختم کر دیا۔ تاخیر آپ ہی کے ہاں ہوا کرتی ہے۔

۲۶۴ے منشی سید احمد اپنے فن میں بڑے ممتاز نکلے جیسے ہدایت سید صاحبؒ۔ مکالمات کی کتابت اُنھیں کے قلم سے ہوئی۔

حُسن نہ پیدا ہو سکے گا، ویسی صورت سے آپ کو پرہیز تو نہیں۔

معارف کے لئے آپ کی مفصل اسکیم کا انتظار ہے،[۲۶۵] رسائل کی خریداری کے لئے کم از کم کس قدر روپیہ چاہیئے، آپ نے تین چار سو شاید زائد از زائد لکھا ہوگا۔ ضروری رسالوں کے نام اور پتے اور تعداد قیمت سے مطلع فرمایئے، تاکہ روپیہ بھیج دیا جائے اور آپ کے پتہ پر بھیجنے کو لکھا جائے، بلکہ خط کا انگریزی مضمون بھی آپ ہی ایک کاغذ پر لکھ کے بھیجئے۔

آپ کا ریویو مبادی پر[۲۶۶] پڑھا، اغلاطِ طبعی کا الزام صرف دارالمصنفین پر کیوں ہے، اس سے کون بری ہے۔ اب آپ اپنی کتاب کی خود تصحیح کیجئے۔ بلکہ پروف بھی آپ ہی دیکھئے گا۔ رامپور پر آپ کے حکم پر ہنسا نہیں، مجھے بھوپال پر بھی ہنسی آتی ہے۔[۲۶۷] غزل نہ چھپ سکی۔ اساس التعلیم پر ریویو، ڈاک میں میرے پاس چلا گیا تھا، اس لئے دسمبر نمبر میں جگہ نہ مل سکی۔

سیرۃ پر شرر کا ریویو،[۲۶۸] ایک ناآشنائے فن کی رائے ہے، اُنھوں نے شاید سیرۃ کے چند ابواب سے زیادہ نہیں پڑھے۔ مولوی تسنیم شاید مولوی امین بن مولوی فاروق صاحب کے بھائی ہیں، اُن کے تیسرے بھائی مولوی تُسبین علی گڈھ گزٹ پر مجھ پر کچھ ہاتھ صاف

---

۲۶۵ میں حیدرآباد سے واپس آکر بے شغل خالی تھا۔ مولوی عبدالباری صاحب ندوی کے مشورے سے یہ طے پایا کہ بہ اخذ معاوضہ ماہوار، کچھ وقت معارف کے لئے نکالوں، اُس کی ضخامت بڑھا دی جائے۔ اور اس میں مغربیات کی ادارت میرے ذمہ رہے، کبھی مستقل مقالہ سے، کبھی ترجمہ و تلخیص سے، کبھی علمی خبروں سے وغیرہ۔ اور اس کے لئے متعدد ہفتہ وار جریدے اور ماہ نامے انگلستان سے منگانے ناگزیر تھے۔

۲۶۶ یعنی مولوی عبدالباری صاحب کے ترجمہ "مبادی علم انسانی" پر۔

۲۶۷ میں نے سید صاحب کو لکھا تھا کہ اگر آپ ہنسئے نہیں، تو میں اس کے لئے تیار ہوں کہ رامپور جاکر نواب صاحب سے کچھ تھوڑی بہت رقم معارف کے لئے لے آؤں۔ ہنسی کا پہلو یہ تھا کہ اُس وقت کے رئیس رامپور، نواب حامد علی خان اپنے جن خصوصیاتِ مزاج و مذاق کے لئے مشہور تھے، اُنھیں سید صاحب۔ معارف اور خود مجھ سے کوئی مناسبت ہی نہ تھی۔

۲۶۸ یعنی مولانا عبدالحلیم شرر کا ریویو، جو اُنھیں کے ماہنامہ دلگداز میں نکلا ہوگا۔

صاف کر رہے ہیں۔[۲۶۹]

مولوی عبد الباری سورت جاتے ہیں، جلسہ میں؟ سُنا آپ نے، حضرت کو بھی قومیات سے دلچسپی ہوئی ہے۔[۲۷۰]

والسلام

سید سلیمان

(۶۳)

دار المصنفین، اعظم گڈھ

تاریخ ۱۱ر جنوری ۱۹۱۹ء

مکرم — السلام علیکم

عتاب نامہ موجب تنبیہ ہوا، آپ کا اعتراض سچ، اور میری خاموشی بھی صحیح،[۲۷۱] اوائل جنوری کا زمانہ ہمارے دفتر کے لئے سخت انہماک کا زمانہ ہوتا ہے، سال بھر کے تمام حسابات مرتب ہوتے ہیں، اس لئے تھیکر کے ہاں روپیہ بھیجنے میں چند روز کی تاخیر ہو گئی، مگر جوں ہی کہ فرصت ہوئی، سب سے پہلے آپ کے حکم کی تعمیل ہوئی۔ ساڑھے تین سو روپئے آپ کے نام سے تھیکر کو بھیج دیئے گئے۔ ہندوستان کے پرچوں کی علٰحدہ علٰحدہ قیمتیں نہیں معلوم، ان پرچوں کے لئے کسی خاص ایجنسی کو لکھا جائے، یا خود اُن کے دفتروں سے مراسلت کی جائے۔

۲۶۹ء یہ تینوں صاحب خود بھی ذی علم اور چریا کوٹ کے مشہور علمی خاندان سے تھے۔ لیکن سید صاحب اور خود مولانا شبلی کی طرف سے بھی صاف نہ تھے۔

۲۷۰ء سورت میں اس وقت محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کا سالانہ اجلاس تھا۔ مولوی عبد الباری صاحب نے اس میں حسب فرمائش مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی ایک مقالہ "مذہب اور عقلیات" جا کر سُنایا۔ سید صاحب کو حیرت اُن پر ہو رہی ہے کہ مولوی صاحب موصوف خود شرکت کر گئے یعنی اُس وقت تک دوسروں کو بھی قومی مجلسوں میں شرکت سے روکا کرتے تھے۔

۲۷۱ء معارف (جدید) کے لئے جو انگریزی رسالے ہند و بیرون ہند سے منگانے طے ہوئے تھے اُن کے لئے مجھے جلدی

راجہ صاحب کی گفتگو یاد رہوا بھی ہوئی تو[۲۷۲]

بر باد تکیہ من چو سلیمان نمی کنم

مولوی عبدالباری صاحب کے سفرِ سورت کے مُبتدا کی خبر اب نکلی، کہ حضرت وہاں ایک خطیب کی حیثیت سے تشریف لے گئے تھے، اور مذہب اور عقلیات کی معرکہ آرائی کو اس عالمگیر جنگ کی دائمی صلح کے زمانہ میں، امن و سلامتی سے بدلنا چاہتے ہیں[۲۷۳]۔ ہمارے مذہب و عقلیات کے "ریاستہائے متحدہ" کا "ولسن" دیکھیں صلح کا پروگرام کیا مرتب کرتا ہے۔

رامپور کا سفر بے سہارا کرنا تو ٹھیک نہیں، ہاں کوئی معتمد ہو تو ہمت کروں۔ میرا تو ارکانِ دولت میں کوئی شناسا معلوم نہیں ہوتا۔ ان دونوں بھائیوں کا حال معلوم نہ ہوا کہ ان کو آزادی ملی یا محض سفر تفریحی ہے[۲۷۵]، اخبارات سے متضاد باتیں معلوم ہوتی ہیں، حسرت[۲۷۶] کا ٹھکانا بھی نہیں معلوم

معارف کے ۱۰۰ صفحے کرنے کے لئے کیا کاغذ کی ارزانی کا انتظار نہ کیجئے گا، قیمت کیا بڑھائی جائے گی۔ اس کا خیال رکھئے کہ رسالہ میں خشکی زیادہ آگئی تو زاہدانِ خشک

تھی کہ بمبئی کے مشہور کتب فروش نصیکر کے ہاں یہ سب قیمتیں پہنچ جائیں، اور رسالے جلد سے جلد آنے شروع ہو جائیں۔ اسی کا میں نے تقاضا بے ادبی کے ساتھ سید صاحب سے کر دیا ہوگا۔

[۲۷۲] یعنی راجہ صاحب محمود آباد کی گفتگو اردو انسائیکلو پیڈیا کے وعدۂ اعانت سے متعلق — میرے لفظ "یاد رہوا" کی مناسبت سے سید صاحب کے قلم سے یہ فارسی مصرعہ اور لفظ سلیمان کے ساتھ! سبحان اللہ۔

[۲۷۳] مولانا کا یہ لکچر "مذہب و عقلیات" بعد کو چھپ بھی گیا تھا، اور خوب مقبول ہوا۔ یورپ کی پہلی جنگ کے ماحول کا خیال رکھ کر سید صاحب کی عبارت کو پڑھنا چاہیئے۔

[۲۷۴] بہ سلسلۂ اعانت معارف و دار المصنفین۔

[۲۷۵] علی برادران (محمد علی و شوکت علی) چھندواڑہ میں نظر بند تھے۔ ایک خانگی تقریب میں شرکت کے لئے چند روز کے لئے دہلی، رامپور، جانے کی اجازت ملی تھی۔

[۲۷۶] مشہور شاعر و مجاہد حُریت، حسرت موہانی بھی اُس وقت فیض آباد جیل میں بند تھے۔

پسند نہ کریں گے، اس کا بھی علاج رہنا چاہیئے۔

آپ اپنی کتاب مکالمات کا جو جز، تصحیح و ترمیم سے مکمل ہو جایا کرے، بھیجنا شروع کر دیجئے اور تصحیح میں کافی تکلیف گوارا کیجئے تاکہ مصنف مبادی و برکلے کی طرح اغلاط و مسامحات کا تمام ذمہ دار صرف مطبع اور سید سلیمان کی نظر نہ ہو۔ والسلام

سید سلیمان

(۶۴)

دفتر دار المصنفین، اعظم گڈھ

شعبۂ معارف۔ مورخہ ۲۳ر جنوری ۱۹۱۹ء

پچاس روپئے بابت رسائل انگریزی حسب الطلب مرسل ہیں۔ آپ کے خطوط کی کامیابی پر مبارکباد[۲۷۷]۔ سالار جنگ اور مہاراجہ سے شاید مدد مل جائے لیکن کپتان بہادر[۲۷۸] پر مجھے اعتبار نہیں۔

اساس التعلیم والا مضمون جنوری نمبر میں ہے۔ ہمدم میں طریق تسمیہ پر آپ نے مضمون لکھا تھا؟ والسلام

سید سلیمان

(۶۵)

دفتر دار المصنفین، اعظم گڈھ

شعبۂ معارف۔ مورخہ ۲۵ر جنوری ۱۹۱۹ء

مکرم۔ السلام علیکم

ہندوستانی رسائل کے لئے روپے مرسل ہو چکے ہیں، اس خیال سے کہ شاید آپ نے

۲۷۷؎ امداد معارف کے لئے میں نے ایک خط نواب سالار جنگ بہادر، اور دوسرا مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر کو حیدرآباد لکھا تھا۔ ایک کے ہاں سے ۴ سو اور دوسرے کے ہاں سے پانسو کا وعدہ لکھ کر آیا تھا۔

۲۷۸؎ بھوپال کے ایک اعلیٰ عہدہ دار مراد ہے۔

اُن کے نام کارڈ لکھ دیے ہوں، یہاں سے طلب رسائل کے کارڈ نہیں روانہ کیے گئے، آپ لکھ دیجیے۔

بہتر ہو کہ ڈاک کے مصارف بھی اس میں شامل کریں اور وہ اخراجات میں پڑتا رہے ورنہ کب تک آپ اپنی جیب پر ظلم کرتے رہیں گے۔

مکالمات کی کاپیاں بھجوائیے، کاتب کو عہ ریں نے آج بھیج دیے ہیں، یہاں پریس پر کوئی کام نہیں۔ تصحیح ایسی کیجیے کہ پروف دیکھنے کی حاجت نہ ہو، کاپیوں کے ساتھ اصل بھی آنی چاہیے۔ پروف آپ خود دیکھیں گے یا میں دیکھ لوں، پہلی صورت ......[۲۶۹] زیادہ ہوگی۔

سید سلیمان

(۶۶)

دار المصنفین، اعظم گڑھ

تاریخ ۴ر فروری ۱۹۱۹ء

مکرم سلام نیاز

دو کارڈ پہنچے، کاپیوں کا پتہ نہیں، کاتب صاحب کو خط بھی لکھا اور پیشگی روپے بھی بھیجے، یہاں اُن کے انتظار میں پریس گویا بند ہے۔ کہیے "کے از اقوام جرایم پیشہ"[۲۷۰] کا ذاتی تجربہ آپ کو حاصل ہوا۔

آپ نے وہاں ...۵ پر ہاتھ مارے[۲۷۱] تو میں نے بھی آپ کی دعا سے ...۴ حاصل کیے،

---

۲۶۹ لفظ غایب ہے، کاغذ پھٹ گیا ہے۔

۲۷۰ اشارہ مولوی ظفر الملک علوی کاکوروی ایڈیٹر الناظر کی جانب ہے۔ انھیں کا ایک مضمون اس عنوان سے مولانا ظفر علی خاں کی ہجو شدید میں شایع ہوا تھا۔

۲۷۱ یعنی مہاراجہ محمود آباد سے۔

یعنی آج سالار جنگ کا روپیہ وصول ہو گیا، دو سال کے لئے تو اسکیم چل گئی۔ اب ہمارا جو خلافِ دستور ایفائے عہد کریں تو آگے کا بھی سہارا ہے۔

میں نے اب تک معارف میں آئندہ انقلاب[۲۸۲] کی نسبت کچھ نہیں لکھا، اس لئے کہ کہیں قبل از جنگ نہ ہو جب تک پوری استواری نہ ہو، اعلان بے سود ہے۔ آپ فرماتے ہیں اُن محسنین کا علانیہ شکریہ ادا کیا جائے، شاید مصالح کے لحاظ سے یہ مناسب نہ ہو۔ ایک تو اِن معمولی رقموں کو اُن کے مناصبِ عالیہ سے کیا نسبت[۲۸۳]، پھر ہمارے اور آپ کے حوصلوں سے بھی پست تر ہے، دوسرے یہ کہ لوگوں کو خیال ہو گا کہ یہ اُسی قسم کی امداد ہیں جو ہمدم و جمہور و صداقت[۲۸۴] کو ان درباروں سے ملتی ہیں تو قیمت کم ہونا چاہیئے، پرچہ کی وجاہت پر بھی اثر پڑے گا۔ چوتھے ان لوگوں کو اتنی خفیف رقم کے مطبعی اعلان کا انتظار! ان وجوہ سے آپ کا صرف تشکر نامہ لکھ دینا کافی ہے[۲۸۵]۔ یا کہئے تو تائید مزید میں اپنے نیاز نامہ کے ذریعہ سے بھی کر دوں۔ رسالہ کی اسکیم کے بیان میں بند بند ادھر بھی اشارہ ہو جائے گا، ورنہ آپ اگر مناسب سمجھتے ہیں تو مجھے تعمیل میں عذر نہیں۔

آپ معارف کی آئندہ طرزِ روش و ترتیب و ضخامت و مضامین کے متعلق ایک تبصرہ دو تین صفحوں کا لکھ کر بھیجیے تا کہ اُس کو معارف میں دے دوں اور اخبارات میں بھی بھیج دوں؛ آپ کو تکلیف اس لئے دیتا ہوں کہ تصنیف را مصنف نیکو کند بیاں۔

آپ کی اور "عباری" صاحب کی نسبت ایک صاحب کا ریمارک ہے کہ "یہ دونوں ضرورت سے زیادہ لائق ہوتے جاتے ہیں" اور میری نسبت بیان کہ آپ کی تصنیفات میں

۲۸۲؎ یعنی معارف کی ضخامت و معنویت دونوں میں اضافہ و ترقی کی اسکیم۔

۲۸۳؎ یہ چند سو کی رقمیں آج بہت ہی حقیر نظر آ رہی ہیں، اُس وقت یہ کئی ہزار کے برابر تھیں۔

۲۸۴؎ تینوں اُس وقت کے مشہور روزناموں کے نام ہیں۔

۲۸۵؎ رائے سید صاحب ہی کی ہر طرح صائب تھی۔ میرا مشورہ غلط تھا۔

"سرسید" جیسی سادگی ہے" اس کو ہجو ملیح سمجھوں یا مدح عظیم۔

آپ فرماتے ہیں ہم میں لائق اشخاص نہیں، ایک خط بھیجتا ہوں، پڑھئے میں نے جواب دیا ہے کہ "ترجمہ بھیجئے اور آپ کا خط انگریزی شعبہ کے ممبر کے پاس بھیج دیا ہے"!

مستشرقین یورپ میں جو ممتاز اشخاص ہیں اُن کے نام ونشان سے مطلع فرمائیے تاکہ اُن کے پاس سیرت اور بعض تصنیفات بھیجوں۔

ڈیوہرسٹ صاحب[۲۸۶]۔ تو ہمارے اُستاذ مولانا فاروق صاحب کے شاگرد ہیں، یہ وہی ہیں نا جو پہلے گونڈہ میں تھے۔ ٹائمس کا مضمون[۲۸۷] دیکھئے کب چھپے۔

مولوی عبدالسلام نے اپنے لئے نہیں بلکہ اپنے اُستاذ کے لئے حمایت کی، آپکی ڈانٹ[۲۸۸] بھی مناسب رہی۔

میرے ازدواج ثانی کا مسئلہ "مسئلہ مشرقیہ" ہے جس کی گتھی یورپ اب تک سُلجھا رہا ہے، موسم بہار قریب ہے، لیکن موسم بہارِ آرزو بعید۔

ظفرالملک صاحب نے لکھا ہے کہ وہ اب تو بیات سے تائب ہو گئے[۲۸۹] مولانا عبدالباری صاحب[۲۹۰] نے مسئلہ خلافت پر ایک فتویٰ دستخط کے لئے بھیجا ہے، الله الله کر کے آج اپنے

---

۲۸۶ (DEWHURST) ان کا شمار بھی اُس وقت مستشرقین میں ہونے لگا تھا۔ یو۔پی میں کہیں کلکٹر اور کہیں جج کے عہدے پر رہے تھے۔ مولانا فاروق سے مُراد اپنے زمانہ کے مشہور ماہر معقولات مولوی محمد فاروق صاحب چریاکوٹی، مولانا شبلی اور سید صاحب دونوں کے اُستاد ہیں۔

۲۸۷، ۲۸۸ } یہ دونوں تلمیحیں اب بالکل ذہن میں نہیں۔

۲۸۹ یعنی ظفرالملک علوی کاکوروی، ایڈیٹر رسالہ الناظر (لکھنؤ)۔ اگر یہ توبہ تھی، تو بہت جلد ٹوٹ گئی۔

۲۹۰ یہاں وہ ندوی مُراد نہیں، بلکہ اُن کے ہم نام فرنگی محلی عالم و شیخ طریقت ہیں۔ تحریک خلافت کے زمانہ میں انھیں خصوصی کل ہند شہرت رہی، گاندھی جی لکھنؤ میں انھیں کے مہمان ہوئے۔ علی برادران کو بھی بیعت انھیں سے تھی۔

دستخط ثبت کر دیے، فکرِ فردا کروں یا فکرِ امروز؟

تھیکر کی رسید ازراہ عنایت بھیج دیجئے[۲۹۱] والسلام

سید سلیمان

(۶۷)

دار المصنفین، اعظم گڈھ

تاریخ ۱۰ ر فروری ۱۹۱۹ء

ذو المجد والکرم

یہ نیا خطاب آپ کے لئے تجویز ہوا ہے، اس کو "ذو القدر" کی طرح آپ نہ سمجھے گا، یہ آپ کے نام کے اشتقاق سے بنا ہے، مہدی حسن صاحب کو اب "حضرت مہدی علیہ السلام" لکھوں گا، "حضرت سلیمان علیہ السلام"[۲۹۲] کا انتقام آپ سے یا عمادی صاحب سے نہیں لے سکتا تو آپ کے اور اُن کے قدردانوں اور دوستوں سے لوں گا۔

مزید وصولی کا جو مجرب طریقہ آپ نے بتایا ہے میں نے قبول کیا اور حضراتِ ثلاثہ کا شکریہ ادا کر دیا، اور وہ صرف اظہار نام ہے، میں نہیں اندازہ کر سکتا کہ آپ بھی اس سادگی کو پسند کریں گے یا نہیں، اب ہمارے آپ کے بُعد مکانی کے یہی مشکلات ہیں،[۲۹۳] آپ کا نام سلسلہ میں آنا ضروری تھا۔

ہاں صاحب، یہی تو میں کہتا ہوں کہ آپ نے اتنی تھوڑی عربی جان کر تو یہ قیامت

۲۹۱؎ تھیکر، بمبئی کی مشہور انگریزی کتب فروش کمپنی، ولایتی رسالوں کا آرڈر اسی کو دیا گیا تھا۔

۲۹۲؎ میں نے اپنے بعض خطوں میں سید صاحب کا ذکر اسی لقب سے کیا تھا۔ یہ اُسی کا انتقام لے رہے تھے۔

۲۹۳؎ یعنی ہم میں سے ایک اعظم گڈھ میں اور ایک لکھنؤ میں ___ سید صاحب اپنے فرطِ محبت و حُسنِ ظن سے کوئی موقع مجھے اعظم گڈھ کھینچ بلانے کا نہیں چھوڑنا چاہتے تھے ___ حضراتِ ثلاثہ سے مراد وہی تینوں رئیس ہیں جن کا ذکر اوپر آ چکا ہے۔ میری رائے کہا تھا کہ معارف میں اُن لوگوں کا محض نام آ جانا کافی ہو گا، بغیر تعینِ رقم کے۔

برپا کر رکھی ہے، اگر پوری جانتے تو "فلک نُما" نہیں بلکہ "فلک پیما" ہوتے۔ میری خاک نشینی دیکھئے کہ خود الگ رہتا ہوں اور فلک نما کے لئے غبارے لکھنؤ سے اُڑاتا ہوں۔[۲۹۴]

... ۵۰۰ پہنچے[۲۹۵]، باقی سو روپے آپ کے پاس امانت لکھوا دیئے، ناظم ریاست سالار جنگ کو خط اور مطبوعہ رسید بھیج دی ہے، کیا راجہ صاحب کے ہاں بھی بھیجنے کی ضرورت ہے؟[۲۹۶]

شعر العجم اور پرکلے مرسل ہے۔ میں چاہتا ہوں آپ کی تصنیفات بھی اپنے ذخیرۂ تجارتی میں رکھوں، دو سوال ہیں، الناظر سے منگواؤں یا اورنگ آباد سے[۲۹۷]، آپ کا توسط کچھ مفید ہو سکتا ہے؟ ثانیاً آپ اپنی حقیقی تصنیفات میں کن کتابوں کو داخل کرتے ہیں، جذبات، اجتماع اور خیر اخلاق یورپ بھی سہی، باقی کی نسبت کیا فیصلہ ہے؟ اخلاقِ یورپ کی باقی جلدیں کب نکلیں گی۔

مہاراجہ[۲۹۸] کے دفتر سے کوئی جواب نہیں آیا۔

والسلام
سید سلیمان

۲۹۴؎ "فلک نما" سے اشارہ حیدر آباد کی جانب ہے۔ نظام دکن کے ایک مشہور قصر کا نام ایوان فلک نما تھا۔

۲۹۵؎ میں نے راجہ صاحب محمود آباد سے وصول شدہ ۵۰۰؁ میں سے ۱۰۰؁ سید صاحب کو روانہ کئے اور باقی ۴۰۰؁ اپنے پاس رکھ کر لکھ دیا تھا کہ اس کا حساب بعد کو بھیجوں گا۔

۲۹۶؎ یعنی راجہ صاحب محمود آباد۔ پانسو کی رقم انھوں نے بھی دی تھی۔ اس وقت تک وہ محض "راجہ" تھے۔ مہاراجہ نہیں ہوئے تھے۔

۲۹۷؎ میری کتابوں کی ناشر اُس وقت تک انجمن ترقی اُردو تھی۔ اور اُس کا صدر دفتر اورنگ آباد (دکن) میں تھا۔ اس کا ایک ذخیرہ الناظر بک ایجنسی (لکھنؤ) کے ہاں بھی رہتا تھا۔

۲۹۸؎ یعنی مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر حیدر آبادی۔

(۶۸)

دار المصنفین، اعظم گڈھ

تاریخ ۱۹ر فروری ۱۹۱۹ء

مکرم

پریوں نے تخت اُڑایا، فلک نما، پہنچا، مصنف قصص الانبیاء، کے بجائے مصنف جذبات دیکھیں کہ ۲۰۰ کا نیا وظیفہ بلا درخواست سلیمان دکن سے وصول کرلایا، آپ نے سُنا۔ ۲۰۰ ماہوار دو سال کے لئے حضور نے سیرت میں دیئے، کیئے سَو سنار کی، ایک لہار کی![299]

کتابیں پہنچی ہوں گی، اجتماع اور تاریخ اخلاق[300] منگوالوں، بلکہ شاید دفتر سے آرڈر گیا بھی۔ اُردو سائیکالوجی کی ایک ہی رہی، سائیکالوجی بھی کہیں اُردو فارسی ہوتی ہے۔

مولوی عبدالسلام صاحب اس رنگ کے امیر ہیں[301]۔ یہاں ایک ماہوار مشاعرہ ہوتا ہے، خواص شریک ہوتے ہیں، لیکن میں اُن میں نہیں، اُس کے اثر سے رنگ بدلتا جاتا ہے۔

شذرات ایک دفعہ آپ لکھ کر بھیجیے[302]، ذرا طبیعت کو ابھی سے عادی کیجیے۔

---

[299] سید صاحب سفر حیدرآباد سے دار المصنفین اور سیرت نبوی کے لئے یہ کامیابی حاصل کر کے واپس آئے ہیں۔ میں بھی اس طرح کی چیزیں لکھا کرتا تھا کہ تخت "سلیمان" "پریاں" "کب اُڑائیں گی؟" وغیرہ۔ سید صاحب کی یہ تلمیحات عموماً جوابی ہوا کرتی تھیں۔

[300] میری چند کتابوں کے نام ہیں۔

[301] مولوی عبدالسلام ندوی کے کلام کے لکھنوی رنگ (مناسبت لفظی وغیرہ) کی طرف اشارہ ہے۔ مولوی صاحب مرحوم سخن سنج و سخن فہم بہت اچھے تھے۔ سخن گو اس پایہ کے نہ تھے۔

[302] یہ طے ہو چکا تھا کہ ترتیب و تہذیب جدید کے بعد معارف میں "شذرات" میرے قلم سے بھی ہوا کریں گے۔

کاتب صاحب نے کل ۷۰ صفحہ کی کاپیاں بھیجیں۔ کل ۱۲ صفحے جم گئے، چھپائی کل سے شروع ہوگئی۔

سید سلیمان

(۷۹)

دار المصنفین، اعظم گڈھ
شعبہ اشاعت

مورخہ ۲۴ر فروری ۱۹۱۹ء

مجھے کوئی عذر نہیں، بشرطیکہ وہ "نیکنام پیشہ کی کسی ہستی" کے واسطہ سے مجھ تک پہنچے، اور مجھے بجائے اصل معطی کے منتقل الیہ کی کوششوں کا شکریہ ادا کرنا پڑے، زاہد خشک کو اگر کوئی لقمۂ تر خود محتسب کے ہاتھوں سے ملے تو اس کو کیا تامل![۳۰۳]

دراز دستی ایں کوتہ آستیناں بیں

ماڈرن ریویو میں نئی اور پرانی دونوں کتابیں جائیں گی[۳۰۴]

میرے ہندوؤں والے مضمون کو[۳۰۵] مولانا شروانی رسالہ بنانا چاہتے ہیں، میں چاہتا ہوں کہ کسیقدر تہذیب کے بعد اس کو انگریزی میں منتقل کرلوں اور کسی انگریزی رسالہ میں چھپواؤں، کہ اکابر ہند تک یہ خیالات پہنچ سکیں، آپ کوئی رائے دیجئے۔ والسلام

سید سلیمان

۳۰۳ـ لکھنؤ میں ایک مسماۃ مدتوں حرام پیشہ میں رہ کر اور بمبئی میں ناچ گانے میں خوب نام پیدا کرکے اب پردہ نشین ہوگئی تھیں اور باقاعدہ ایک صاحب کے عقد میں تھیں، میری آمد و رفت ان کے ہاں محض علمی ادبی سلسلہ میں شروع ہوئی تھی، اور میں نے چاہا تھا کہ ان سن رسیدہ متمول خاتون سے کچھ دار المصنفین کے لئے وصول کرلوں۔

۳۰۴ـ کلکتہ کے مشہور انگریزی ماہنامہ ماڈرن ریویو میں اردو کتابوں پر تبصرہ نگاری اس وقت میرے ہی ہاتھ میں تھی۔ یوں عام مضمون نگاری بھی کبھی کبھی کردیتا تھا۔ سید صاحب کو لکھا تھا کہ اپنے ہاں کے مطبوعات وہاں تبصرہ کے لئے بھجوائیے

۳۰۵ـ "ہندوؤں کی علمی و تعلیمی ترقیوں میں مسلمانوں کی کوشش" کے عنوان سے ایک بڑا مفصل مضمون قسط وار معارف

(۷۰)

دار المصنفین اعظم گڈھ

شعبۂ اشاعت

مورخہ ۲۶ر فروری ۱۹۱۹ء

تسلیم - مبارکباد اور نشتر[۳۰۶] مبارکباد پر شکریہ!

ظفر صاحب[۳۰۷] کو بھی آپ کے ساتھ آنے کی دعوت دی ہے، اگر قبول کریں تو زہے "فتح" - اب آپ کو اپنے پروگرام کی ترتیب شروع کرنی چاہیئے۔

مولوی مسعود صاحب جوگ لے کر صحرا صحرا، جنگل جنگل شین کی تلاش میں آج نکل کھڑے ہوئے، آپ کے لکھنؤ بھی پہنچیں گے، دعا کے قائل نہ ہوں تو بھی کامیابی کی دُعا کیجئے۔

پروفیسر مُراد (علی گڈھ کالج) نے معمائے کائنات[۳۰۸] کا ترجمہ کیا ہے، میں نے مانگا ہے، کیا فرماتے ہیں علمائے فلسفہ اور مفتیان ترجمہ اندریں مسئلہ۔

اعزہ کی طرف سے نکاح ثانی پر اصرار ہے اور یہاں انکار

زانکار تو اقرارے مرا ہم می تواں فہمید

سید سلیمان ۲۷ر جمادی الثانی ۳۷ھ

یہ سید صاحب کے قلم سے مئی ۱۹۱۰ء میں نکلنا شروع ہوا تھا اور غالباً پانچ نمبروں میں نکلا تھا۔ مولانا شروانی سے مُراد مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی ہیں۔

۳۰۶ اب بالکل ذہن میں نہیں کہ یہ اشارہ کس جانب ہے۔

۳۰۷ وہی ظفر حسین خاں صاحب، جن کا ذکر کئی بار پہلے آچکا ہے۔ رعایت لفظی کے رسیا تھے، اور سید صاحب ماشاء اللہ اس فن میں امامت کا مرتبہ رکھتے تھے — "ظفر" کے لئے "فتح" اسی مناسبت سے ہے۔

سید صاحب نے اس وقت میرے ساتھ انھیں بھی اعظمگڈھ مدعو کیا تھا۔

۳۰۸ یعنی "HAECKELS' THE RIDDLE OF THE UNIVERSE" کا ترجمہ از پروفیسر فیروزدین مُراد، استاد کیمسٹری، علیگڈھ کالج۔

(۷۱)

دارالمصنفین، اعظم گڈھ

شعبۂ اشاعت

مورخہ ۷ رمارچ سنہ ۱۹۱۹ء مکرم تسلیم

برن صاحب[۳۰۹] نے جل بھن کر نواب صاحب رامپور کو کیا لکھ مارا، سنبھل کر جائیے گا، وہ میخواروں کا مجمع ہے وہاں پگڑی اُچھلتی ہے۔ ظفر صاحب نے اب تو کروٹ لی ہے اور اپنی استادی کے کرتب دکھائے ہیں، سراپا پَن[۳۱۰] میں ایک کارڈ ملا ہے، اور اچھے اچھے پہلو پیدا کئے ہیں۔ آپ کے ساتھ میں نے اُن کو بھی دعوت دی تھی، پہلو بچا گئے، میں پہلے ہی جانتا تھا۔

رسالہ کے انگریزی ترجمہ کے لئے ان صاحبوں سے اُس وقت گفتگو کی جائے جب اُردو تیار ہو جائے۔

وہ خواہ مُعطی ہوں یا مُعطیہ، موتی دین یا موتیا، جو لوگ موتوا قبل ان تموتوا پر عامل ہیں اگر واسطہ نیکنام ہے تو اُن کو قبول ہے[۳۱۱]۔

۳۰۹؎ سر رچرڈ برن SIR RICHARD BURN اُس وقت یو، پی گورنمنٹ کے چیف سکریٹری اور اپنے اثر و اقتدار کے لحاظ سے عملاً خود ہی لفٹنٹ گورنر تھے۔ "برن" کے لفظی معنی انگریزی میں "جلنے" کے ہیں۔ "جل بھن کر" محض لفظی مناسبت کو نباہنے کے لئے ہے۔ نواب صاحب رامپور کے خاص دوست تھے، اور میرے اوپر بھی بہت مہربان تھے۔ ایران میں رہے تھے، فارسی خاصی جانتے تھے۔

۳۱۰؎ PUN بہ معنی رعایت لفظی، ضلع جگت۔ ظفر صاحب اس فن میں خوب منجھے ہوئے تھے۔ اور خود "لفظ پن" اُن کی زبان پر چڑھا ہوا تھا۔ سید صاحب بھی چوکنے والے نہ تھے، جیسا کہ اسی خط کے دو تین فقروں سے ظاہر ہو رہا ہے۔ "پہلو" اور "پہلے" کا اجتماع اسی فن کا ایک کرشمہ ہے۔

۳۱۱؎ حاشیہ مکتوب ۶۹ میں گزر چکا ہے۔

آپ کے پاس کانفرنس گزٹ تو آتا ہے، جنوری میں پروفیسر مُراد نے "سائنس ریویو" کی ایک تجویز پیش کی جو بعینہٖ ہمارے رسالہ کے قریب ہے، ستم ظریفی یہ ہے کہ مجھی سے تائید چاہتے ہیں، میں نے لکھا ہے کہ یہ اسکیم میرے رسالہ سے نہ کہیں ٹکرائے

قاضی تلمذ حسین صاحب بھی کیا حیدر آباد سے الگ ہو گئے، اگر ایسا ہے تو میں ہمت کروں، کیا رائے[۳۱۲] ہے؟

شذرات پہنچے، اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ! کتبخانہ اسکندریہ کا مضمون انگریزی میں شاید آرنلڈ نے ترجمہ کیا تھا، علی گڑھ بک ڈپو میں ملتا ہے، آپ کو کچھ تحقیق ہے؟ شذرات میں آپ کا نام ظاہر کر دیا جائے؟

عباسی صاحب شاید ۲۴ کو لکھنؤ پہنچیں، میرا سلام نیازمندانہ۔ والسلام

سید سلیمان - ۴ جمادی الثانی ۳۴ھ

مکرر: آپ کی اس فرمائش کی (تعمیل) کیونکر کروں، کہ اردو کے تمام مطابع اور علمی انجمنوں کو لکھا جائے کہ وہ اپنی مطبوعات بھیجیں، ہنسی آتی ہے۔ ایک ترقی اردو یا الناظر کو لے لیجئے۔ اور کہاں بھیجوں؟

بہرحال آپ کی خاطر سے یہ نام انتخاب کرتا ہوں، دفتر صوفی، دفتر خطیب، دفتر کانفرنس، ذوالقرنین بدایوں، پیسہ اخبار، وطن، وکیل[۳۱۳] اور اور..... تو یاد نہیں آتے۔

---

۳۱۲ یعنی دارالمصنفین میں بلانے کے لئے۔ قاضی صاحب حیدر آباد کے رشتہ تالیف و ترجمہ میں بدستور کام کر رہے تھے۔ سید صاحب کو خبر غلط پہنچی تھی ۔ قاضی صاحب ہر طرح دارالمصنفین میں آنے کے اہل تھے۔ سوا اس کے کہ معاوضہ اُن کی حسب حیثیت یہاں سے نہیں مل سکتا تھا۔

۳۱۳ یہ سب اُس زمانے کے مشہور رسالے اور اخبارات تھے۔

(۷۲)

دار المصنفین، اعظم گڈھ

شعبۂ اشاعت

مورخہ ۱۵ مارچ ۱۹۱۹ء

مکرم

معارف کا معیار انشاء اللہ اب ترقی کر جائے گا۔[۳۱۴]

اب جب آپ آئیں گے تب ہی مضمون مطابع اور مطبوعات کے لئے اخبارات میں بھیجا جائے گا، آپ کے آنے پر بہت سی باتیں اٹھا رکھی گئی ہیں۔

مجھے ایک ہفتہ کا سفر درپیش ہے، میں سمجھتا ہوں کہ آپ لوگ یکم اپریل تک آئیں گے از راہِ عنایت جس وقت عزم کیجئے، ایک دو روز پیشتر مجھے اس پتہ سے تار دے دیجئے "انجمن اسلامیہ، رانچی"[۳۱۵] والسلام

سید سلیمان

(۷۳)

دار المصنفین، اعظم گڈھ

تاریخ یکم اپریل ۱۹۱۹ء

مکرم

السلام علیکم

والا نامہ ملا، میں پورا ایک عشرہ اپنے مرکز سے غائب رہا، رانچی پہنچا، تین برس کے بعد مولانا ابو الکلام کی زیارت ہوئی، بڑے تپاک سے ملے، بڑی مسرت ظاہر کی، خوب خوب صحبتیں رہیں، وہ بھی تطبیق معقول و منقول کے دیرینہ ذائقہ سے گھبرا گئے ہیں، آجکل ابن تیمیہ اور ابن قیم کا رنگ غالب ہے، فقہ و عقائد میں ہر چیز میں ٹھیک ظاہریت مسلک ہے

---

۳۱۴ معارف کے شذرات اب میں لکھنے لگا تھا (اپریل نمبر سے) اور میرے ہی نام سے نکلتے بھی تھے۔

۳۱۵ اعظم گڈھ میرے جانے کی ساعت کسی طرح نہیں آ چکی تھی، ہر دفعہ کوئی نہ کوئی مانع پیش ہی آ جاتا۔

رانچی کی شور و سنگستانی زمین اُن کے سحرِ زبان اور جادوئے بیان سے پانی ہو گئی ہے، وہ بھی میٹھا۔ مدرسہ کی عمارت چھوٹی لیکن خوبصورت اور شاندار بنی ہے، لوگ بہت مانتے ہیں۔ ایک دو تقریریں میری ہوئیں۔

کہئے یہ تو ایک فقیرانہ سفر تھا، فرزندِ ارجمند دولت برطانیہ[۳۱۷] کی کیفیت لکھئے، کیسی نبھی، کھانے کا کیا ذائقہ تھا۔ موسیقی کے سبجکٹ پر آپ تیار تھے؟ لائے کیا اور دیجئے گا کیا؟

مولوی عبدالباری صاحب نے جو دلائل تعویقِ سفر کے پیش کئے، وہ معقولانہ تو نہ تھے البتہ منقولانہ تھے، یا جذباتی ہیں۔ اُمید ہے کہ ۱۰ کو لکھنؤ میں آپ سے ملوں، اُس دن عبدالباری صاحب کو بھی بلوا لیجئے۔ والسلام

سید سلیمان ندوی

(۷۴)

اعظم گڈھ — اطلاع ضروری

مکرم

۱۰ کی صبح کو میں پہنچ جاؤں گا، اور شاید مولوی عبدالباری صاحب بھی۔

والسلام

سید سلیمان ۷ / اپریل ۱۹ء

۳۱۶ے مولانا ابوالکلام اس وقت رانچی میں نظربند تھے ——— یہ بات خیال کر لینے کی ہے کہ اب سید صاحب کے لہجہ میں مولانا سے متعلق اُس تلخی کا شائبہ بھی نہیں، جو اس مجموعہ کے ابتدائی خطوط میں کثرت سے ملتی ہے۔ اور اب لہجہ اُن کے متعلق خوشگوار ہے۔

۳۱۷ے یہ سرکاری خطاب تھا نواب صاحب رامپور کا۔ میں دارالمصنفین ہی کے کام سے، برن صاحب (چیف سکریٹری، یو۔ پی) کا تعارف نامہ لے کر رامپور گیا تھا، اور اس وقت وہاں سے ایک رقم حاصل کر کے واپس ہوا ہوں۔ یہ نواب صاحب اپنی آرٹ نوازی، کے لئے بدنام تھے۔ 'موسیقی' کا اشارہ اسی جانب ہے۔

(۷۵)

دارالمصنفین، اعظم گڈھ

شعبۂ معارف

تاریخ ۲۳ مئی ۱۹ء مکرمی السلام علیکم

آپ خوب چل دیئے، دوسرے روز آپ کی تلاش میں پہنچا تو معلوم ہوا کہ اورنگ آباد سدھارے، چند روز میں اورنگ آباد پہنچا، تو معلوم ہوا کہ کل یہاں سے بھی آگے بڑھ گئے، مجھے اتنی دیر ہوگئی تھی اور ساتھ اس قدر نقدی سامان تھا کہ لکھنؤ نہ ٹھہر سکا۔ اور پنجاب میل بھی چھوٹ گیا تھا، کلکتہ میل سے مغلسرائے ہوکر آیا۔[۳۱]

مولوی عبدالباری کا پتہ نہیں، آپ کب تک آتے ہیں، معارف کی نسبت تجویزیں حیز عمل میں کب آئیں گی۔[۳۱] اس دفعہ پرچہ میں دیر ہوگئی، آئندہ پرچہ جلد کا آخری نمبر ہوگا۔ مکالمات[۳۲] لوگوں کے پاس بھیج دی گئیں، اخبارات باقی ہیں۔ اُن میں بھی بھیج دی جائیگی۔

والسلام سید سلیمان ۲۲ر شعبان ۳۷ھ

(۷۶)

دارالمصنفین اعظم گڈھ

شعبۂ معارف

مورخہ ۴ر جون ۱۹۱۹ء مکرم تسلیم محبت

آپ حضرت عباری کے انتظار میں رہے اور یہاں رمضان آگئے، آپ رمضان میں

---

[۳۰] مئی میں میری طلبی تاریز اعلحضرت نظام دکن کے ہاں ہوئی۔ عثمانیہ یونیورسٹی کی ملازمت ستمبر ۱۸ء میں چھوڑ کر میں از سر نو لکھنؤ آگیا تھا۔ لیکن حیدرآباد سے علمی پنشن (یا وظیفہ) مل جانے کی تحریک جاری تھی، حالی و شبلی کی تقلید میں۔ یہ طلبی اس تحریک کی کامیابی کا پیش خیمہ تھی۔ جب حیدرآباد پہنچا ہوں، اتفاق سے سید صاحب بھی وہاں موجود تھے۔ میں واپس ہوا تو، اورنگ آباد ایک عزیز کے ہاں ٹھہرتا ہوا۔

[۳۱] یعنی بہ انگریزی ترجمہ وتلخیص کے ذریعہ جدید معلومات کا اضافہ

[۳۲] یعنی میری مترجمہ کتاب مکالمات برکلے

پرشوق آسکتے ہیں، لیکن ہم لوگ اس زمانہ میں لطف صحبت کے لائق نہیں رہتے، صرف خدا خدا اور اللہ اللہ کیا کرتے ہیں! میرا سفر بھی ان حالات میں مشکل ہے[۳۲۱]۔

بہرحال جولائی کے پرچے کا انتظام اسی مہینہ میں ہونا چاہئے، ورنہ وقت پر اشاعت نہ ہوسکے گی، اس دفعہ بعض اسباب ناگزیر کی بنا پر تاخیر ہوگئی، ایک میری غیر حاضری، دوسرے دفعۃً ایک مضمون مولانا ابوالکلام کا اس تاکید کے ساتھ آیا کہ اسی مہینہ میں شائع ہو، تیسری وجہ یہ تھی کہ پریس آجکل زیر ترتیب ہے، مشین آگیا ہے فٹ ہو رہا ہے[۳۲۲]۔

معارف کی اسکیم ایک صفحہ میں لکھ کر مجھکو بھیج دیجئے یا ہمدم میں دے دیجئے اس کی سخت ضرورت ہے، جون کے پرچہ میں بھی ذکر کرنا ہے۔ آپ سے اس معاملہ پر گفتگو ہی نہیں آئی، اس لئے میں خالی الذہن ہوں۔ ریویو کے لئے معارف میں کتابوں کی طلب کے لئے تو مضمون آج ہی اخبارات کو بھیجتا ہوں۔ والسلام

سید سلیمان ۴ رمضان مبارک ۳۷ھ

(۷۷)

دارالمصنفین، اعظم گڈھ

شعبۂ معارف

تاریخ ۱۴ر جون ۱۹۱۹ء

عجیب آپ کبھی کبھی آئیں گے؟ جولائی سر پر ہے، اور اسی مہینہ سے پہلا نمبر شروع

---

[۳۲۱] ابھی تک میر اَدورِ الحاد قائم تھا، گو اس کی وہ شدت باقی نہیں رہی تھی۔ ہندو فلسفہ وتصوف کے مطالعہ نے نرمی اچھی خاصی پیدا کردی تھی۔ بہرحال رمضان سے اب بھی کوئی واسطہ نہ تھا۔ اور نہ اس کا کوئی تصور ذہن میں تھا، کہ روزے اور پھر ماہ جون کے روزے، معنی کیا رکھتے ہیں۔ سید صاحب بیچارہ کو میری آمد اعظم گڈھ کا انتظار برابر چلا آرہا تھا۔

[۳۲۲] معارف، ترتیب جدید اور ڈیوڑھی ضخامت کے ساتھ، اسی جولائی نمبر سے نکلنے والا تھا ——— سید صاحب کی زبان پر لفظ "مشین" تذکیر کے ساتھ تھا۔

ہوگا، پورا مضمون اور ٹائٹل اسی مہینہ میں مل جانا چاہیئے، ایک مہینہ قبل ملنا وقت پر نکلنے کے لئے ضروری ہے

یا آپ آئیے یا میری سحری کا انتظام کیجئے تو میں آؤں لیکن پہلی صورت زیادہ آسان ہے، بہرحال خواہ کوئی آئے جولائی کے پرچے کے مضامین دیر سے دیر ۲۰ جون تک آجانا چاہیئے، ورنہ مشکلات پیدا ہوں گی، اور مجھے اپنے مذاق کے مطابق وہ نمبر بھی مرتب کرنا ہوگا، جولائی نمبر مرتب کر کے نہ بھیجئے، سو صفحے اس گرانی میں بہت ہیں[۳۲۳]، بالفعل صفحات زیادہ نہ بڑھائیے، مضامین کی حیثیت بڑھائیے۔ وقت کم ہے، اب آخری دفعات کا فیصلہ لکھ کر بھیج دیجئے۔

سید سلیمان ۱۴ر رمضان ۳۷ھ

(۷۸)

دار المصنفین، اعظم گڈھ

شعبۂ معارف

تاریخ ۱۰ر جون ۱۹۱۹ء

ہے تو بات کچھ ایسی ہی، اگر مفرحات و مسکنات نہ بھیج سکتے ہوں تو "سیدیات" ضرور بھیجیں۔[۳۲۴]

میں نے تاریخ مقرر کرنے میں فارسی کی مشہور ضرب المثل "بمرگش گیر تا بہ تپ راضی آید" پر عمل کیا تھا، چنانچہ نتیجہ حسب حال نکلا۔ پروفیسر فیروز الدین کو خط ابھی لکھتا ہوں، معاوضہ فی صفحہ عصر ہوگا؟ یا کم و زیادہ؟

آپ نے اسکیم لکھ کر نہ بھیجی تو آخر میں نے اپنی شکستہ و ژولیدہ زبان میں لکھ دی، اور

---

[۳۲۳] میری رائے ناتجربہ کاری کی بنا پر سو صفحہ کی ضخامت کی تھی۔ ۹۰ اور ۱۰۰ میں واقعی بہت فرق ہے، سید صاحب عملی تجربہ مجھ سے کہیں زیادہ رکھتے تھے۔ اور اسے اسّی صفحہ تک رکھنا چاہتے تھے

[۳۲۴] اب خدا معلوم یہ سب اشارے کس بات سے متعلق ہیں۔ ممکن ہے کہ میں نے روزے کی سختیوں کا کچھ ذکر کیا ہو۔

چھپنے کو معارف میں دے دی، قیمت ۵ر ضخامت ۱سال زیادہ سے زیادہ ۵ جز رکھیے، کاغذ کی ارزانی ضروری ہے ورنہ دیوالہ نکل جائے گا، رسالہ آئندہ لفافہ میں رکھ کر جائے گا۔

میں چاہتا تھا کہ رسالہ ایک دفعہ آپ خود مرتب کرتے تو میں دیکھ لیتا کہ آپ کا کیا منشا ہے، مضامین میرے پاس بھی ہیں اور وہ لکھے جا رہے ہیں۔

سید سلیمان۔

(۹)

دار المصنفین، اعظم گڈھ

شعبۂ معارف

۲۴ر جون ۱۹۱۹ء

السلام علیکم

مضامین جو تیار ہوں بھیج دیجیے، تاکہ کتابت شروع ہو، مثلاً شذرات یا اخبار علمیہ، یا اقتباسات صحائف انگریزی علمی مطبوعات، تقریظ و انتقاد، آثار ادبیہ علمیہ ادبیات۔ اردو مضامین لکھے جا چکے۔ آپ کا مرسلہ مواد دو ڈھائی کم از کم چاہیے۔ جو عنوانات میں نے مانگے ہیں وہ ضروری ہیں تاکہ یہ نمبر نمونہ ہو۔ قیمت ۵ر اور ضخامت ۵ جز ۸۰ صفحے کا اعلان کر دیا۔

لیڈر[۳۲۵] میں کیا آپ نے اکاڈمی پر مضمون لکھا تھا، اس کے حوالہ سے دو خط آئے ہیں۔

مولوی مسعود علی صاحب ۳ر شوال کو مکان جاتے ہیں، بارہ کو آئیں گے، آپ لوگوں کو لیتے آئیں گے۔[۳۲۶]

سید سلیمان

۳۲۵ھ الہ آباد کا مشہور انگریزی روزنامہ

۳۲۶ھ آخر میں یہی طے پایا تھا کہ مولوی مسعود علی صاحب ندوی کھیارودی جب عید کے بعد بارہ بنکی و لکھنؤ آئیں، تو ہم دونوں یعنی میرے علاوہ مولوی عبد الباری پر بھی مسلط ہو کر ہم لوگوں کو ساتھ لے چلیں۔

(۸۰)

دارالمصنفین، اعظم گڈھ

شعبۂ معارف، ۲۷ جون ۱۹۱۹ء

مضامین کا پیکٹ ملا، شکریہ۔

مجھے ترتیب کی فکر تھی، آپ نے کوئی ہدایت نہیں دی، میں نے توجہ کو سرمضمون اور اس کے بعد حکیم مہدی اور ہندو فلسفۂ وحدت وجود[۳۲۷]، پھر اپنے ہاں کے مضامین رکھے ہیں، مختصر مضامین یعنی خلاصہ ہائے رسائل کو جیسے اتیحفر و کتبخانہ وغیرہ کو ایک نئے عنوان مقتبسات میں ڈال دیا ہے، اس نمبر میں رسائل چراغ علی پر ریویو میں نے لکھا ہے۔ تاریخ التعلیم ضیاء الدین[۳۲۸] میرے پاس نہیں آئی، میں نے قیمتاً منگوائی تھی، ابتک نہیں پہنچی۔ آج ایک ہفتہ کے لئے وطن جاتا ہوں۔ سلیمان

(۸۱)

دارالمصنفین، اعظم گڈھ

حبیب گرامی تسلیم

آپ کی دولت ملاقات کی سرخوشی ابتک دماغ میں باقی ہے، بخدا کہ اس ایک ہفتہ میں مطلق احساس نہ ہوا کہ کیسے دن گزرے اور کیونکر گزرے۔ آپ کے جانے پر معلوم ہوا کہ ایک سحر تھا جو اتر گیا، سب کی نگاہوں میں گھر سونا معلوم ہونے لگا۔

۳۲۷ے "توجہ کی ماہیت نفسی"، میرا مستقل مضمون تھا۔ منتظم الدولہ حکیم مہدی وزیر اودھ"۔ "ہندو فلسفۂ وحدت الوجود" یہ دونوں مضمون انگریزی رسالوں سے مترجم تھے۔

۳۲۸ے ڈاکٹر ضیاء الدین احمد مشہور استاد علی گڈھ۔

۳۲۹ے دارالمصنفین میں میری حاضری پہلی بار ہوئی ہے۔ اور ایک ہفتہ کے قیام کے بعد وہاں سے واپسی ہوئی ہے۔ سید صاحب کو اس سے جو مسرت بے اندازہ ہوئی ہے، اُس کا اندازہ اس خط سے ہو رہا ہے ——— سید صاحب کی ان بے اندازہ شفقتوں اور نوازشوں کا جب خیال کرتا ہوں تو، تو کٹ کر رہ جاتا ہوں۔

اِس ایک ہفتہ میں اس خانۂ بے تکلف میں خدا جانے آپ کو کس قدر تکلیفیں ہوئی ہونگی، اور دانستہ و نادانستہ کتنی دفعہ مرتکب جرائم ہونا پڑا ہوگا۔ میں تہ دل سے اُن کی معافی کا خواستگار ہوں، اور شرمندہ ہوں کہ

از دستِ تہی بجز دعا ناید ہیچ

معارف کے متعلق اخبار علمیہ کے دو چار صفحے اور ایک دو صفحے تلخیص و تبصرہ کے لئے چاہئیں، کل مضامین ۰ہ صفحے کے مرتب ہو چکے ہیں۔ تاریخ التعلیم ڈاکٹر ضیاء الدین کیا آپ کے ساتھ گئی ہے، کچھ لکھ کر بھیجئے گا۔[۳۳۰]

پادری کی تصنیف متعلق حدیث کی مجھے ضرورت ہے[۳۳۱]، مسلمانوں کے اس فقرہ کے معنی کہ حدیث کی تدوین ہجرت کے ڈیڑھ سو برس بعد ہوئی یہ ہے کہ تصنیف اور کتاب کی حیثیت میں، ورنہ محض تحریر و کتابت کی حیثیت سے زمانہ نبوی ہی میں اس کی جمع و تحریر کا آغاز ہو چکا تھا۔

معارف کے ایک خاص مسئلہ کی نسبت بار بار کی ہمت کے بعد بھی میں آپ سے کچھ کہہ نہ سکا۔ میر کا یہ شعر پورا صادق آیا ؎

کہتے تھے کہ یوں کہتے یوں کہتے جو وہ آتا
کہنے کی یہ باتیں ہیں کچھ بھی نہ کہا جاتا

معارف کے متعلق معاوضہ کے بغیر کام کرنا کیونکر ہو سکتا ہے، پروفیسر عبدالباری صاحب کو حد اوسط بنایا وہ ساقط ہو گئے۔[۳۳۲]

---

۳۳۰ بعد کو اس پر ریویو میرے ہی قلم سے معارف میں شائع ہوا۔

۳۳۱ یہ کوئی انگریزی تصنیف ہوگی، جس کی میں نے سید صاحب کو اطلاع دی ہوگی

۳۳۲ سید صاحب کو کس درجہ اصرار تھا کہ میں معارف کی خدمت کے لئے کچھ ماہانہ معاوضہ قبول کروں۔

معارف کے حساب میں آپ کے نام ۱۵۰؎ کا حساب پڑا ہے[۳۳۳]، ۱۰۰؎ راجہ صاحب کے حساب میں اور ۵۰؎ یہاں سے ہندوستان کے انگریزی رسائل کی خریداری کے لئے، ۳۵۰ تھیکر کو بمبئی بھیجے گئے، اب معارف کا سال ختم ہو گیا، اس لئے اگر تھیکر کے ۳۵۰ روپے کی تفصیل یعنی فہرست رسائل قیمت مجموعی ۳۵۰ اپنے دستخط سے بھیج دیجئے، اسی طرح ہندوستانی رسائل کی فہرست و قیمت، نیز اخراجات ڈاک وغیرہ جو آپ نے صرف کرنا ضروری سمجھا ہو، یا مصارفِ سفر وغیرہ۔ اور اگر اب بھی اس میں سے کچھ رقم باقی ہو تو اُس کی تعداد ـــــ مجھے افسوس ہے کہ اِن جزئیات میں آپ کا کسی قدر وقت بیکار ضائع ہو جائے گا، لیکن دفتری پابندی اِن لغویات پر مجبور کرتی ہے جو مجھے خود بھی نہایت جبر ہوتی ہے۔

جولائی سے معارف کے معاوضۂ مضامین کا مسئلہ بالتصریح طے ہو جانا چاہئے،

ان اللہ لا یستحی من الحق خدا کرے معارف کی شاہراہِ کامیابی آپ کے زیرِ ہدایت ہموار و وسیع ہوتی رہے۔

امیدوارِ عفو و کرم۔ فیروز دین کو لکھ دیا[۳۳۴]

سید سلیمان ندوی ۲۲ر جولائی ۱۹ء

(۸۲)

دار المصنفین، اعظم گڈھ
۱۰ر اگست ۱۹۱۹ء

محترم السلام علیکم

آپ کی مہربانیوں کی یاد اب تک دل میں تازہ ہے۔

---

۳۳۳ یہ حساب خدا جانے آخر تک بھی صاف ہوا یا نہیں۔ اگر نہ صاف ہوا ہو تو اللہ مجھے معاف کرے، اور دار المصنفین والے بھی معاف فرمائیں۔ اُس دورِ الحاد میں اپنی اخلاقی ذمہ داریوں کا پورا احساس بھلا کہاں تھا!

۳۳۴ وہی علی گڈھ کے اُستاد کیمسٹری۔ پروفیسر فیروز دین مراد۔ اردو کے اہلِ قلم۔

اگست کا معارف مکمل ہو گیا، ستمبر کے معارف کا آغاز ہو چکا۔ اگست میں آپ کی دو چیزیں داخل رہیں، "روح کی بغاوت" اور "کبیر داس"، یہ ستمبر میں دے دیا۔ ستمبر کے لئے اخبار علمیہ، تلخیص و تبصرہ، اور ترجمہ کی ضرورت ہو گی، کُل تقریباً ۷۰ صفحے، چند صفحے شذرات میں مقالات میں اس دفعہ موقع نہ ملے گا۔

شذرات اور اخبار علمیہ کی طرز تحریر میں ذرا فرق ہونا چاہیئے۔ اخبار علمیہ چھوٹے، سادے اور بلا اظہار رائے ہوں، شذرات مع اظہار رائے، رنگین اور چٹ پٹا ہو۔ عالم کائنات سے معافی چاہتا ہوں کہ سورج کو چراغ دکھانے کی جرأت کرتا ہوں۔[۳۳۵]

پروفیسر فیروز دین مُراد اور سید محی الدین کے خطوط بھیجتا ہوں۔ آپ کے مضمون پر ایک مولوی صاحب نے اعتراض لکھ بھیجا ہے کہ اس میں تھیٹر کی تمثیل کیوں ہے۔ عبدالرزاق مصری کے مضمون پر اعتراض ہے کہ اس میں شراب کا نام کیوں آیا، اس سے سادہ طبیعتوں میں اُبھار پیدا ہو گا۔ جواب لکھتا ہوں کہ پہلے قرآن کی تحریف کیجئے، تب ادھر آئیے۔ داغ کا ایک شعر یاد آگیا،

قسم بھی وہ کبھی قرآں کی نہیں کھاتے
یہ ضد ہے کہ کیوں اس میں ذکرِ حور آیا

ابھی والا نامہ اور حساب پہنچا۔

سید سلیمان

(۸۳)

دار المصنفین، اعظم گڈھ

شعبۂ معارف

السلام علیکم

آج مضامین کے پیکٹ کی آخری تاریخ تھی، مایوس ہو کر یہ کارڈ لکھتا ہوں۔

---

۳۳۵ معارف کی نیم ایڈیٹری میرے ذمہ ہے۔ سید صاحب، اصلاح اور اُستادی کا حق کس لطافت و دلدہی کے ساتھ ادا کر رہے ہیں۔

ملفوفہ مرسل ہیں،[۳۳۶] رسید سے مطلع فرمائیے۔

مولوی عبدالباری صاحب کل یہاں سے نکلیں گے، پہلے گدیہ جائیں گے، پھر لکھنؤ

مولوی عبدالحق صاحب پر یہ کیا گزری؟ مشاہدات[۳۳۷] تو نقل ہو رہے ہیں۔

سید سلیمان ۲۰؍اگست ۱۹ء

(۸۴)

دارالمصنفین، اعظم گڈھ

شعبۂ معارف

مکرم السلام علیکم

یہ آپ کیا فرماتے ہیں؟ خدا آپ کو ہمیشہ "چشم بد" سے بچائے۔ مضامین پہنچے۔ ترجمۂ تغلق کی اس پرچہ میں گنجائش نہیں۔ ہندوستان کی پبلک کا عجیب حال ہے۔ جب مذہبی اور مشرقی مضامین رسالہ میں دیتا ہوں تو شور اٹھتا ہے کہ یہ تو نری "مولویت" اور باسی کھانا ہے، اور جب مغربی معلومات بڑھا دیئے تو ایک بغاوت انگیز آواز پیدا ہو رہی ہے کہ اب رسالہ خشک فلسفی ہو گیا۔ غرض نہ زاہد خشک بننے میں چین، اور نہ متانت آمیز فلسفیت میں تسکین!

بلائے صحبتِ جاناں و فرقتِ جاناں[۳۳۸]

اس کثرت سے مذہبی مضامین کی اب طلب ہے کہ مجھے تو غصہ آ گیا اور بعضوں کو عادت کے خلاف سخت جواب دیا۔ چنانچہ اس دفعہ "تصاویر" پر ایک مضمون کی نقش آرائی کر رہا ہوں۔[۳۳۹]

---

[۳۳۶] میرا ماہانہ معاوضہ یہی طے ہوا تھا۔ اُس وقت کے چالیس، آج کے دو سو سے زائد تھے۔

[۳۳۷] خدا خدا کر کے اسی جولائی میں میری حاضری اعظم گڈھ کی پہلی بار ہوئی تھی۔ واپسی پر مشاہدات دارالمصنفین کے عنوان سے مضمون روزنامہ ہمدم (لکھنؤ) کو دیا۔ خوب مقبول ہوا، اور کئی کئی پرچوں میں نقل۔

[۳۳۸] پبلک کی یہ ذہنیت آج بھی جوں کی توں قائم ہے — "چشم بد" کی تلمیح اب یاد نہیں پڑ رہی ہے۔ کوئی بات ہوگی ضرور۔

چاہتا ہوں ہمدم اور وکیل میں معارف کا اشتہار دوں۔ حیدر آباد سے محی الدین صاحب کا سرکاری جواب آیا ہے کہ "کارروائی دفتری شروع کر دی گئی ہے، نتیجہ سے اطلاع دی جائے گی"، خود بھی انھوں نے خریداری کی ہے۔

مولانا عبدالباری صاحب[۳۳۰] کی زبانی داد کی سہی نہیں، تحریری چاہیے۔

فیروزدین صاحب کا خط آیا ہے کہ اس وقت بیمار ہوں، اکتوبر سے کام کرنے کی کوشش کروں گا۔

مولوی عبدالباری[۳۳۱] یعنی "پروفیسر" شاید اپنی مہم پر روانہ ہو گئے ہوں، اُن کے خطبہ کے چار صفحے آخر میں معارف کے لئے غضب ہی کر لئے ڈیڑھ صفحہ کی تمہید کے ساتھ ستمبر میں دیدیا ہے۔

۲۲ر ستمبر کو ندوہ کا جلسۂ انتظامیہ ہے، شاید آنا پڑے۔ والسلام

سید سلیمان ۲۷ر اگست ۱۹ء

(۸۵)

دارالمصنفین، اعظم گڈھ

۹ر ستمبر ۱۹۱۹ء

محترم السلام علیکم

نئے مہمان کا خیر مقدم! خود میرا جی چاہ رہا تھا کہ کوئی نام منتخب کروں، لیکن یہ اچھا ہوا کہ آپ نے طرح کا مصرع مع ردیف و قافیہ کے بھیج دیا، شوکت آرا[۳۳۲] پسند ہے؟

۳۲۹؎ آخر میں سید صاحب نے اپنی اس تحقیق سے رجوع کر لیا تھا، اور فوٹو کو بھی ناجائز سمجھنے لگے تھے۔

۳۳۰؎ یہاں مولانا نے فرنگی محلی مراد ہیں، نہ کہ اُن کے ندوی ہم نام۔ انھوں نے سید صاحب کی کسی تحریر کی داد مذہبی حیثیت سے دی ہوگی۔

۳۳۱؎ یہاں ندوی مراد ہیں۔ جو اس وقت دکن کالج پونا میں فارسی کے استاد تھے۔ اُن کے "خطبہ" سے مراد اُن کا وہی خطبہ "مذہب و عقلیات" ہے جو انھوں نے کانفرنس کے جلسہ میں دسمبر ۱۸ء میں پڑھا تھا۔ اور جو عین اس وقت ستمبر ۲۳ء میں طبع ثانی کے لئے زیرِ نظرِ ثانی ہے۔

مولانا عبدالباری صاحب[۳۴۲] کا نیقۂ مبارکہ رکھتا ہوں، شجرہ کی جگہ قبر میں ساتھ لے جاؤں گا۔

تنقید شعر العجم کا دوسرا نمبر اب تک نہیں نکلا، اس تنقید کا مطبوعہ نسخہ الگ دو سال پورے کہ چھپ چکا، اور ایک سال تو خود مجھے دیکھے ہوئے ہوا۔

غضب کی بات سنئے، مہاراجہ صاحب[۳۴۴] کا ایک "خوشخط مضمون" آیا ہوا ہے، جس میں مضمون وحدۃ الوجود پر داد تحقیق دی ہے، اور فرمائش ہے کہ اس کو شایع کیا جائے، منتظم بیٹھی ثاقب بدایونی لکھتے ہیں

"یقین بلکہ حق الیقین کہ آپ اپنے مختصر ایڈٹ (؟) تشکر آمیز کے ساتھ اس کو درج رسالہ فرماکر آئندہ مضامین نظم و نثر سرکار دام اقبالہ کے مستحق ہوجائیں گے جو آپ کے رسالہ کے لئے ہر طرح موجب ازدیاد رونق ہے"

میں تو شایع کرنے سے قطعاً معذور ہوں، مضمون میں عوامیت و اغلاط کے علاوہ خود شاعر کبیر حضرت ثاقب بدایونی کے اشعار ہیں[۳۴۵]

اس دفعہ آپ کے شذرات کی کچھ جگہ میں نے غضب کرلی، تصاویر پر ایک جبری مضمون لکھا ہے، جگہ نہیں رہی۔ آخر دوسرے مضامین سے کچھ جگہ قرض لینی پڑی۔

آنریبل شاہد حسین صاحب[۳۴۶] کی دلچسپی بے وجہ نہیں ہوسکتی، ہو نہ ہو کسی شیخ کی کرامت ہی ہے!

---

۳۴۲ میرے ہاں لڑکی کی ولادت ہوئی ہے۔ نام میں نے سید صاحب سے دریافت کیا تھا، عفت آرا، عصمت آرا کے وزن پر۔

۳۴۳ وہی فرنگی محلی مولانا مراد ہیں۔

۳۴۴ یعنی مہاراجہ کشن پرشاد شاد حیدرآبادی

۳۴۵ یہ خط، جیسا کہ ظاہر ہے، صاحب معارف کے لئے واقعی سخت صبر آزما تھا۔

۳۴۶ شیخ شاہد حسین صاحب تعلقہ دار گدیا، بیرسٹر اور امپیریل کونسل کے ممبر، مشاہیر لکھنؤ میں تھے۔ میں نے مل کر معارف کا ذکر کیا۔ دلچسپی سے سنا، اور خریداری پر آمادہ ہوگئے۔ روزنامہ ہمدم کے مالک بھی اس وقت تک وہی تھے۔

میرے پچھلے خط میں جس اختلاف مذاق کا ذکر تھا، روئے سخن مولانا حمید الدین صاحب کی طرف نہ تھا، آجکل وہ گھر آئے ہوئے ہیں، ابتک ملاقات نہیں ہوئی کہ حقیقت دریافت ہوتی۔[347]

کپتان عبد الصمد کا اگر وہ مضمون تھا تو حیرت انگیز تھا[348]، وہ تو صاحب السیف کے ساتھ اب صاحب القلم بھی ہیں۔

معارف کے اشتہار کے لئے ہمدم سے طے کرنا چاہا وہاں ہر خط کا جواب سکوت ہے، خدا جانے ہندوستانی دفاتر "بزنس" کب سیکھیں گے اور ہاں ہمیں بھی کب آئے گا۔

والسلام

سید سلیمان ندوی ۱۱؍ذی الحجہ ۳۷ھ

(۸۶)

دار المصنفین، اعظم گڈھ

مکرم سلام اخلاص

حسب ارشاد مضمون شاد مرسل ہے، دیکھیں کس کی قسمت چمکتی ہے، اور ثاقب بدایونی کے رقم فیض رشیم کے مطابق کیا تو نجات ابدی ہوتی ہیں، میں نے مہاراجہ کو لکھا ہے کہ مضمون چونکہ مختصر اور بصورت خط ہے اس لئے مقالات کے بجائے میں شذرات میں اس کا اقتباس لے لوں گا" مہذب و فہمیدہ طریقہ سے لکھا ہے، کچھ اُن کے مذاق کے مطابق وحدۃ الوجود کی باتیں بتائی ہیں۔[349]

---

[347] نہ زبانی یاد پڑا کہ کس معاملہ کی طرف اشارہ ہے، نہ وہ پچھلا خط ہی ملا جس سے کچھ رہنمائی حاصل ہوتی۔

[348] یہ بھوپال میں چیف سکریٹری یا ایسے ہی کسی بڑے عہدہ پر تھے، علمی مذاق کے آدمی تھے۔ اُن کا مضمون ہمدم میں نکلا تھا۔

[349] سید صاحب کا یہ جواب بہترین تھا — "ارشاد" اور "شاد" اور "چمک" اور "ثاقب" یہ سب انشائے سلیمانی کے خصوصیات میں ہیں۔

کل یہاں سے سالار مسعود غازی[۳۵۰] کی کارواں سالاری میں کوچ ہوگا۔ چند روز اُن کے در دولت بھپارہ میں رہنے کا قصد ہے، ۲۰ کو کسی وقت لکھنؤ میں داخلہ ہوگا، ابوالکمال صاحب[۳۵۱] کو میں نے اور مسعود صاحب نے بھی ڈانٹا ہے کہ یہ کیا نادانی کی دوستی ہے! الناظر نے جو کچھ لکھا ہے وہ مقتضائے طبع ہے، پے کینہ[۳۵۲] نہیں۔ مولوی محمد جان کا یہ "سرمایہ محفوظ" دس بارہ برس سے عالم وجود میں ہے[۳۵۳]، اور مجھے خبر ہے، میں نے مولانا کو لکھا بھی تھا، انھوں نے اُس کا جو جواب دیا ہے وہ مکاتیب میں میرے نام کے خطوط میں غالباً ؁۹ یا ؁ کے مکتوبات میں درج ہے۔

بھوپالی کی پہاڑیوں سے کسی چشمۂ فیض کے آپ متوقع ہیں، میری بس دعا ہی شاملِ حال سمجھئے۔

نواب ڈھاکہ کا خط آیا ہے کہ لائف آف محمد ایک نئی یورپ میں چھپی ہے قیمت ۳ہ (پونڈ) ہے، ......[۳۵۴] مجھے اس کی واقفیت تھی لیکن دام اس قدر زیادہ تھے کہ ہمت نہیں ہوئی) میں چاہتا ہوں کہ ارکان سیرت کے یہ مطالعہ میں آئے اور اس کے لئے حسبِ حیثیت میں بھی چندہ دوں گا۔ آج جواب دینا ہے کہ اس کے لئے چندہ کی حاجت نہیں، صرف ڈھاکہ کلکتہ کو حکم دے کہ وہ اعظم گڈھ کو بھیج دے۔

باقی زبانی والسلام

سید سلیمان ۱۳؍ ستمبر ۱۹؁

۳۵۰؎ مولوی مسعود علی ندوی، منیجر دار المصنفین (ساکن موضع بھپارہ ضلع بارہ بنکی)۔ ہم بے تکلف نیازمندوں کی زبان پر وہ "سالار مسعود غازی" تھے۔

۳۵۱؎ ابوالکمال سید عبدالحکیم دیسنوی، سید صاحب کے عزیز اور خصوصی مخلص تھے۔

۳۵۲؎ صاحبِ الناظر کو مولانا شبلی سے بڑی دیرینہ اور شدید کد چلی آتی تھی

۳۵۳؎ مولوی حافظ محمد جان غازی پوری مرحوم کی تنقید "الفاروق" پر مندرجۂ الناظر

۳۵۴؎ یہاں کے الفاظ اڑ گئے ہیں۔

دارالمصنفین، اعظم گڈھ

شعبۂ معارف

۲۳ اکتوبر ۱۹۱۹ء　　　السلام علیکم

براؤن[۳۵۵] کے نام کتاب بھیج دی جائے گی، جلدیں بن رہی ہیں، گو جیسی ہوں گی وہ ظاہر ہیں۔ فتحپور سے یہی خط ایک صاحب نے مجھے بھی اپنے ایک دوست مقیم لندن کے حوالہ سے لکھا ہے۔

"منطق استخراجی"[۳۵۵ الف] بھیجتا ہوں، ازراہ عنایت اس پر چند صفحوں کا نقد لکھ کر عنایت فرمایئے زیادہ سخت گیری نہ ہو، مدراسی ہیں اس لئے زبان کی گرفت بھی کم رہے۔

میں اب تک بالکل تندرست نہیں ہوا، محرم کے آخر ایام میں، دوسرے "قید خانۂ زندگی" میں میرے احباب مجھے داخل کریں گے[۳۵۶]، یہ دن اس مہینہ میں اس لئے منتخب کیا گیا ہے کہ یہ واقعہ میرے لئے کافی حد تک اب بھی الم آگیں ہوگا، خوش قسمت پہلے زندانیوں کی طرح اس تقریب میں میرا کیا منہ جو احباب کو دعوت دوں، خدا مشکل آسان کرے۔

ازراہِ عنایت سائنٹفک رسائل عبدالعلی صاحب[۳۵۷] پسر عبدالحئی صاحب کے پاس بھیج دیجئے۔

سید سلیمان، ۸ محرم ۳۸ھ

۳۵۵ھ نامور مستشرق پروفیسر براؤن، استاد فارسی، کیمبرج یونیورسٹی۔ کتاب سے مراد غالباً شعر العجم کی جلدیں ہیں۔

۳۵۵ھ الف مولفہ عالم علی صاحب (مطبوعہ حیدرآباد)

۳۵۶ھ یعنی عقد ہوگا ——— سید صاحب کو اب تک اپنی مرحوم بیوی کا غم تازہ تھا۔

۳۵۷ھ اس وقت نئے نئے بی۔ اس۔ سی ہوئے تھے۔ بعد کو مولوی حاجی حکیم ڈاکٹر عبدالعلی ایم۔ بی۔ بی۔ ایس ناظم ندوہ ہوئے۔

دار المصنفین، اعظم گڈھ

شعبہ معارف

تعجب ہے اگر آپ نے اس خوف سے مقالات کا حصہ خالی رکھا۔ میں سادہ دلی یا یگانگت کے سبب سے ہر بات کی اطلاع آپ کو دیدیتا ہوں اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ میں اشارۃً کچھ کہنا چاہتا ہوں[۳۵۸] کہنے کے قابل بات اگر ہوتی تو میں الکنایۃ ابلغ من التصریح کے اصول کو توڑ کر صاف لکھ دوں گا۔

تغلق کا دوسرا ٹکڑا آئندہ پرچے کے لئے بھیج دیجئے "منطق استخراجی" سے جب فراغت ہو جائے تو رجسٹر واپس کردیجئے گا۔ آپ بلالحاظ ڈاک کا حساب صرف معارف میں الگ ڈال لئے۔ کل مہدی حسن صاحب کا خط آیا ہے، کچھ مواعظ ہیں۔ مسٹر محمد علی کا دوسرا خط آیا ہے جس میں ایک نہایت عمدہ غزل، "بر کھلا، دفتر کھلا" ہے۔

اس ہفتہ سجاد و فضل الرحمن[۳۵۹] وکلائے بارہ بنکی آئے پھر "بزم سخن" ہوئی، معارف میں دیکھئے گا۔

سید سلیمان ۱۲ محرم ۳۸ھ
(۱۱ اکتوبر ۱۹۱۹ء)

۳۵۸ء میں نے اس خیال سے کہ مقالات کے لئے جگہ شاید سید صاحب اپنے لئے رکھنا چاہتے ہیں اور مروت سے کھُل کر نہیں کہتے ہیں، ابھی اپنے مقالے نہیں بھیجے تھے۔

۳۵۹ء یہ سجاد "جواں مرگ سجاد انصاری بی۔اے، ایل ایل بی تھے۔ اور دوسرے اُن کے عزیز دوست و رفیق، بڑے گاؤں کے شیخ فضل الرحمن قدوائی۔ جو بعد کو خان بہادر ہوئے اور بعد کو بارہ بنکی میونسپل بورڈ کے چیرمین رہے۔

(٨٩)

دار المصنفین، اعظم گڈھ

شعبۂ معارف

۱۶ر اکتوبر سنہ ۱۹۱۹ء

درخواست بھوپال بھیج دی گئی[٣٦٠ھ]

تغلق کے مضمون کی آخری سطر یہ ہے۔

"اور جس کے چھپانے سے برنی کی نیت کا پتہ چلتا ہے، جو لوگ سمجھنا چاہتے ہیں کیا اُن کے لئے یہ جزئیہ اہمیت نہیں رکھتا"

سید سلیمان

(٩٠)

دار المصنفین، اعظم گڈھ

شعبۂ معارف

مکرم

۱۱ر دسمبر کے خط کا جواب میں ۲۰ر دسمبر کو دے رہا ہوں، آپ خفا ہوں گے کہ اس قدر تاخیر! اور میں خوش ہوں کہ اس قدر تعجیل! ورنہ میں ۱۱ر نومبر کے خطوط کا جواب آج ہی دے رہا ہوں۔

اتحاد مذاق، اتحاد احوال کو مستلزم ہے۔ آپ اِدھر مہینہ بھر بیمار رہے، میں بھی اُدھر مہینہ بھر بیمار رہا، تاریخ عقد پہلے ۱۵ تھی پھر ۲۱ کی گئی اور آخر ۲۴ کو ساعت پوری ہوئی۔ میں ۱۰ر نومبر کو وطن روانہ ہوا اور جاتے ہی بانکی پور میں بیمار پڑ گیا۔ بخار کھانسی، گلا اور سینہ، بلغم سے جکڑ گیا، مہینہ بھر میں گلا صاف ہوا۔ گاؤں میں اعزہ نے سمجھا کہ چونکہ یہ "جبری قید" ہے اس لئے بانکی پور میں بیٹھ کر بہانے بنا رہے ہیں۔ آخر اسی حالت میں دیسنہ گیا، اور دوسرے

٣٦٠ھ یقیناً اعانت معارف سے متعلق، میرے ہی مشورہ کے مطابق گئی ہوگی

روز اسی بیماری میں عقد بڑھا دیا گیا، میں بیٹھ نہیں سکتا تھا اور ضعف اور سختی ضیق دم سے کراہ رہا تھا، لیکن لوگ یہ سمجھے کہ اگر اب معاملہ ٹل گیا تو خدا جانے کل کیا ہو۔ بہر حال رفتہ رفتہ طبیعت صاف ہوئی، ضعف ہفتوں میں دفع ہوا، لیکن "ملکۂ سبا"[۳۶۱] دوسرے ہی روز مجھ بیمار کی تیمارداری کو پہلو میں آ بیٹھیں، لیکن دردِ دل تو تھا نہیں جو اس مسیحا نفس سے شفا ہوتی۔ یہاں تو دردِ تن تھا، آخر اسی حالت میں مشاغل ضروری کا آغاز ہو گیا۔

چند روز تک طبیعت پہلے غم کو اور زیادہ یاد کرنے لگی، لب پر ایک شاعر عرب کا یہ ترانہ تھا۔ ما العشق اِلّا للحبیب الاوّل

دیوان حافظ میں لسان الغیب سے مشورہ طلب ہوا کہ جدید تعلق گزشتہ تعلق سے کیا نسبت رکھتا ہے؟ جواب ملا۔

نظیرِ خویش نہ بگزاشتند و بگزشتند   خدائے عزوجل جملہ را بیامرزاد

بہر حال اب تو "زنجیر نقرئی" کے بدلہ "زنجیر طلائی" میں اسیر ہوں لیکن مجھکو اپنی وہی پہلی "نقرئی زنجیر" محبوب تھی[۳۶۲] اور ہے، آجکل نظر، نوبت رائے نظر[۳۶۳] کا یہ شعر بہت پسند آیا ہے اور اکثر زبان پر رہتا ہے۔

صاحبِ دل ہو وہی مرشدِ کامل ہو وہی   میرے چہرہ سے جو میرا غمِ پنہاں سمجھا

میں سنبھلا تو "ملکۂ عالم" نے انگڑائی لی اور بیمار پڑیں۔ افاقہ تھا کہ میں چل دیا۔ کل خط لکھا ہے جواب آئے تو کیفیت معلوم ہو۔

۳۶۱؎ یہ لفظ میرا تھا۔ "سلیمان" کی مناسبت سے۔ سید صاحب کی خدمت میں گستاخ اور ڈھیٹ ایسے نقطے اور فقرے برابر لکھتا ہی رہتا تھا۔

۳۶۲؎ یہ تاثرات سب اُس وقت کے تھے، اور وقتی ہی ثابت ہوئے۔ بعد کو ان اہلیہ سے بھی خوب جی لگ گیا تھا۔

۳۶۳؎ بڑے خوش ذوق نثر نویس تھے۔ پہلے ماہنامہ خدنگ نظر (لکھنؤ) نکالا۔ پھر ادیب (الٰہ آباد) میں ہو گئے بعد کو روزنامہ اودھ اخبار (لکھنؤ) کے بھی ایڈیٹر رہے۔

دسمبر کا معارف تو جوں کا توں پورا ہو گیا، اور تمام ابواب کسی طرح میرے پیچھے بھر دیے گئے۔ اب جنوری کا نمبر کے لئے بھیجئے اور جلد بھیجئے۔ خدا کرے اب آپ پورے طور سے صحیح و تندرست ہوں۔

بھوپال سے صدائے برنخاست! آپ کو اب مایوسی ہوئی اور مجھے اُسی دن تھی۔ حیدرآباد میں تقاضا جا رہا ہے۔

جن ضروری رسائل کو خرید نا منظور ہے، اُن کی فہرست بھیج دیجئے مع قیمت۔ "حقیقت"[۳۶۴] حقیقت میں اب تک اچھا نکلا۔ والسلام

سید سلیمان ۲۰ دسمبر ۱۹۱۹ء

(۹۱)

دار المصنفین، اعظم گڈھ

مورخہ ۳۰ دسمبر ۱۹۱۹ء

مکرم - السلام علیکم

مضامین پہنچے۔ کیا مقالات سے محروم ہی رکھئے گا، سال میں تین بار تو کم از کم اسم گرامی معارف کے صفحات میں نمایاں ہو۔[۳۶۵]

دسمبر کا معارف پہنچا ہوگا، صفحہ ۴۱۱ کے حواشی ملاحظہ نہ فرمائیگا، اس کی داد مولانا کو ضرور دیجئے۔[۳۶۶]

۳۶۴؎ یہ جدید ہفتہ وار لکھنؤ سے میری نگرانی میں نکلنا شروع ہوا تھا۔ ایڈیٹر انیس احمد عباسی بعد کو اس کے مختار کل ہو گئے

۳۶۵؎ ترجمہ تلخیص وغیرہ تو معارف میں اب ہر مہینہ میرے ہوتے ہی رہتے تھے، مگر بغیر نام کے۔ سید صاحب کا ارشاد تھا کہ مقالات بھی ضرور ہوا کریں، جو میرے نام کے ساتھ ہوتے تھے۔

۳۶۶؎ مُراد مولوی عبد السلام ندوی ہیں۔ ان کا ایک مضمون اُردو شاعری پر اس دسمبر نمبر میں نکلا تھا جس کے بعض حاشیے حد فحش تک پہنچ رہے تھے۔

نقد الفاروق کا جواب آسان ہے[۳۶۷]، کسی سے لکھوا کے بھجوا دوں گا، مگر کہاں؟ الناظر ہی میں۔ حقیقت[۳۶۸] خدا کرے کاکوریت کے اثر سے محفوظ رہے، جنوری نمبر میں اس پر تعریفی ریویو لکھ دیا ہے۔

پرچوں کی خریداری کے لئے روپے بھیج دیے گئے، کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ پرانے پرچے آپ دار المصنفین بھجوا دیں[۳۶۹]؟

مولوی عبد الباری کا حیدر آباد جانا بے سود ہے[۳۷۰]، اور ابھی تو دلی کوسوں دور ہے، اُن کے درجے تو ابھی کھلے بھی نہیں اور نہ آئندہ کھلیں گے۔

دار المصنّفین کی انشا پردازی پر جن کو اعتراض ہے، اُن کے بتائے ہوئے کچھ نمونے بھیج سکتے ہیں۔

براؤن صاحب[۳۷۱] نے اب شعر العجم تیسری جلد منگوائی ہے۔ والسلام

سید سلیمان

(۹۲)

دار المصنفین، اعظم گڈھ

شعبۂ معارف

۱۵ر جنوری ۱۹۲۰ء

محترم - السلام علیکم

میں آپ سے رخصت ہو کر چلا لیکن تقدیر کچھ اور کہتی تھی۔ ۱۱ بجے شب کو گاڑی

---

۳۶۷ - اس مخالفانہ تنقید کا ذکر ایک سابق مکتوب میں آچکا ہے۔ یہ الناظر میں نکل رہی تھی۔

۳۶۸ - لکھنؤ سے یہ ہفتہ وار حال میں میری نگرانی میں نکلا تھا، ایک کاکوروی ایڈیٹر کے نام کے ساتھ۔

۳۶۹ - یعنی وہ انگریزی پرچے جو معارف کے لئے منگائے گئے تھے اور میرے پاس آرہے تھے۔

۳۷۰ - مولوی عبد الباری صاحب ندوی کے لئے میں عثمانیہ یونیورسٹی کے شعبۂ فلسفہ میں تحریک کر چکا تھا۔ لیکن وہ اس وقت تک گجرات کالج احمد آباد ہی میں تھے، بہ حیثیت اُستاد فارسی۔

۳۷۱ - مشہور مستشرق، مصنف "ہسٹری آف پرشین لٹریچر"

لکھنؤ سے روانہ ہوئی ۸ بجے شاہ گنج پہنچی۔ شاہ گنج کی گاڑی چھوٹ گئی۔ ناچار۔ راہ یکہ سرائے میر چلا گیا اور دوسرے دن ریل سے صبح کو اعظم گڈھ پہنچا۔

شام کو محمد علی شوکت علی کا تار آیا کہ فوراً آؤ۔ وائسرائے، اکو وفد خلافت سے ملاقات کرچکے[۳۷۲]۔ مولانا حمید الدین صاحب عسر البول میں مبتلا ہوکر یہاں مقیم ہیں۔ سفر نامناسب معلوم ہوتا ہے، دیکھئے آج ۴ بجے تک فیصلہ ہوگا کہ کیا کرنا چاہیئے[۳۷۳]۔

مولانا شروانی کا خط آیا ہے کہ معارف کے شذرات میں ہندوؤں کے موجودہ کارنامے جس طرح لکھے جاتے ہیں، اُس سے مرعوبیت کی بو آتی ہے جس سے خوف ہے کہ قوائے قومی اور زیادہ مضمحل نہ ہوجائیں۔ اس لئے طریقۂ تحریر بدلنا چاہیئے[۳۷۴]۔

والسلام سید سلیمان

(۹۳)

از جہاز منگریا، بندر کراچی

۳؍فروری سنہ ۲۰ء

حبیب مکرم سلام محبت

آج جہاز کراچی پہنچا[۳۷۵]، کل انشاءاللہ خاکِ ہند کو آخری سلام ہوگا۔ آج شب کو

---

[۳۷۲] اس ہنگامہ خیز دور میں اکثر ایسی طلبیاں تار ہی پر ہوتی تھیں۔ اور علی برادران تو پوری طرح اس کے عادی ہوچکے تھے۔

[۳۷۳] فیصلہ یہی ہوا کہ سید صاحب کو فوراً جانا چاہیئے۔ چنانچہ وہ پہلے دہلی روانہ ہوئے اور پھر انگلستان۔

[۳۷۴] یہ شذرات میرے قلم سے ہوتے تھے (بغیر میرے نام کے) مسلمانوں کو غیرت دلانے کے لئے برادرانِ وطن کے علمی، تعلیمی، تمدنی کارنامے بیان کئے جاتے تھے۔ مولانا حبیب الرحمن خاں شروانی کو یہ طرز پسند نہ تھا۔

اس مکتوب کے بعد ہی سید صاحب، معارف کو میرے ہاتھ میں چھوڑ، بہ حیثیت رکنِ وفدِ خلافت مولانا محمد علی کے ساتھ انگلستان روانہ ہوگئے۔ اور کہیں اکتوبر کے مہینہ میں واپس آئے۔ اس اثناء میں مکتوبات موصول ہوتے رہے، مکتوب الیہ انھیں ہمدم (لکھنؤ) میں اشاعت کے لئے دیتا رہا۔ اُن میں سے متعدد خطوط بعد کو سید صاحب کی مرتبہ بریدِ فرنگ میں بھی چھپ گئے ہیں۔

[۳۷۵] سید صاحب کے جہاز کا پہلا اسٹیشن خلافِ توقع کراچی ہوا یہیں ۳؍فروری کو سب سے پہلا موقع انھیں ہندوستان خط لکھنے کو ملا۔ اور انھوں نے اس نیاز مند کو یاد رکھا۔

کراچی میں مسلمانوں کا جلسہ ہوگا جہاں مسٹر محمد علی تقریر کریں گے اور شاید میں بھی۔ پہلے معلوم نہ تھا کہ جہاز کراچی ٹھہرے گا۔ معارف کو دوبارہ یاد دلاتا ہوں۔[۳۷۶]

برادرم مولوی عبدالباری صاحب ندوی کا احمد آباد سے تار آیا کہ آتا ہوں، مگر آنہ سکے، خدا حافظ۔

(۹۴)

وینس، ۲۴ر فروری ۱۹۲۰ء

تسلیم

سمندر کو طے کر کے ہم نے جس شہر میں قدم رکھا ہے (اُس کا نقشہ پشت پر درج ہے) وینس کو آپ نے شکسپیر کی عینک سے دیکھا ہوگا،[۳۷۷] میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ میری لال ٹوپی،[۳۷۸] پیرو جوان، سخت و لطیف ہر جنس کی نگاہوں کا مرکز ہے، خدا نظرِ بد سے بچائے۔

آج پیرس کا عزم ہے، یہاں دو اخباروں کے نامہ نگاروں نے ملاقاتیں، اور وفدِ خلافت کا حال آج شایع کیا ہے۔ "وینس دی گزیٹا" نے ذرا تفصیل سے کام لیا ہے۔

معارف یاد رہے۔ خدا حافظ۔

(۹۵)

لندن، کرزن ہوٹل
۴ر مارچ ۱۹۲۰ء

ولایتی مسافر کا سلام لیجیے۔

اٹلی سوئٹزرلینڈ اور فرانس ہو کر انگلینڈ ایک ہفتہ گزرا، کہ ہمارا وفد پہنچ گیا۔ ارادہ

---

[۳۷۶] معارف اب بالکل میرے چارج میں تھا۔ سید صاحب اسے کیسے نہ یاد دلاتے۔ اُن کی متاعِ عزیز تھی۔ اُن کے دل سے لگی ہوئی تھی۔

[۳۷۷] اشارہ شکسپیر کے ڈرامے "مرچنٹ آف وینس" کی جانب ہے۔

تھا کہ پیرس میں کچھ دن قیام ہوگا، مگر پیرس پہنچ کر اخبارات سے معلوم ہوا کہ کل ہی شب کو ہوس آف کامنس میں مسئلہ ٹرکی پر بحث ہونے والی ہے، اس لئے دوسرے ہی دن جس طرح بنا بھاگ کر انگلینڈ پہنچے۔ اسٹیشن سے سیدھے ہوس پہنچے، پیرس سے تار دیدیا گیا تھا۔ چنانچہ ہم لوگ اس وقت پہنچے جب آدھا مناظرہ ختم ہوچکا تھا، تمام ممبروں کی تقریریں تعصب سے لبریز تھیں۔ ہم مسلمانوں کو تو تعصب پر طعنہ دیا جاتا ہے، مگر یہ کیا چیز ہے، جو تمام یورپ میں نظر آرہی ہے۔

روزانہ مشہور اخباروں کے نامہ نگار ملاقات کو آتے ہیں، اور ہمارے مکالمہ اور پیغام کو شایع کررہے ہیں۔ پرسوں شب کو پروفیسر آرنلڈ ملنے آئے، خاص طور سے ملا، دارالمصنفین اور سیرت کا تذکرہ کیا، دلچسپی لی۔ انڈیا آفس اور برٹش میوزیم کے کتب خانوں کے دکھانے کا وعدہ کیا۔ کل شب کو مسٹر فشر نے بحیثیت قائم مقام وزیر ہند (مانٹیگو صاحب آجکل نہیں ہیں) وفد کو باریاب کیا، مسٹر محمد علی اور سید حسین صاحب نے اپنے مطالبات نہایت دلیری اور صفائی سے پیش کئے پھر میری طرف دیکھا۔ میں نے مسئلہ خلافت اور مقامات مقدسہ کی مذہبی حیثیت ظاہر کرنے کی خاطر ان سے کہا کہ "میں کوئی پولٹیکل آدمی نہیں، مذہبی اور علمی آدمی ہوں، اور علماء کی جماعت کا قائم مقام ہوں۔ میرا اس وفد میں شریک ہونا خود اس بات کی دلیل ہے کہ ہم جن مطالبات کو پیش کرتے ہیں وہ سراسر مذہبی ہیں"۔ فشر صاحب بڑے غور سے ایک ایک لفظ کو سن رہے تھے، اور پھر نہایت متانت اور خندہ جبینی کے ساتھ جواب دیا کہ "ہم حتی الامکان مسلمانان ہند کے جذبات کا ضرور خیال کریں گے"۔ آج مورننگ پوسٹ میں ایک اطالین پروفیسر مشرقیات

؁ سید صاحب عمامہ کے علاوہ، گرمیوں میں دوپلی ٹوپی اور جاڑوں میں سرخ ترکی ٹوپی استعمال کرتے تھے۔ ترکی ٹوپی اُس وقت تعلیم یافتہ مسلمانوں کا قومی یا ملی لباس تھی۔

؁ مشہور ہمدرد اسلام مستشرق، سر ڈبلو، ٹی، آرنلڈ، مصنف "پریچنگ آف اسلام" وغیرہ

(رومن یونیورسٹی) کے حوالہ سے "سلطان بحیثیت خلیفہ" ایک مضمون شایع ہوا ہے، میں نے آج ہی اس کا جواب لکھا ہے، دیکھئے کون سا اخبار چھاپے۔ کم بخت کہتا ہے کہ بغداد کی تباہی کے بعد سے خلافت دنیائے اسلام میں رہی نہیں۔ "نیچر آف خلافت" اُن کا ایک رسالہ ہے جو اطالین وزارت خارجہ کی طرف سے شایع ہوا ہے۔

یہاں کے مُستشرقین میں پروفیسر براؤن ہمارے ساتھ ہیں، اور مارگو لیوتھ مخالف۔ براؤن صاحب کو ۲۴ صفحہ کا عربی میں مسائل حاضرہ پر ایک خط لکھا ہے، اور اُن سے تائید چاہی ہے۔ اپنی کتابیں بھی بھیجی ہیں، جواب آئے تو مطلع کروں گا، دیگر مُستشرقین سے بھی اس مسئلہ میں خط وکتابت کا ارادہ ہے۔ آج برٹش کانگریس کمیٹی کی طرف سے ہمارے فوٹو لئے جائیں گے، شام کو مصریوں کی طرف سے دعوت ہے۔ مسٹر امیر علی[۳۸] بھی اس مسئلہ میں اچھی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ بعض مسلمان انگریز اُن کا ساتھ دے رہے ہیں چار پانچ روز ہوئے انھوں نے وفد کو چائے کی دعوت دی تھی، اپنی کارگزاریاں بیان کیں۔

دشمنوں نے اپنا پروپیگنڈا اس طرح پھیلا یا ہے کہ وہ تمام دنیائے مغرب پر چھا گیا ہے۔ سردی بے حد ہے۔ معارف کا خدا حافظ۔

(۹۶)

لندن ۲۵ مارچ ۱۹۲۰ء

مکرم! سلام محبت

میں نے راہ سے ایک خط آپ کے نام لکھا تھا خیال تھا کہ آپ کا جواب آئے تو دوسری دفعہ ہمت کروں، لیکن آج ۲۵ مارچ تک آپ کا کوئی خط نہیں ملا۔

---

[۳۸] رائٹ آنریبل جسٹس امیر علی شیعی ہونے کے باوجود مسئلہ خلافت میں مسلک جمہور کے پورے ہم آہنگ تھے اور یہی غیر شیعی مسلک انھوں نے اپنی کتابوں "اسپرٹ آف اسلام" وغیرہ میں رکھا ہے۔

یہاں پہنچ کر یہاں کے مستشرقین سے خط و کتابت عربی میں شروع کی۔ پروفیسر براؤن اور مارگو لیوتھ نے جواب دیا، ڈاکٹر آرنلڈ اور پروفیسر اسٹوری سے ملاقات ہوئی۔ بیوان[۱۳۱] کی تعریف بہت سنتا ہوں معین الدین صاحب انصاری (فرنگی محلی[۱۳۲]) سے ملاقات ہوئی، انڈیا آفس لائبریری کی بھی زیارت ہوئی۔ ۳۰ مارچ کو رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے افتتاحِ عمارت کا جلسہ ہے، اِس حقیر کو بھی مدعو کیا گیا ہے۔

آپ کہا کرتے ہیں کہ اہلِ علم کو سیاست سے کیا تعلق؟ کبھی کبھی آپ کا پُر اثر وعظ سُن کر میں بھی آپ کا معتقد ہو جانا چاہتا تھا۔ لیکن یہاں آکر معلوم ہوا کہ علم بھی سیاست کے لئے سیکھا جاتا ہے۔ مارگو لیوتھ صاحب تو کھلم کھلا مسئلہ خلافت میں مناظرہ کرنے کے لئے میدان میں اُتر آئے ہیں۔ "آبزرور" میں اُن کی اور سید حسین صاحب کی کُشتی ہوئی۔ ایک اٹالین مُستشرق کو "مسلم آوٹ لک" میں میں نے پچھاڑا۔ ایک اور مضمون بھی تیار ہو گیا ہے، جس میں تمام مُستشرقین کو نبرد آزمائی کی دعوت دی گئی ہے۔

وفدِ خلافت جب وزیرِ ہند کی ملاقات کو گیا تو اُس کو کچھ دیر وہاں بیٹھ کر انتظار کرنا پڑا جہاں وزارتِ ہند نشست کرتی ہے، یعنی انڈیا کونسل ہال۔ اس چھوٹے سے کمرہ کو دیکھ کر خیال آیا کہ یہ وہ ایوان عالی ہے جہاں بیٹھ کر ہندوستان کی قسمت کا فیصلہ ہوتا ہے۔ معلوف کے کام کی یہ بات ہے کہ ایوانِ وزارت کی میز پر پیتل کے چند موٹے پتھر مع ایک چھوٹے سے دستہ کے نظر آئے، وہ کاغذ دبانے کے پیپرویٹ تھے ——— تعداد میں آٹھ تھے، اُن پر فارسی اور اُردو اشعار کندہ نظر آئے۔ فارسی کے اشعار عموماً سعدی

۱۳۱؎ BEVAN

۱۳۲؎ کیمبرج سے بی اے کر کے اور لندن سے بیرسٹر ہو کر غالباً ۱۹۲۱ء میں ہندوستان واپس ہوئے۔ کچھ روز پریکٹس کی۔ پھر ریاست رامپور میں ہائی کورٹ کے جج ہو گئے اور آخر ۴۷ء کے بعد جب ریاست رامپور، ہندوستان میں مدغم ہو گئی تو پھر سرکارِ ہند میں سیشن ججی کی عہدہ پر منتقل ہو گئے۔ پنشن کے بعد حج کو گئے، اور پھر کچھ ہی روز بعد وفات پا گئے۔

کے ہیں۔ اِن تمام اشعار میں بادشاہ کو عدل وانصاف کی تعلیم ہے۔ کاش اگر وزرائے ہند اِن اشعار کے مطالب کو سمجھ سکتے تو اپنے فیصلوں میں اس قدر تنگ دلی اور سختی روا نہ رکھتے۔ میں تصور کرتا ہوں کہ ہر نئے فیصلہ کے وقت بنچ کی یہ بے زبان مودتیں اپنا فرض بو عظمت ادا کرتی ہوں گی۔ پرنس غلام حسین آف میسور نے ۱۸۵۴ء میں غدر سے تین برس پہلے ان کو پیش کیا ہے۔ خیال کرتا ہوں کہ یہ شاید سلطانِ میسور کے دربار کی یادگار ہوں۔

صدر ایوانِ وزارت کے سامنے جو دو لوحیں ہیں اُن پر یہ اشعار ہیں۔

(۱) ہر کہ او را عدل عادت می شود — بے گماں عمرش زیادت می شود
ہر کہ ابر خلق بخشائش بود — آبروئے او درا فزائش شود
از سخاوت آبرو افزوں شود — از بخیلی بے خرد رامروں شود[۳۸۲ (الف)]
با رعیت چوں کند حاکم ستم — مرادرا باشد سا در ملک[۳۸۲ (ب)] کم

---

(۲) بد و نیک ہر چند ہے بے ثبات — ولیکن جہاں میں ہے بہتر یہ بات
کہ نامِ نکوئی رہے یادگار — ہمیشہ نکو نام ہے برقرار
ہمیشہ جو کوئی کرے کام نیک — تو بیشک آغاز و انجام نیک
ستانا دل کالے صاحب بُرا ہے — قلوب مرداں عرشِ خدا ہے

شاعر نے تو "اے صاحب" کسی اور معنی میں کہا ہے، مگر واقعہ کی مناسبت کو دیکھئے کہ صاحب لوگوں پر کس قدر چسپاں ہے۔

باقی چھ چپ و راست کے تیروں پر یہ اشعار ہیں۔

(۳) شنیدم کہ در وقتِ نزعِ رواں — بہ ہرمز چنین گفت نوشیرواں
ازاں بہرہ ور تر در آفاق کیست — کہ در حکمرانی بانصاف زیست

---

۳۸۲ الف و ب۔ یہ دونوں مصرعے اسی طرح مسودہ میں غیر صحیح درج ہیں۔

(۴) چو نوشیروان عدل کرد اختیار — کنون نام نیک ست ازو یادگار
چو ایزد ترا ایں ہمہ کار داد — چرا بر نیاری سر انجام داد

---

(۵) ثباتے نہ دارد جہاں اے پسر — بغفلت مبر عمر درو بے بسر
خواہی کہ خدائے بر تو بخشد — با خلق خدائے کن نکوئی

---

(۶) ناتوانی حاجت مردم برآر — تا برآرد حاجتت را کردگار
برآور دلِ کار را امیدوار — بہ از قید بندی شکستن ہزار
شاہِ ما آں کند کہ او گوید — حیف باشد کہ جز نکو گوید

---

(۷) جہاں را بانصاف آباد دار — دلِ اہلِ انصاف را شاد دار
ترا زیں بہ آخر چہ حاصل شود — کہ نامت شہنشاہِ عادل بود

---

(۸) عدل کر دنیا میں غافل زندگانی پھر کہاں — زندگی بھی گر رہی تو یہ حکومت پھر کہاں
سدا عیش دنیا دکھاتا نہیں — گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں
معارف کا کوئی پرچہ اب تک مجھے نہیں ملا ہے۔

(۹۷)

لندن، البرٹ ہال مینشن
یکم اپریل سنہ ۱۹۲۰ء

محب گرامی! تسلیم نیاز

میرا پچھلا خط آپ کو مل گیا ہوگا جس میں میں نے آپ کی شکایت کی تھی لیکن معلوم

ہوتا ہے کہ کارکنانِ غیب آپ کی تائید میں تھے کہ فوراً دوسرے دن آپ کا خط ٹک کمپنی کی معرفت پہنچا گئے۔ یاد آوری کا شکریہ!

مولوی عبدالباری (ندوی) کے واقعہ کی اطلاع مولوی مسعود علی صاحب پہلے کر چکے تھے۔ اور میں اُنھیں لکھ چکا ہوں اُن کا آنا میرے لئے باعثِ فخر ہے۔ آپ نے جو کچھ اس مسئلہ کی نسبت لکھا ہے، مجھے حرف بحرف اس سے اتفاق ہے۔ مولوی مسعود علی صاحب لکھتے ہیں کہ مولوی حمیدالدین صاحب خود اُن کو بُلانے پر مُصر ہیں۔[۳۸۳]

خواجہ حسن نظامی صاحب کی پُرلطف تجویز آرچ بشپ آف کنٹربری کا پورا جواب ہے۔ آرچ بشپ اس لئے اس مسئلہ میں کوشاں ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ آرمن اور گریک چرچ اس کی ماتحتی قبول کر کے پروٹسٹنٹ ہو جائیں گے۔ اور مسلمانوں کو بھی عیسائی بنانے میں پوری مدد ملے گی۔

فروری کا معارف پہنچا۔ میں قطعاً آپ کی اس رائے کا موئد نہیں کہ "خسرو کی تلاش کرو تغلق کی نہیں، سعدی چاہیئے، سعد زنگی کی حاجت نہیں، حافظ مطلوب ہے، شاہ شجاع نہیں۔ ابن رشد کو ڈھونڈو، حَکَم کو نہیں۔ شیخ الاشراق بس ہیں، سلطان ایوبی درکار نہیں، ——— ابن سینا سے مطلب ہے، خوارزم شاہ اور ابوالمعالی قابوس سے نہیں۔[۳۸۴]" میرے امن طلب دوست اور سکون پسند فلسفی! "تخیل" اور "عمل" دو مختلف عالم ہیں، تغلق نے خسرو کو پیدا کیا، اکبر نے عُرفی کو نشوونما بخشا۔ قابوس و خوارزم شاہ نے ابن سینا کو ابن سینا بنایا۔ دولت سامانی نہ ہوتی تو ابن سینا کو گنجینۂ علوم کتب خانہ

---

۳۸۳ تجویز اُس وقت موصوف کو دارالمصنفین میں بُلا کر رکھنے کی تھی

۳۸۴ مجھ پر دمن اُس زمانہ میں امن دوستی اور امن طلبی کی سوار تھی۔ "پیام امن" اُسی دور کی تالیف ہے۔ رفتہ رفتہ میں اس مسلک سے ہٹتا گیا۔ اور اعتدال و توسط کی اُس منزل پر آ گیا، جو اسلام نے مقرر کر رکھی ہے یعنی بلا ضرورت نہیں، لیکن بوقت ضرورت جہاد و قتال کی بھی

میسر نہ آسکتا۔ سلجوق و ترک نہ ہوتے تو جلال الدین رومی ایشیائے کوچک کی سرزمین میں نہ پیدا ہوتے۔ محکوم قوم کا درماندہ دماغ فلسفہ عمل کے نکتہ کو بھی نہیں سمجھ سکتا۔ بوس اگر حاکم قوم میں پیدا ہوتا تو اس کو اپنے تجربہ خانے کے لئے در بدر بھیک نہ مانگنی پڑتی۔ ٹیگور کا عالم تخیل اگر اس کی دنیائے عمل کے مطابق ہوتا تو خطاب اعزازی سے محرومی پسند کرتا۔ انسان کے تمام دماغی و جسمانی قوی اس قوائے مُہیجہ کے ماتحت ہیں۔ دل افسردہ قوم کے لئے فلسفہ کا امن اور نہ شاعری کا ہنگامہ، کوئی چیز مطلوب نہیں۔ خیام کا پُرسکون دماغ ملک شاہ سلجوقی کی تلوار کے سایہ میں آرام پا رہا تھا۔

۳۰ مارچ کو رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے جلسۂ افتتاح تعمیر میں شریک ہوا، اکثر علمائے مشرقیات جمع تھے۔ لارڈ رے نے ایک مشرقی مبحث پر اور چینی سفیر متعینِ لندن نے "چینی تمدن" پر ایک مضمون پڑھا، جس میں ایک فقرہ مزہ کا تھا، "ہم چینی پہلے سمجھتے تھے کہ ہمارے سوا اور تمام دنیا غیر متمدن و وحشی ہے۔ لیکن یہ خیال رفتہ رفتہ کم ہوگیا، اور اب سمجھتے ہیں کہ نہیں اور لوگ بھی کچھ متمدن ہیں" کتب خانہ دیکھا، کچھ زیادہ بڑا نہیں۔ ایک مصوّر شاہنامہ نمائش کی میز پر تھا۔

آپ معارف میں مہینہ میں ایک دفعہ بھی مطبوعات جدیدہ کے لئے کافی مسالہ نہیں پاتے، اور یہاں بعض روزانہ اخبارات میں یہ عنوان ہوتا ہے "آج کی مطبوعات" ببین تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا۔ ہمارے اور آپ کے علت و معلول کی تعین میں جھگڑا ہے، آپ کہتے ہیں کہ پہلے شکسپیر چاہئے میں کہتا ہوں کہ پہلے آزاد ہندوستان۔ محکوم قوم اور اس کی علم دوستی کی مثال یہ ہے:۔

شب چو عقدِ نماز می بندم　　　چہ خورد بامداد فرزندم

بحمد اللہ اب تک خیریت ہے۔ "مقناطیس" کی قوت کشش میں شک نہیں، لیکن پہلے "لوہا" چاہئے، اس سے محرومی ہے پھر وجود مقناطیس ایک تماشہ سے زیادہ نہیں۔

اور کچھ سُنا! یہاں بعض سینما میں ہمارے منظر و مرقع دکھائے جا رہے ہیں۔ والسلام

(۹۸)

لندن، ۸۰ البرٹ ہال مینشن

۲۸ راپریل سنہ ۱۹۲۰ء

سلام نیاز و محبت

عنایت نامہ مورخہ ۲۰ مارچ یہاں ۲۲ راپریل کو پہنچا، یاد آوری کا شکریہ۔ آپ محمد علی صاحب کی تمام لندنی تقریروں کو پسند کرتے ہیں، یہ کیا بوالعجبی[۲۸۵] ہے؟ اختلاف مقاصد کے ساتھ یہ اتحادِ مذاق! مگر واقعہ یہ ہے کہ نہ صرف آپ بلکہ یہاں کے معتبر انگریز تک اُن کا لوہا مانتے ہیں۔ لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی ذہن نشین رہے کہ خاکسار بھی اپنے درجہ میں ہیچا نہیں، سعد پاشا زاغلول مع وفد مصری، نوری سعید پاشا مع وفد شامی و حجازی اور دیگر اہل تونس میری عربی دانی کا لوہا مان گئے (اما بنعمۃ ربک فحدث) میری عربی گفتگو پر ان کو تعجب ہوا اور فرمایا کہ تم ہم سے بھی اچھی عربی بولتے ہو۔ ولا فخر۔ لوگ کہتے تھے کہ عربی تقریر و تحریر پر تمہاری محنت ضائع ہوئی، لیکن بمبئی چھوڑنے کے بعد میں دیکھتا ہوں کہ انگریزی کے بعد اس نے بڑے وقتوں میں کام دیا۔ فرانس میں تین تاتاری قازانی مسلمانوں سے ملاقات ہوئی، جو قازان کی اسلامی ری پبلک کے سفراء تھے، تینوں خاصی عربی بولتے تھے۔ ۱۲ سے ۲۰ تک ہمارا وفد پیرس میں مصروف کار رہا۔ وہاں جو کچھ گذری اس کے حوالۂ قلم کرنے کی اجازت نہیں۔ تاہم اتنا سمجھ لیجئے کہ موجودہ حالات سے وہ بھی مطمئن نہیں، اور وہ بھی اپنے کو اسی ستمگر کا مظلوم سمجھتے ہیں، جس کے ہم گلہ مند ہیں۔

وہ "فلسفۂ امن"، جس کی تبلیغ آپ ہندوستان میں کرنا چاہتے ہیں، غریب ہندوستان

---

[۲۸۵] گویا سید صاحب یہ فرما رہے ہیں، کہ تم تو تمامتر امن پسندی کے علمبردار ہو، اور مولانا محمد علی، وقت ضرورت جہاد و قتال کے بھی قائل ہیں، اُن کی تقریروں کی داد کیسے دے رہے ہو؟

کو چھوڑ دیئے انگلینڈ میں آ کر اس کی تبلیغ کیجئے۔ اب تک میں نے انگلینڈ میں کسی شخص کی زبان سے "امن" کا نام نہیں سُنا، لیبر پارٹی ہے، جس کی نسبت حُسنِ ظن ہے کہ وہ آپ کی ہم خیال ہے، مسٹر لینسبری جو یہاں کی لیبر پارٹی کے ممبر اور ڈیلی ہیرلڈ کے ایڈیٹر ہیں، وہ ۲۲ر اپریل کے جلسۂ خلافت کے پریسیڈنٹ تھے، اپنی افتتاحی تقریر میں بیشک انھوں نے بھی ظاہر کیا کہ وہ امن و سلامتی کے طالب ہیں، لیکن جیسا کہ ایک فرنچ مین موسیو کوکو نے مجھ سے کہا کہ انگلینڈ کی لیبر پارٹی باوجود سوشلسٹ ہونے کے نیشنلزم کی اسپرٹ سے خالی نہیں، اور اس کا تجربہ وفدِ خلافت اور لیبر پارٹی کے متعدد مکالموں میں نمایاں نظر آیا۔ ہندوستان اور مصر کا سوال اُن کے لئے بھی اسی قدر تلخ ہے جس قدر انگریز ٹوریوں کے لئے۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ "مستبد" (کنسرویٹو اور لبرل) ان کو "غلامی" کا درجہ دیتے ہیں، اور یہ احرار (لیبر) "دوست" سمجھنا چاہتے ہیں، مگر اُن کو علٰحدہ کرنے پر کوئی راضی نہیں۔ خلافت کے مذکورۂ بالا جلسہ میں محمد علی صاحب نے ایک موقع پر اپنے لئے "فیلو سبجکٹ" (ہم رعایا) استعمال کیا، لینسبری نے زانو پر ہاتھ مار کر کہا کہ یہ کیا کہتے ہو "فیلو سیٹیزن" (ہم شہری کہو، کیونکہ سوشیالسٹ کسی قوم کو رعایا نہیں سمجھتے)۔ محمد علی صاحب نے ہنس کر کہا اگر مسٹر لینسبری بھی پانچ برس قید ہو سکتے تو ایسی تعلیم نہ دیتے۔

بہرحال پیرس جا کر بیشک میں نے دیکھا کہ "امن طلب و امن خواہ افراد کی ایک خاصی تعداد وہاں ہے۔ موسیو لانگے جو وہاں کے سوشیالسٹ پارٹی کے لیڈر اور سوشیالسٹ اخبار پاپولر کے ایڈیٹر ہیں، ایک محبتِ مجسم انسان ہیں، فرانس کے سوشیالسٹ، انگلینڈ کے لیبرس کی طرح تنگ خیال نہیں۔ وہ نیشنل کے بجائے انٹرنیشنل ہیں۔ میں فرانس میں ایک خاتون میڈموزل پوردو سے باتیں کر رہا تھا کہ میری زبان سے "لڑائی" کا لفظ نکلا، اس نے کہا کہ لڑائی کا لفظ کیوں بولتے ہو، میں تو امن کی متلاشی ہوں۔ یورپ کے متعدد ملکوں میں سے انگلینڈ میں نہیں بلکہ فرانس میں میں نے ٹیگور اور اس کے فلسفۂ امن کی تھوڑی سی مدح

مئی - فرانس کے متعدد ڈپٹیوں سے ملاقات ہوئی، جن میں ایک ہندوستان کے ڈپوٹی بھی تھے، سب کو امن کا طالب پایا - موسیو کیلار فرے ایک مشہور فرنچ اہل قلم سے ملاقات ہوئی، اس نے جس لطف و محبت، تواضع اور انسانی ہمدردی سے باتیں کیں، اور اس کے لفظ لفظ اور ایک ایک ادا سے جس انسانیت اور عالم گیر اخوت کا اظہار ہو رہا تھا، قلم عاجز ہے کہ اس کی تصویر کشی کر سکے - اُس نے کہا میں کیتھولک ہوں، میں سمجھتا ہوں مسئلہ خلافت تمہارے دل سے کس طرح لگا ہوگا - اُس نے کہا اگر فرانس تمہارے خلاف انگلینڈ سے متحد ہے تو میں اکیلا فرانس سے لڑوں گا، وہ گو فرنچ میں باتیں کر رہا تھا، ڈاکٹر نہاد رشاد ایک ترک انگریزی میں اُن کی ترجمانی کر رہے تھے، تاہم مرحوم غالب کی طرح ؎

واہ ری تقریر کی لذت کہ جو اُس نے کہا ۔۔۔ میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

ترجمہ سے پہلے مطلب مفہوم ہو جاتا تھا، محمد علی صاحب جو باوجود ظاہری ڈیل ڈول کے ذرا موقع پا کے فوراً آنسو ٹپکا دیتے ہیں، اس وقت بھی آمادۂ بکا تھے - مگر خیریت گزری، ہم لوگ جب اس کے گھر سے نکلے تو گو حضرت آٹھویں منزل پر تھے، لیکن کھڑکی سے جھانک کر سڑک پر چلنے والے غریب الدیار ہندوستانیوں کو سلام کر رہے تھے -

اور تو اور ترک جو ہمیشہ جفا گر اور ستم پیشہ سمجھے گئے، عجائبات فرانس میں سے یہ ہے کہ یہاں ایک ترک سوشیالسٹ سے بھی ملاقات ہوئی - بیچارے نہایت نیک اور غریب مزاج ہیں - ڈاکٹر "توفیق بہزاد" نام ہے - ایک فرنچ اخبار میں اپنا ایک مضمون "اسلام اور سوشلزم" دکھایا -

موسیو لانگے سے میں نے کہا، آج نہیں بلکہ آج سے دس سال پہلے میں نے "اسلام اور سوشلزم" پر ایک مضمون لکھا ہے -

۳ مئی کو کیمبرج کے مسلمان طلبہ نے دعوت دی ہے، اور اکثر مختلف البلاد مسلمانوں کو بلایا ہے آج شب کو اڈنبرا جانا ہے، وہاں سے مانچسٹر، دونوں جگہ ہماری

طرف سے جلسہ ہے۔ اس کے لیے جو اشتہار دیا ہے اس پر جامع دہلی کا نقشہ بنا ہے۔ ۵ مئی کو پھر پیرس، ترکی ڈیلیگیشوں سے پہلے پہنچنا ہے۔

پرسوں مسٹر مانٹیگو سے ۷ بجے شام کو انڈیا آفس میں ملاقات ہوئی۔ نہایت ہمدردی سے گفتگو کی، اور اپنی نسبت کہا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں، اور رہوں گا۔ اور فرمایا وہ دن دور نہیں جب میری جگہ کوئی سکریٹری آف اسٹیٹ ہو۔ زیادہ سے زیادہ ۲ برس کی دیر ہے۔ فرمایا کہ اگر ایرانی انگلش معاہدہ کے طریقہ پر عراق میں کارروائی ہو تو پسند کروگے؟ سید حسن صاحب نے کہا کہ ہم ہندوستانی تو سمجھتے ہیں کہ ایران ختم ہو چکا۔ وزیر ہند نے کہا کہ نہیں نہیں یہ غلطی ہے، تم چند سال میں دیکھو گے کہ ایران اپنے پاؤں پر کھڑا ہے۔ محمد علی صاحب نے برمحل کہا کہ کھڑا ہوگا مگر دوسروں کو ڈھکیل نہیں سکے گا، مجھے ایک مثال بھی دیجیے جہاں کوئی یورپین طاقت جاکر واپس آئی ہو۔ فرمایا مگر ہنس کر "میسور، ہیلو گولینڈ" یعنی گویا یہ ظرافت تھی۔ ایک بات انھوں نے تسلیم کی کہ آجکل کسی ایسے مسلمان یا ہندو سے ملاقات نہیں ہوئی جو اب ہندوستان سے آیا ہو۔ اور اس نے یہ نہیں بیان کیا ہو کہ مسئلہ خلافت پر تمام ہندو مسلمان متفق ہیں، اور شدید جوش و خروش پیدا ہے۔

آخر میں میں نے عرض کیا کہ مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی کی نسبت کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں، جو مالٹہ میں بے قصور نظر بند ہیں، حالانکہ لفظ پالٹیکس کا ان کی ذات کی نسبت اطلاق ان کی تحقیر ہے۔" وہی جواب دیا جو صوبہ متحدہ کی کونسل میں مل چکا ہے کہ برٹش گورنمنٹ نے نہیں بلکہ عرب گورنمنٹ نے ان کو قید کیا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ یہ عجب تماشہ ہے، مستند عرب ارکانِ حکومت سے جب ہم لوگوں نے پوچھا تو انھوں نے اس سے انکار کیا۔ محمد علی صاحب نے خوب کہا کہ "عرب گورنمنٹ ان کو پسند نہیں کرتی تھی تو ہندوستان کے سپرد کر دیتی، مالٹہ تو اس کے حدود مقبوضات میں نہیں۔" مسٹر مانٹیگو نے اپنے سکریٹری کی طرف اشارہ کیا کہ اس کی یادداشت لکھ لو۔ سوا گھنٹہ گفتگو رہی۔ محمد علی

وسید حسن صاحب، صفائی اور دلیری سے باتیں کرتے رہے۔

یہاں لندن میں ایک بزرگ پروفیسر لیون[۳۸۶] ایم۔اے ہیں۔ جن کی ایک علمی انجمن ہے، وہ اپنے کو مسلمان کہتے ہیں، مصطفیٰ اسلامی نام ہے۔ سلطان عبدالحمید کے مصاحبوں میں تھے۔ اُن کو اپنا دوست کہتے ہیں۔ آدمی صاحبِ لیاقت ہیں۔ اس انجمن کا نام اور اس کے مقاصد ان دو دعوتی رقعوں سے معلوم ہوں گے جو میرے نام آئے ہیں۔ مجھے بھی داخلہ کی دعوت دی، لیکن میں نے پسند نہ کیا۔

میں نے آپ کا خاصہ وقت لیا، رخصت ہوتا ہوں۔ ایک مختصر مضمون آپ کے معارف کے لیے پیش کش ہے[۳۸۷]۔

(۹۹)

لندن، البرٹ ہال مینشن
۵ مئی ۱۹۲۰ء

مکرم تسلیم نیاز

میں نے پچھلی ڈاک میں آپ کے نام انڈیا آفس لائبریری کی اردو کتابوں پر ایک مضمون لکھ بھیجا ہے، پہنچا ہوگا۔ اس میں قلمی کتابوں کا تذکرہ نہیں ہے۔ کیونکہ اس کی کوئی فہرست مرتب نہیں، تاہم میں نے پروفیسر اسٹوری (جو پہلے علیگڈھ میں تھے، اب وہ یہاں اسسٹنٹ لائبریرین ہیں) سے کہہ دیا تھا کہ پروفیسر بلومہارٹ سے جو اُن قلمی اردو کتابوں کے انچارج ہیں، ملنا چاہتا ہوں۔ پروفیسر اسٹوری کا خط مانچسٹر میں ملا کہ وہ ہم کو ملیں گے۔ اتفاق سے واپسی جلدی ہوئی، اور ہم کو حسب وعدہ انڈیا آفس جاکر بلومہارٹ

---

۳۸۶ LEON

۳۸۷ جی ہاں "آپ کے معارف کے لیے" ـــ معارف اب گویا سید صاحب کا نہیں بلکہ میرا تھا!۔ مضمون انڈیا آفس لائبریری کی اردو کتابوں پر تھا۔

صاحب سے ملاقات ہوئی۔ دیکھ کر سخت تعجب ہوا، بہت بڈھے آدمی، ۸۰ سے کم عمر نہ ہوگی۔ بالکل سن سفید اور پیری سے خمیدہ پشت ہیں۔ ۱۸۶۴ء میں ہندوستان گئے تھے۔ اُردو عمدہ، فصیح اور مخارج کے ساتھ بولتے ہیں، برٹش میوزیم میں بھی اُردو کا صیغہ ان ہی کے متعلق ہے، بہر حال اُنھوں نے انڈیا آفس کی اُردو قلمی کتابوں کی فہرست کا مسودہ اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا مجھے دیا، یہ فہرست بھی بے ترتیب ہے، کوئی خاص ترتیب پیشِ نظر رکھ کر نہیں لکھی گئی تھی، اس سے کسی چیز کا نکالنا مشکل نظر آیا۔ بہر حال اتنا معلوم ہوا کہ اُردو کی کل ۳۰۰ قلمی کتابیں یہاں ہیں، یہ زیادہ تر دلی سے ہاتھ آئی ہیں۔ سعادت علی خاں رنگین کی دس بارہ تصنیفات ہیں۔ ہندی کی قلمی کتابیں ۱۰۰ ہیں۔ ہندی بھی پروفیسر بلومہارٹ ہی سے متعلق ہے۔ پروفیسر موصوف اُردو کے بہت مداح ہیں، اُردو کو ہندوستان میں ذریعہ تعلیم بنانے کے موئید ہیں۔ ہندی کے مقابلہ میں اُردو کو ہندوستان میں زیادہ پھیلنے والی قوت تسلیم کرتے ہیں۔ مُلکی حقوق کے بھی حامی ہیں، اُن کے مقابلہ میں نوجوان اسٹوری سچے انیگلو انڈین ہیں۔

لیجئے ایک ہفتہ کے بعد مجھے اپنے گزشتہ خط کے ایک نظریہ میں تھوڑی ترمیم کرنی پڑی، اڈنبرا میں ہماری طرف سے ۲۹ راپریل کو جلسہ تھا، اس کا صدر وہیں کا ایک شخص تھا، جو لیبر پارٹی کا وہاں ممبر ہے، ہیکسٹن نام ہے، جلسہ میں ابھی لوگ نہیں آئے تھے، میں نے اس سے باتیں شروع کیں کہ آپ اسکاٹ لینڈ کے لئے ہوم رول کی تحریک کو کیسا سمجھتے ہیں۔ اس نے کہا میں تو انٹرنشنلسٹ ہوں، میں اپنے نقطۂ نظر سے اس بارہ میں کچھ نہیں کہہ سکتا، میں ہر اس واقعہ کا مخالف ہوں جو قوموں کے درمیان اختلاف و ناگواری پیدا کرے۔ تقریرِ صدارت میں اُس نے کہا کہ "میں نہ مسلمان ہوں نہ عیسائی، نہ میں میٹر ملیسٹ ہوں، میں اس دورِ امن کا تمنی ہوں، جس کا خواب ٹیگور ہم کو دکھاتا ہے۔"

محمد علی و سید حسین کی تقریروں کے بعد حاضرین نے مختلف سوالات شروع کئے۔

ایک آرمینی بھی تھا، اُس نے علی الاعلان اُٹھ کر کہا کہ مجھ سے آرمینوں کے قتلِ عام کا واقعہ پوچھو، میں خود وہاں موجود تھا، حالانکہ وہ پانچ برس سے اڈنبرا سے باہر بھی نہیں نکلا، یہیں کہیں پڑھتا ہے۔ اس سے آپ آرمینیوں کی دروغ بافی کا اندازہ کرسکتے ہیں، بہرحال چونکہ ہمارا تعلق ہندوستان سے ہے، اس مناسبت سے ہندوستان کے متعلق سوالات شروع ہوگئے۔ ایک صاحب نے پوچھا ہندوستان میں فی صدی کتنی تعلیم ہے؟ محمد علی نے جواب دیا شاید نو فی صدی تعلیم، سائل نے کہا کہ جس ملک میں ۹ فی صدی تعلیم ہو۔ وہ ہوم رول کا مستحق کب ہے؟ محمد علی نے نہایت ظریفانہ جواب دیا کہ "یہ عجیب منطق ہے، جب ہم ہندوستانی تعلیم مانگتے ہیں (گوکھلے کے جبری تعلیمی بل کی طرف اشارہ کیا) تو کہا جاتا ہے یہ منظور نہیں، جب ہوم رول مانگتے ہیں تو کہا جاتا ہے تم میں تعلیم نہیں" اس پر بیساختہ مجلس میں قہقہہ ہوا۔ ایک ورکر (مزدور پیشہ) نے اُٹھ کر کہا "برٹش حکام ہندوستان کے ساتھ کیا بھلائی کرسکتے ہیں جب کہ خود انگلینڈ کے مزدور پیشہ جماعت کے ساتھ وہ نہیں کرسکتے"۔

اڈنبرا یونیورسٹی دیکھی، شہر اڈنبرا نہایت خوبصورت ہے، مجھے پسند آیا۔ یہاں کے مسلمان طلبہ نے جس میں ہندوستان اور مصر کے مسلمان طلبہ شریک تھے، اپنی اسلامک سوسائٹی کی طرف سے ایک ہوٹل میں جلسۂ دعوت دیا، اس میں ۲۰، ۲۵ مصری تھے۔ محمد علی و سید حسین نے انگریزی میں اور میں نے مصریوں کے اصرار سے عربی میں تقریر کی، انھوں نے بھی عربی میں جواب دیا، اور مسئلۂ خلافت و جزیرۃ العرب کی بالکلیہ تائید کی۔ شام کو انڈین سوسائٹی کی طرف سے جلسہ تھا، اس میں محمد علی و سید حسین صاحب نے تقریریں کیں۔

اڈنبرا سے ۳۰ کو مانچسٹر گئے، وہاں بھی شام کو جلسہ تھا، یہ مقام تجارتی منڈی ہے اور اس لئے یہاں یونانی و آرمنی لوگوں کی خاصی تعداد ہے۔ ہارنی من صاحب[۳۸۷ الف] صدر تھے

---

۳۸۷ الف۔ بی۔ جی۔ ہارنی من۔ ایڈیٹر "بمبئی کرانیکل" وغیرہ۔

مسز ناٹیڈو بھی آگئی تھیں، سب نے تقریریں کیں، مجھے بھی حاضرین کے اصرار سے زبردستی بولنا پڑا۔ تقریروں ہی کے اندر آرمینیوں نے چھیڑ چھاڑ شروع کردی۔ اور اس کے بعد آخر جلسہ میں جب سوالات پوچھنے کی نوبت آئی تو اس بدتمیزی اور جہالت اور اظہار غیظ و غضب سے کام لیا کہ حاضرین پران کا بہت بُرا اثر پڑا۔ لوگ انھیں نکالنے کو اُٹھ کھڑے ہوئے، بمشکل روکا گیا۔ ہم لوگوں نے یہاں ایک عجیب ہتھیار اُن کے لئے ایجاد کیا ہے، یعنی قتلِ عام کی ان ساری داستانوں کی جو ترکوں کی طرف منسوب کی جاتی ہیں تحقیقات کے لئے ایک بین الاقوامی کمیشن کا تقرر، جس میں خلافت کانفرنس کے نمائندے بھی شریک ہوں۔ چونکہ ان داستانوں کے اکثر ابواب ساختہ و پرداختہ ہیں، اس لئے اس اعلان کو قبول کرنے کے لئے ان میں سے کوئی آمادہ نہیں، یہاں کے تمام اخبارات بلکہ خود لائڈ جارج اور اڈنبرا اور مانچسٹر میں دیکھا کہ خودارمنی بھی اس ہتھیار کے سامنے سپر ڈال دیتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کہاں تک ان واقعات کی اصلیت ہے۔

کیمبرج دیکھا، آپ کے معارف کے صفحات میں بھی، اور انگلینڈ کی سرزمین پر بھی پروفیسر براؤن سے ملاقات ہوئی، بڑی مہربانی سے ملے، برابر مجھ سے ازراہِ تلطف باتیں کرتے رہے، فارسی زبان میں گفتگو رہی، ان کو ایران سے بڑی محبت ہے۔ تاریخ جہاں کشا کی دو جلدیں مجھے ہدیہ دیں، اور یادگاری دستخط بھی اس پر ثبت کئے۔ ترکوں کی نسبت اُن کا خیال تھا کہ یورپ کے اہلِ سیاست نے نوجوان ترکوں کو کام کرنے کا موقع نہیں دیا۔ تونس اور الجیریا کے مسلمانوں کی نسبت کہتے تھے کہ فرانس ان کے ساتھ اچھا برتاؤ نہیں کرتا۔ ایک فارسی کا اخبار ہدیتہً دیا، اس کا نام "کاوہ" ہے۔ درفش کادیانی تو آپ کو یاد ہی ہوگا، اسی سے کاوہ لیا گیا ہے، یہ اس شخص کا نام ہے جس نے ضحاک کی ظالمانہ سلطنت کا ایران میں خاتمہ کردیا تھا۔ یہ اخبار برلن سے نکلتا ہے، سید حسن تقی زادہ ایک ایرانی اس کا ایڈیٹر ہے، زمانۂ جنگ میں یہ سیاسی تھا، اب علمی و ادبی و اجتماعی

کیا ہے، تاہم سیاست کی چاشنی رکھتا ہے، اس کی سیاسی رائیں مجھے پسند نہیں
ہیں، تمدن یورپ کی نسبت اس کی رائے بالکل وہی ہے، جو آج سے پچاس برس
پہلے ہندوستان کی تھی، کہ صرف اس تمدن کو اختیار کر لینا ہی ہماری تمام بیماریوں کا
علاج ہے۔ چنانچہ ایک مضمون میں ارشاد ہے "فرنگی مآب شوید وبس"۔

پرسوں ہمارا قافلہ پھر رود بار انگلستان کو عبور کر کے پیرس جائے گا،
ڈیلیگیٹ آج کل میں پہنچنے والے ہیں۔ مسٹر مانٹیگو نے ۲۶ اپریل کو وفد سے ملاقات
کی تھی، کل پھر خاص محمد علی صاحب کو بلا کر دیر تک باتیں کیں[۳۸] جن کی تفصیل کی
اجازت نہیں۔ میری ذاتی رائے تو مانٹیگو صاحب کی نسبت یہ ہوتی ہے کہ "وہ
باتیں میٹھی کرتے ہیں اور بس"۔

اگلے ہفتہ میں معارف کے لئے ایک اور چھوٹا سا مضمون بھیجوں گا۔

(۱۰۰)

پیرس
۲ مئی ۱۹۲۰ء

محکوم قوم میں پیامِ امن کی تبلیغ کرنے والے کو سلام

میرے خط کے سرنامہ پر جو تصویر نظر آتی ہے، یہ جان آف آرک کی ہے، جس
ہوٹل میں ہم مقیم ہیں، اس کے سامنے چوراہے پر اس کا یہ برنجی مجسمہ ایک چبوترہ پر

---

[۳۸] اس وفد خلافت کے صدر محمد علی تھے، جو حال ہی میں جیل سے رہا ہوئے تھے۔ ممبر دو تھے۔ ایک
سید حسین (علیگ) جو انگریزی کے ایک بہترین مقرر تھے۔ پہلے بمبئی کرانیکل کے اسسٹنٹ ایڈیٹر تھے۔ پھر
انڈیپنڈنٹ (الہ آباد) کے ایڈیٹر ہو کر آگئے تھے۔ دوسرے ممبر ہمارے سید صاحب تھے، مولانا عبدالباری فرنگی
محلی کے نائب اور نمائندہ کی حیثیت سے ــــ مانٹیگو نائب وزیر ہند تھے، پھر کچھ روز کے لئے وزیر ہند
(سکریٹری آف اسٹیٹ فار انڈیا) بھی ہو گئے تھے۔

نصب ہے، جیسا کہ آپ اس تصویر میں دیکھ رہے ہیں، چونکہ یہ مجسمہ اس ہوٹل کے سامنے ہے اس لئے یہ اس ہوٹل کا "شعار" یعنی مارکہ ہے۔ یہ تمہید و تعارف اس غرض سے ہے کہ آپ نے اخبارات میں پڑھا ہوگا کہ ۱۶ رمئی ۱۹۲۰ء کو پوپ نے جان آف آرک کی موت کے ۵۰۰ برس کے بعد اس کو (ساحرہ کے بجائے) ولیۃ تسلیم کیا۔

۱۶ رمئی کی صبح کو جب میں بیدار ہوا تو کیا دیکھتا ہوں ع

بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے

کہ دوکانوں پر آرائشی جھنڈیاں نصب ہیں۔ سامنے کے کیتھولک گرجے میں مذہبی مقدس پرچم لہرا رہے ہیں، جان آف آرک کا برنجی اسٹیچو پھولوں سے لدا ہے۔ اور زیارت کرنے والوں کا اس کے آگے ہجوم ہے۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ آج کی صبح سے اس کا شمار پوپ نے اولیائے الٰہی میں کیا ہے۔ اس ایک واقعہ سے یہ نتیجہ آسانی سے نکل سکتا ہے کہ یورپ باایں ہمہ حریت و روشن خیالی بلکہ الحاد و بے دینی مذہب کی زنجیروں میں، اور کن زنجیروں میں، کس طرح جکڑا ہے۔ لیکن آپ فلسفی ہیں اس لئے اس واقعہ کو ایک اور نظر سے دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ یورپ کا مذہب کس طرح سیاست سے دست و گریباں ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ جان آف آرک فرانس کی وہ ہیرو اور شجاع خاتون ہے، جو فرانس کو انگریزوں کے ہاتھوں سے نجات دلانے کے لئے نکلی تھی، مذہباً کیتھولک تھی، اس نے انگریزوں کو بارہا شکست دی اور آخر انگریزوں کے ہاتھ گرفتار ہو کر اس پر ساحرہ ہونے کا الزام قائم ہوا، اور وہ بیدردی سے آگ میں جلا دی گئی۔ آپ سمجھتے ہیں کہ انگریزوں کے اس فعل شنیع کا فرانس کے قوم پرستوں پر کیا اثر پڑا ہوگا۔ صدیوں سے انگلینڈ پروٹسٹنٹ ہے، اور فرانس اور اٹلی کیتھولک ہیں۔ موجودہ جنگ کے بعد خونی منظر پر صلح کا پردہ پڑ گیا، تو یکایک نظر آیا کہ قربانیاں تو سب سے زیادہ فرانس نے کیں، لیکن فتح کے ثمرات زیادہ تر انگلینڈ حاصل کر رہا ہے۔

اور عہد نامہ سان ریمو نے اس کو اچھی طرح واضح کر دیا۔ اور ٹرکی کے عہد نامہ کے مسودہ سے یہ راز اور زیادہ آشکارا ہوگیا۔ مقبوضات ٹرکی کو اپنے دائرہ اختیار میں لانے کے لئے، اس لئے چرچ آف انگلینڈ بے قرار ہے کہ قدیم عیسائی فرقے۔ جو اب تک پوپ کے زیر فرمان اور عثمانی ہلال کے سایہ میں پروٹسٹنٹ حملوں سے محفوظ تھے، وہ اب بے خطر چرچ آف انگلینڈ کی حکومت میں داخل ہو جائیں گے۔ پوپ اس کی اس چال سے بے خبر نہیں، اٹلی میں ممبران پارلیمنٹ کا اختلاف اور سنیر نٹے کی وزارت کا خاتمہ اسی کا اثر ہے۔ فرانس کے کیتھولک بھی اس اثر سے رنگین ہیں۔

اس اثنا میں فرانس کی اس ہیروئن کو جس نے انگریزوں کے ہاتھ سے جام شہادت پیا، ولایت کا درجہ دینا، آپ سمجھے کہ کیا معنی رکھتا ہے۔ گویا فرانس کی رگِ احساس پر ایک نشتر رکھا گیا ہے، جو ہر سال تازہ ہوتا رہے گا۔

عہد نامۂ صلح ترکوں کے حوالہ کر دیا گیا، لیکن یہ سب کو یقین ہے کہ کوئی ترک اس کو قبول نہیں کر سکتا۔ قسطنطنیہ سے ایک اخبار "پیام صباح" ترکی میں نکلتا ہے، علی کامل بے بزرگ اس کے ایڈیٹر ہیں۔ یہ وہ صاحب ہیں جو لارڈ کرومر کے فرعونی زمانہ میں یعنی جب وہ مصر کے حاکم اعلیٰ تھے تو یہ ان کے مرغ سیاست کے پر و بال تھے، بس سمجھ لیجئے کہ اس شخص کا ضمیر کس درجہ تاریک اور تیرہ ہوگا، اب وہ اس عہد میں قسطنطنیہ کے وزارت خانہ کے مالک ہیں۔ یہاں کے اخبارات میں ان کو ایک ترک مدبر اعظم کی حیثیت سے پیش کیا جاتا ہے، اس ترک نے یہ لکھ دیا کہ "یہ عہد نامہ ناقابلِ قبول ہے"۔

یہاں آکر میں نے چند مضامین لکھے ہیں مسئلہ خلافت پر جو مضامین لکھے ہیں وہ نیر آوٹ لک میں چھپے۔ ایک مضمون "اسلام اور دنیا" کے عنوان سے معترضانہ اسٹیٹس میں لندن میں چھپا تھا، میں نے اس کا جواب لکھا، اور وہ اس ہفتہ کے نمبر میں شائع ہوا ہے۔ برٹین اینڈ انڈیا، ایک نیا پرچہ نکلنا شروع ہوا ہے۔ ایک انگریز

خاتون اس کی ایڈیٹر ہیں۔ اپریل نمبر میں "پردہ اور موجودہ نسوانیت ہند" پر ایک مضمون نکلا تھا، اس کا جواب لکھ کر اس کے پاس بھیج دیا ہے۔ معلوم نہیں اس مہینہ میں وہ جواب شائع ہوگا یا نہیں۔ ایک جلسہ میں میں نے تقریر کی تھی وہ بھی اس نے لے لی تھی رسالہ میں شائع کر دوں گی۔ پیرس میں میں نے عربی میں جو تقریر کی تھی، وہ ٹیونس کے اخبار "الصواب" میں شائع ہوئی ہے۔

موسیو لیبان[۳۸۹] سے ملنے کا ارادہ رکھتا ہوں، اور خصوصاً یہاں اُردو کے پروفیسر
کیمبرج کی مجلس طلبائے ہند میں میں نے "اُردو یا ہندوستانی زبان کی ضرورت" پر تقریر کی
اوائل جون میں آکسفورڈ کا قصد ہے۔ آپ کا "پیام امن" ہم سپاہیوں کے دلوں کو سرد نہیں کر سکتا، میں نے جیسا آپ سے زبانی عرض کیا تھا، پھر عرض کرتا ہوں کہ آپ کا فلسفہ محکوم قوم کو نہیں، حاکم قوم کو درکار ہے، ع

جو خود ہی مر رہا ہو اس کو گر مارا تو کیا مارا

میں آپ کے اس خیال سے قطعاً اختلاف کرتا ہوں کہ پیام امن کے دیباچہ میں آپ مذہب قرآن و حدیث سے اپنے فلسفہ کے اثبات کی کوشش کریں، جو مجھ کو سنایا ہے وہ آپ بھی[۳۹۰]

رفتار اور سمت میں موج ہوا کی ہے

اس لئے بالکل یہ بانگ بے ہنگام ہوگا۔ دوسرے آپ کی طرف سے لوگوں کو جو مذہبی بدگمانی ہے وہ اس سے اور زیادہ تیز ہوگی۔ تیسرے میرے خیال میں یہ تحقیق واقعہ کے مطابق بھی نہیں
میں نے یہ کب کہا ہے کہ "دشمن کے مکر و احتیال پر لعنت کرتا ہوں" میں نے تو یہ کہا کہ "وہ باطل کے لیے جن ہتھیاروں سے لڑتے ہیں، حیف ہے کہ ہم حق کے لئے ان کا استعمال نہ کریں"
جو قرآن آپ کے زیر مطالعہ ہے اُس میں ڈھونڈھئے گا تو یہ آیت بھی ملے گی جزاء سیئۃ

---

۳۸۹ GUSTAVE LEBON جن کی دو کتابوں کے ترجمے تمدن عرب و تمدن ہند کے نام سے خاص شہرت پائے ہوئے ہیں۔ اس وقت تک زندہ تھے۔

۳۹۰ اس زمانہ میں میری عربی اور مذہبی استعداد بس اتنی ہی تھی کہ حدیث کی ایسی کتابیں زیادہ تر ترجمہ کی مدد سے پڑھ لیا کر

سیئۃ مثلہا اور یہ بھی پڑھے گا۔ اُذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا تلخیص الصحاح کی کتاب لغت جہاں آپ پڑھتے ہیں، کتاب الجہاد بھی پڑھئے۔ ہم غریب مسلمانوں کو آپ امن کی تعلیم کیوں دیتے ہیں، یہ اُن کو دیجئے جن کی طمع شہنشاہی تمام دنیا میں امن شکن ہو رہی ہے۔

یہاں کی دو انجمنوں میں آج جانا ہوا، ایک انجمن حقوق انسانیت دوسری انجمن سیر عالم، یہ دوسری انجمن شہر سے باہر ایک سنسان باغ کے سایہ میں واقع ہے، مختلف کنج درخت میں مختلف عمارتیں ہیں۔ اسی میں ایک فوٹو گرافی اور دوسری سینما کی عمارت ہے، تیسری عمارت مختصر سے کتب خانہ کی ہے۔ یہاں ہمارے فوٹو لئے گئے۔ سینما میں میدانِ جنگ کے مختلف سماں، دہلی و آگرہ کے تعمیری عجائبات دکھائے گئے۔ یہ انجمن اپنے ممبروں کو دنیا کے مختلف ملکوں میں سیر اور مناظر کے فوٹو لینے کے لئے بھیجتی ہے۔ اس کو دیکھ کر ہم کو دارالمصنفین یاد آگیا، وہی درختوں کے جنگل، وہی خاموشی اور سکون۔ والسلام۔

(۱۰۱)

لندن ۱۶ر جون ۱۹۲۰ء

سلام محبت

عنایت نامہ ۲۰ر مئی کی رسید قبول فرمائیے۔ "پیام امن" کی نسبت میری رائے وہی ہے جو پہلے تھی، کہ آپ للہ اس میں مذہب کو ہاتھ نہ لگائیں، خواہ وہ مسئلہ جہاد ہو، اور صحیفۂ الہلال کی طرح آیتوں سے مؤید ہی کیوں نہ ہو۔[۳۹۱ے]

۳۹۱ے پیام امن، اصلاً ایک انگریزی کتاب (TO THE NATIONS) کا اردو ترجمہ تھا۔ فرنچ مصنف پال رچرڈ عالمی امن کا علمبردار تھا۔ یورپ کی جنگِ عالمگیر نومبر ۱۹۱۸ء میں ختم ہوئی تھی، دنیا خوں ریزی سے تنگ آ چکی تھی، مجھ پر یوں بھی اُس وقت گاندھی جی کا فلسفۂ امن و اہنسا مسلط تھا۔ ترجمہ کے شروع و آخر میں بہت سی آیاتِ قرآنی نقل کر کے یہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ اسلام بھی عدم تشدد کا قائل ہے۔ سید صاحب عین اخلاص کے تقاضے سے مجھے بار بار اس مسلک کی تبلیغ سے روک رہے ہیں۔

چند روز ہوئے کہ شکسپیر ہٹ میں جو ہندی طلبا کا مسکن ہے، امن کے پیام بر ٹیگور کی زیارت ہوئی۔ طلبہ نے ان کے اعزاز میں جلسہ کیا تھا۔ جس وقت وہ جلسہ میں آئے تو میرے سامنے عمر خیام کی صورت کھنچ گئی، دراز قد، لمبی داڑھی، بڑا زرد کرتہ، اُلجھے ہوئے سر کے بال، ایک سیاہ گول بڑی ٹوپی پہنے، جب تک جلسہ ہوتا رہا، فرش پر سر نیچے کئے بیٹھے رہے۔ آخر میں لوگوں نے تقریر پر اصرار کیا، تو نہایت متانت کے لہجہ میں آنکھیں نیچی کئے کئے چند منٹ تک میٹھے میٹھے باتیں کیں، جس میں یہ اظہار تھا، کہ "میں شہرت کو جو مجھے بد نصیبی سے حاصل ہوگئی ہے، اپنا دشمن جانتا ہوں، میں ایک زاویہ پسند، عزلت نشین آدمی تھا، عزت کی جگہوں سے بھاگتا ہوں، شور و غل کو ناپسند کرتا ہوں"۔ مجھے تو سراسر بناوٹ معلوم ہوتی تھی۔

الف لیلہ اور بوستانِ خیال وغیرہ سلسلۂ نادرہ کا کتب تصوف ہونا کیا مشکل[۳۹۲]؟ جب ہمارے قدما گلستاں کو اور ایک عارف نحو کی کتاب کافیہ کو اس سے پہلے اسی سلسلہ میں داخل کر چکے ہیں۔ اُن کتابوں میں یہ روحانی کمال ہو یا نہ ہو، لیکن ان بزرگوں میں دماغی کمال یقیناً تھا۔ اور اب پھر ثابت ہو جائے گا کہ یہ کمال اس صدی کے بعض بزرگوں میں بھی موجود ہے[۳۹۳]۔

کل ایک کتب فروش کی دوکان پر گیا تھا، اس کی وسعت کو دیکھ کر حیران ہوگیا، یہ برٹش میوزیم کے سامنے واقع ہے۔ ہر موضوع، ہر سبجکٹ اور ہر مبحث کی کتابوں کا الگ صیغہ اور الگ عملہ تھا۔ مشرقی زبانوں اور کتابوں کا الگ، نقشوں کا الگ، تاریخ کا الگ، غرض ایک ایک علم و فن کا الگ۔ عمر خیام کی رباعیات کا ایک نسخہ دیکھا، جس کے ایک ایک صفحہ پر ایک ایک انگریزی ترجمہ کی رباعی، اور مقابل کے صفحہ پر، رباعی کی مادی تصویر، گویا رباعی کے مفہوم کو تصویر سے مجسم کیا ہے۔

---

۳۹۲ یہ سب میرے خیالات کے جواب میں ہے، میں نیا نیا تصوف میں داخل ہوا تھا، اور وہ بھی ہندو تصوف کے راستہ سے اس لئے ایسی اول جلول باتیں سید صاحب کو لکھ بھیجتا تھا۔

۳۹۳ میں داستان گل بکاؤلی تک کو تصوف کی کتاب سمجھنے کا مدعی تھا۔

رعیت دیکھا، زمانہ دیکھا، خلافت دیکھا، حریت دیکھا، بندے ماترم دیکھا، اور سب پنچوں کے بیچ میں زمیندار دیکھا[۳۹۳]، وہی پیچ و خم، وہی تال سُر، اب دیکھتا ہوں کہ ہندوستان کی دنیا بدل گئی، مگر سچ بتائیے کہ کاغذ کی تہ میں بھی کچھ ہے؟

معارف میں اتحاد مذہب کی انجمن پر آپ کا نوٹ پڑھا۔ کیا واقعی آپ سمجھتے ہیں کہ یورپ میں اس تخیل کا کوئی عمیق اثر ہے؟ میں تو ان تمام سلسلوں کا ایک ہی سررشتہ جانتا ہوں کہ مشرق کو ان منتروں کے ذریعہ سے اور خفتہ تر کرنا، یہ ہیں وہ جن کی نسبت حضرت سعدیؒ نے فرمایا ہے ع "یکے دُزد باشد دگر پردہ دار"۔ لائڈ جارج و کرزن و برائس وغیرہ ہم کو اُدھر اشارہ ہے کہ تم جوتے لگاؤ، اِدھر یہ دوست بن کر سر سہلاتے ہیں کہ جانے دیجئے، انتقام کا خیال دل میں نہ لائیے، ان کو مارنے دیجئے، آپ اپنا ہاتھ نہ اُٹھائیے، اتحاد دینی کیجئے اتحاد انسانی کیجئے، اُن کے کینوں کو خاطر میں نہ لائیے، آپ محبت کا برتاؤ کیجئے۔ لیکن ہم تو مسلمان ہیں جزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا کا قانون جانتے ہیں، اُن کو کیوں نہ منتر پڑھ کر پھونکیئے، جن کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ "تمہارے ایک گال پر کوئی تھپڑ مارے تو دوسرا گال بھی پھیر دو" یہ انجمن اتحادِ دینی قائم کرنے کی ضرورت نہیں ہے، انجمن قتلِ دروغ گویاں قائم کرنے کی ضرورت ہے۔

اب میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ جس عظیم الشان مجلس کا آپ نے ذکر فرمایا ہے، اس قسم کی متعدد وہمی انجمنیں یہاں قائم ہیں۔ ایک دوسری "انجمن اتحادِ مشرق و مغرب" ہے۔ میرے پاس اس کے قواعد و مقاصد آئے ہیں، آپ کے لئے بھیجتا ہوں۔

ٹرکی کے معاہدات کی نظرثانی تو یقیناً ہوگی، لیکن سوال یہ ہے کہ اس کی نظرثانی بھی کیا ہوگی، کہیں ایک دو بسوے زمین کی رعایت، اور کہیں دو چار آدمیوں کی کمی بیشی کر دی جائے گی۔ پورا نقشہ یہ ہے کہ ٹرکی کو مٹا کر یونان جدید کو یونانِ قدیم کے طرز پر پورے ایشیائے کوچک

---

[۳۹۳] یہ سب اس وقت کے اُردو روزناموں کے نام ہیں۔ ان کا کوئی پیکٹ معلوم ہوتا ہے کہ سید صاحب کو بھیج گیا تھا۔

قابض کر دیا جائے۔ وہ تمام کانیں، اور مادی دولت کے ذخیرے جن پر ملک کی زندگی کی بقا ہوتی ہے، وہ بھی ایک ایک کر کے "دولِ عظمیٰ" میں تقسیم کر دیے گئے۔

مجھے تعجب آتا ہے کہ یورپ کے "پیغمبرانِ امن و داعیانِ صلح" اپنی دعوت و نشر کے فرض کو یورپ کے بجائے مشرق میں انجام دینے کی کیوں ضرورت سمجھتے ہیں؟ امن و اتحاد کی دعوت پہلے لارڈ جارج وکرزن کی کیبنٹ میں دینا چاہیئے، تب عبدالماجد اور سید سلیمان کے جھونپڑوں میں۔ وہائٹ ہال اور ڈوننگ اسٹریٹ میں یہ صدا گونجنی چاہیئے، تب شبلی منزل اور خاتون منزل میں[۳۹۵]۔ ورنہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ کچھ لوگ ہمارے خون اور پٹھوں کو تلواروں سے کاٹنا چاہتے ہیں، کہ ہم اس قطع و برید کی تکلیف کو محسوس نہ کریں۔ غرض دونوں اپنے اپنے قاعدہ سے ایک ہی منزلِ مقصود کا عزم رکھتے ہیں، اور وہ ہماری جسمانی و روحانی فنا! ذالک ما امنت بہ

آپ کے نام ایک پیکٹ میں دو رسالے بھیجتا ہوں، ممنون ہوں گا اگر "نیو اسٹیٹسمین" کے مضمون کا ترجمہ معارف کے تراجم میں دیدیجیے۔ والسلام

سید سلیمان

(۱۰۲)

ہوٹل ویگرام، پیرس

۱۶ر جولائی ۱۹۲۰ء

قاصدِ امن کو سلام

ار جون کا والا نامہ ۱۲ر جولائی کو ملا۔ میں نے آپ کو اگر دلائل نقلیہ سے مرعوب کرنا چاہا، تو آپ مجھے براہین عقلیہ سے دبانا چاہتے ہیں۔ آپ کو تو اب قرآن مجید کی آیتوں پر اس قدر عبور ہو گیا ہے کہ آپ سے باتیں کرتے ڈر معلوم ہوتا ہے۔ بہرحال مجھے یہ خوشی ہوئی کہ آپ کو قرآن مجید کے کسی نوع کے معجزہ ہونے کا یقین تو آیا۔ آپ کو اگر میرے

---

۳۹۵ لکھنؤ میں میرے مسکن کا نام

قرآنی استدلال سے تسکین نہیں ہوئی تو مجھے کبھی آپ کے فلسفیانہ استشہاد سے تسلّی نہیں ہوئی آپ فرماتے ہیں کہ "تم انگریز کو بُرا کہتے ہو اور میں انگریزیت کو۔ شیطان میں اگر شیطنت نہ ہو تو اس کو کوئی کیوں بُرا کہے۔ شیطنت نہ ہو تو شیطان، شیطان نہیں۔ میں اس وجود کو بُرا کہتا ہوں، جو شیطنت سے معمور ہے، اور آپ نفس شیطنت کو۔ یہ تو ایک نزاعِ لفظی ہے۔

میر اکبر حسین صاحب کا فلسفہ اپنی صنعت تضاد میں ممتاز ہے، وہ کیا چاہتے ہیں، اور کیا کہتے ہیں، میں تو اُن کے فلسفہ کے اب معنی یہ سمجھنے لگا ہوں کہ "احوالِ رواں جو کچھ ہوں، اُن کی مذمّت و تنقید"۔[۳۹۶]

ہمارے خواجہ حسن نظامی صاحب میں جہاں اور کچھ ہے وہاں "اخبار بازی" کا بھی ذوق ہے۔ نظام المشائخ سے لے کر اب تک وہ کسی رسالہ یا اخبار کو زیادہ دن تک نہ نباہ سکے۔ ایک مہینہ ہوا کہ اُن کو میں نے ایک دلچسپ خط لکھا ہے۔ اُنھوں نے اخبار "رعیت" میں زاغلول پاشا کو عیسائی لکھا تھا، میں نے زاغلول پاشا سے اس کا ذکر کیا، وہ دیر تک ہنستے رہے۔ بھائی وہ مسلمان ہیں، اور مفتی عبدہٗ اور ازہر کے شاگرد ہیں۔

۱۴ر جولائی فرانس کی عیدِ حُریّت کا دن ہے۔ اُن کے خیال میں یہ وہ دن ہے، جب دنیا نے "عدالت"، "اخوت"، "مساوات" پائی۔ وسیع دنیا سے "مختصر فرانس" مراد ہے۔ بہرحال پرسوں اور کل یہاں حُریّت کا جشن تھا، تمام شہر بقعۂ نور تھا، عمارتیں

---

۳۹۶ حضرت اکبر، سید صاحب کی اُس وقت کی مشغولیت سے پوری طرح خوش و مطمئن نہ تھے۔ وفدِ خلافت وغیرہ کی سیاسی تحریکیں اُن کے نزدیک سید صاحب کے علمی و دینی وقار کے منافی تھیں۔ دو ایک شعر اُن کے اُس زمانہ کے ملاحظہ ہوں ؎

سلیمان کی بات کیسی بنی — وہ ندوی تھے اب ہو گئے لندنی
رہے بادہ نوشوں سے بے شک کھنچے — مگر چائے والوں سے گاڑھی چھنی
محمد علی کی رفاقت میں ہیں — خدا خیر سے اُن کو کر دے غنی

یا پھر یوں ؎
دعائیں کر رہے ہیں ہم یہاں مسجد کی دریوں پر — مبارک قوم سلیمانی نظر پیرس کی پریوں پر

جھنڈیوں سے آراستہ تھیں، ہر چوراہے پر باجے بج رہے تھے، جس کے چاروں طرف صدہا انسانی جوڑوں کا پرا تھا۔ باجہ کے تال سُر پر ایک مرد اور ایک ایک عورت کے پاؤں میں خود بخود جنبش ہونے لگتی تھی، سینہ سینہ سے لگ جاتا تھا، اور علی العیان ایک ساتھ رقصِ فاسقانہ شروع ہو جاتا تھا۔ کسی کا نشہ اسی حالت میں تیز ہو گیا تو "مراقصہ" سے بڑھ کر "ملاعبہ"، پھر "ملامسہ"، آخر...... تک نوبت پہنچ جاتی تھی۔ تمام شہر کے چوراہے اسی منظر سے معمور تھے۔[۳۹۷]

مجھے دردِ شکم کا دورہ ہوتا رہتا ہے، پچھلا دورہ سخت پڑ گیا تھا۔ گال بلیڈر کی تجویز ہے، مضمحل ہو گیا ہوں۔ والسلام

(۱۰۳)

کاسینو، ویشی
یکم اگست ۱۹۲۰ء

السلام علیٰ مُبلّغ السلام[۳۹۸]

ادھر چند ہفتوں سے میں جناب کے علم کدہ میں حاضر نہ ہوا۔ معافی کا خواستگار ہوں۔

۳۹۷ء یہ نوبت پبلک منظروں کی آج سے ۴۲ سال قبل جولائی ۲۰ء میں تھی

۳۹۸ء میں اُس وقت گاندھی جی کے فلسفۂ عدم تشدد (اہنسا) کا بطرح قائل تھا، اور الحاد کے گرداب سے نکل کر، اسلام میں از سرِ نو داخل ہو کر اسی "گاندھائی اسلام" کی تبلیغ کر رہا تھا۔ "پیامِ امن" اسی سلسلہ کی ایک کڑی تھی۔ "ستیہ گرہ اور اسلام" کے عنوان سے ایک انگریزی مقالہ ماہنامہ ماڈرن ریویو کلکتہ (غالباً اکتوبر ۱۹۲۰ء) میں لکھا تھا۔ اس میں قابیل کے مقابلہ میں ہابیل کے طرزِ عمل کو بطور مثال و نمونے کے پیش کیا تھا، اور قرآن مجید میں جہاں جہاں صبر کے فضائل آئے ہیں، اُن سے ستیاگرہ کی تائید میں استدلال کیا تھا۔

اس رسالہ کی ایک کاپی فرنچ مستشرق لوئی ماسانو LOIUS MASSIGNAOW کے پاس بھیج دی تھی۔ سالہا سال کے بعد جب شروع ۵۳ء میں، ہندوستان کی دعوت پر ماسیانو دہلی میں ایک گاندھوی سیمینار (مذاکرہ) میں شرکت کے لیے آئے تو اپنے مقالہ میں اس کا بھی ذکر فرمایا۔ ملاحظہ ہو وزارت تعلیم سرکار ہند کی شائع کی ہوئی GANDHIAN OUTLOOK & TECHNIQUE ص ۵۵

واقعہ یہ ہے کہ میں یکایک سخت بیمار ہوگیا۔ میرے پیٹ میں ہندوستان میں ایک دو دفعہ درد ہوا تھا، جو ریاحی سمجھا گیا۔ مگر جہاز میں قدم رکھنے کے ساتھ وہ ماہانہ دورہ کی شکل اختیار کرتا گیا، یہاں تک کہ پچھلا دورہ ۱۹ر جون کو اس قدر سخت پڑا، کہ میں مایوس سا ہو چلا اور اس سکرات کے عالم میں تمام مقدس ادعیہ ماثورات اور کلمات طیّبات میں سے ایک "مردِ آزاد" (غالب) کا یہ شعر زبان پر تھا ؎

مارا دیارِ غیر میں مجھکو وطن سے دور رکھ لی مرے خدا نے مری بیکسی کی شرم

بارے علاج سے تسکین ہوئی۔ "گال بلیڈر" نام ایک بیماری تجویز ہوئی، اور صرف آپریشن اس کا علاج بتایا گیا۔ تین چار انگریز ڈاکٹروں کی یہی رائے ہوئی۔ مگر ہم لوگوں کے ایک کرم فرما ڈاکٹر نہاد رشاد نے جو بیرس کے اخبار ایکو دی اسلام (صدائے اسلام) کے ایڈیٹر ہیں، باصرار کہا کہ "آپریشن" کے بغیر علاج ہو سکتا ہے"۔ اور اس سلسلہ میں انھوں نے یہ خوب کہا "ہندوستان میں انگریز ڈاکٹروں کا کتنا ہی اعتبار ہو، لیکن دنیا میں کوئی ان کو ڈاکٹر تسلیم نہیں کر سکتا"۔ وہ کہتے ہیں کہ انگریز اور امریکن ڈاکٹر محض بوچر ہیں، ان کو چیر پھاڑ کے سوا کچھ نہیں آتا۔ فرنچ ڈاکٹروں کے مقابلہ میں اُن کی کوئی حیثیت نہیں۔ وہ خود مجھے لے کر امراض معدہ وجگر کے ایک فرنچ ماہر کے پاس گئے۔ اس نے دیکھا تو صلاح دی کہ آپریشن کی ضرورت نہیں۔ اور طبّی رائے میں ڈاکٹر رشاد کی پوری تائید کی۔ بہر حال ان لوگوں کے مشورہ سے چند روز کے لئے ویشی میں قیام ہے۔

اُس نے خود اپنی بیتی ہوئی ایک عجیب دلچسپ کہانی سُنائی اور کہا کہ "میں اور ایک امریکن ڈاکٹر ایک ساتھ کام کرتے تھے، مجھے (یعنی اس فرنچ ڈاکٹر کو) کبھی کبھی پیٹ کے درد کا دورہ پڑنے لگا۔ امریکن ڈاکٹر نے اصرار کیا کہ لاؤ آپریشن کردوں، جلد صحت ہو جائیگی۔ لیکن میں ہمیشہ انکار کرتا رہا، آخر اچھا ہوگیا۔ اب اتفاق دیکھئے کہ اسی قسم کے پیٹ کے درد کا دورہ اُس امریکن ڈاکٹر کو پڑا، تو میں نے کہا لاؤ آپریشن کردوں، جلد صحت ہو جائے گی۔

تب وہ ہنسا اور کہنے لگا کہ "آپریشن اپنے لئے نہیں، دوسروں کے لئے ہے"

آپ نے اپنے عنایت نامہ میں اپنے مذہب کی جو تفصیل کی ہے، مجھے اس سے قطعاً اختلاف نہیں، دنیا میں امن و سلامتی کے دور کا خواہاں مسلمانوں سے بڑھ کر کون ہوگا۔ کمزور قوموں کے لئے تو یہ آواز نوید حیات ہے۔ لیکن میرا یہ کہنا ہے کہ اس آب حیات کی حاجت ستمگر، جفا پیشہ، اپنی قوت و طاقت پر مغرور، اور امن و سلامتی کو اپنی تلواروں سے وابستہ سمجھنے والی قوموں کو ہے۔ آپ غریب ہندوستان کی اسپرٹ کو اس امن و سلامتی کے وعظ سے کیا فائدہ پہنچا سکتے ہیں، ہاں یہ ہوگا کہ اس میں زندگی کی جو کچھ بھی روح ہے، اُس کا بھی خاتمہ ہو جائے

جو خود ہی مر رہا ہے اس کو گر مارا تو کیا مارا

میری قسمت میں ہندوستان کے ہیروؤں سے بھی ملاقات وطن سے دور ہی مقدر تھی، لندن میں ٹیگور کا شرفِ دیدار نصیب ہوا، اور پیرس میں ڈاکٹر بوس سے شرفِ نیاز حاصل ہوا۔ ۲۰ر جولائی کو پیرس کے عجائب خانہ تاریخی طبعی (میوزیم آف نیچرل ہسٹری) میں ڈاکٹر موصوف کا لکچر تھا۔ یہ عجائب خانہ ایک وسیع عمارت ہے، جس کے اندر نباتات و حجریات کا مجموعۂ عجائبات ہے۔ میں نے اس کو بالکل سرسری دیکھا۔ کیونکہ یہ میری دلبستگی کی چیز نہ تھی۔ ڈاکٹر بوس کا لکچر طبعاً نباتات کے قوائے احساس پر تھا، حاضرین میں فرانسیسیوں کے ساتھ ہندوستانی طلبہ کا بھی مجمع تھا۔ برقی روشنی کا عکس سامنے دیوار پر ڈال کر اپنے ایجاد کردہ نازک و لطیف آلات کے ذریعہ سے نباتات کی نہایت ہی خفیف حرکت کا نقش دکھا رہے تھے، مسائل کو سمجھاتے تھے۔ وہ فرنچ نہیں جانتے، انگریزی میں تقریر کر رہے تھے، ایک فرنچ پروفیسر اُن کی انگریزی تقریر کا لفظی ترجمہ فرنچ میں سناتا جاتا تھا۔ تقریر کے بعد چند پروفیسروں نے ڈاکٹر موصوف کی تعریف کی، اُس کے بعد ہندوستانیوں نے اُن کو اسٹیج پر جا لیا، اور وہ اس ہالہ کا چاند بن کر ہمارے درمیان

کھڑے ہو گئے۔ ایک دوست نے میرا تعارف کرایا۔ اُنھوں نے کہا کہ مسلمان مایوس نہ ہوں، ترقی اُمید کے سہارے چلتی ہے۔ پھر کہا کہ میں بھی ایشیا کی خدمت کر رہا ہوں اور بتاتا ہوں کہ ایشیا کا دماغ بھی خدا کے عطیوں سے محروم نہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ چند ہندوستانی ادھر بھی توجہ کریں۔ ڈرتا ہوں کہ میرے بعد یورپ یہ کہے کہ بس ایک مستثنیٰ ایشیائی تھا۔

پیرس میں میں نے عربی کی چند نادر کتابیں دارالمصنفین کے لئے خریدی ہیں، اکثر تاریخ و جغرافیہ سے متعلق ہیں۔ ان میں آپ کے کام کی کوئی چیز نہیں، یعنی فلسفہ کی کوئی کتاب نہیں۔ ہئیت پر ایک ادھ کتابیں ملیں۔

جس مقام سے میں آپ کو یہ خط لکھ رہا ہوں، یہ اس شہر کا، جو عارضی طور سے موسم میں آباد ہو جاتا ہے، کلب ہے۔ یہ ایک وسیع باغ و عمارت ہے، جس میں مختلف مقامات پر کئی ہزار کرسیاں پڑی ہیں، جس کے ممبر ہی اُن پر بیٹھ سکتے ہیں، اب آپ سُنئیے کہ یہ تمام کرسیاں شروع سے آخر تک ہمیشہ معمور رہتی ہیں۔ اس کے ایک گوشہ میں تھیٹر ہے، دوسرے گوشہ میں ریسٹوران ہے۔ ایک کمرہ میں اخبارات ہیں، جن کو لوگ پڑھ رہے ہیں۔ اس کے مقابل کے بازؤں کے کمروں میں میز و کرسی، اور بیچ میں خط لکھنے کے لفافے، کاغذ اور دوات قلم ہیں، اور یہ دونوں کمرے لکھنے والوں سے بھرے ہیں، سامنے لائبریری ہے اور لائبریری کے سامنے قمار خانہ ہے، جہاں تمام دن فرانس کے شرفاء بیٹھے جوا کھیلتے رہتے ہیں، کھیلنے والوں کے چاروں طرف تماشائی ہیں۔ باغ کی ایک روش پر "لذتِ شب" کے سوداگروں کا بازار ہے "تماشا"، خود بخود خرام ہے، اور تماشائی زرِ جیب جگر کاٹ رہے ہیں۔ ایک اور طرف رقص و سرود کا سامان ہے۔ یہ مجموعی نیرنگی و بوقلمونی اور ایک ہی دسترخوان پر صف بہ صف مختلف الوانِ طعام، فرنچ تمدن کی خصوصیت ہے۔ کیا آپ ہندوستان میں بھی یہی نقشہ چاہتے ہیں؟

افسوس کہ میں "اہلِ تجربہ" میں سے نہیں، ورنہ کچھ "نیچرل میوزیم" کی ہسٹری بھی

سناتا۔ دور سے دیکھتا ہوں اور سہم جاتا ہوں، کہ یورپ کے علم کا سایہ جس سرزمین پر پڑا، وہ اسی رنگ میں رنگ جاتا ہے۔ فلسطین اور عراق انگریزی برکات کے ظلِ ہمایوں ہیں، اور ملکِ شام "رندلم یزل" فرانس کے زیرِ سایہ انھیں سعادتوں سے مالامال ہوگا۔ اب آپ سنیں گے کہ بیت المقدس میں، مقامِ خلیل میں، خانقاہِ بغداد میں، مدفنِ بلال میں، موطنِ حسن بصری میں، مقتلِ حسین میں کس قدر قمارخانے، کس قدر قہوہ خانے، کس قدر دارالفواحش قائم ہوتے ہیں، تھیٹر اور سینماؤں کے لیے ان مقاماتِ مقدسہ کے کون کون سے موزوں قطعے منتخب ہوتے ہیں۔ ترکوں کے عہدِ حکومت میں یہ چیزیں قانوناً منع تھیں کیونکہ وہ جفاکار وحشی تھے اور اب تو آزادی کا دور دورہ ہے۔

یورپ ہم کو اخلاقی آزادی بخشتا ہے، کیوں؟ تاکہ ہم سیاسی آزادی کے قابل نہ رہیں، ورنہ کون سی آزادی ہے جو مغربی اقوام کے تحت مشرقی قوموں کو نصیب ہے۔
یہاں الجیریا کے مسلمانوں سے بکثرت ملاقاتیں ہوئیں، وہ آزادی کی وہ دردناک کہانی سناتے ہیں کہ آپ اپنے امن کا افسانہ اُن کے سامنے بھول جائیں۔

اب میرے پانی پینے کا وقت آگیا، اس لئے خط تمام کرتا ہوں، اور جاکر "اوبی نال" چشمہ کا گرم اور شور پانی پیتا ہوں۔ سلامِ رخصت

سید سلیمان

(۱۰۴)

(تار - ترجمہ) ۳۹ھ

بمبئی، ۶ر اکتوبر ۲۶ء

عبدالماجد خاتون منزل گولہ گنج لکھنؤ

۸ر کی شام کو میل سے پہنچ رہا ہوں۔

سلیمان

(۱۰۵)

دہلی موری دروازہ

ڈاکٹر عبدالرحمٰن

مکرم سلام نیاز

آپ کو خیال ہو گا کہ میں علی گڈھ جاکر لاپتہ ہو گیا، ۲۷ کی رات کو علی گڈھ پہنچا۔ دن کو محمد علی سے باتیں ہوئیں، کسر و انکسار کے بعد یہ طے پایا کہ میں سال میں ۱۲ لکچر تاریخ اسلام پر یہاں آکر دیدوں ف۲۹

چونکہ دہلی قریب آچکا تھا اس لئے یہ مناسب جانا کہ ڈاکٹر انصاری اور ڈاکٹر رحمان اور حکیم صاحب کے سامنے اپنے معاملۂ صحت کو پیش کروں۔ حکیم صاحب ف۳۱ نے حالات سُنے،

ف۲۹ جنوری ۲۰ء کے گئے گئے اب سید صاحب سفر یورپ سے لوٹے ہیں، اور بمبئی سے یہ تار مجھے دیا ہے۔ میں نے اُسے معاً روزنامۂ ہمدم کے حوالہ کیا، اور ندوہ، فرنگی محل وغیرہ میں مشتہر کر دیا اور خود سید صاحب کے استقبال کے لئے، رکو صبح کالپی اسٹیشن چلا گیا اور اُدھر سے سید صاحب کے ساتھ ہی آیا۔ کالپی تک جانے والا صرف میں ہی تھا۔ خیال ایسا پڑتا ہے کہ کانپور سے مولوی مسعود علی صاحب بھی ہمراہ ہو گئے تھے۔ بمبئی میل لکھنؤ مغرب سے کچھ قبل پہنچا۔ مولوی عبدالودود صاحب ندوہ والوں کی ایک پوری پلٹن لئے اسٹیشن پر موجود تھے۔ گاڑی پر اعزاز کے ساتھ، سید صاحب کے بازو میں مجھی کو جگہ ملی (گویا میں بھی یورپ سے لوٹ رہا تھا!) جلوس امین آباد میں گشت کرتا ہوا پہلے سیدھا فرنگی محل پہنچا، جہاں سید صاحب نے مولانا عبدالباری فرنگی محلی کو روداد سفر سنائی۔

ف۳۰ حکومت سے ترک موالات (زمانۂ نان کوآپریشن) کا پروگرام اب زور شور سے جاری تھا۔ مولانا محمد علی نے علیگڈھ کے دو پر جامعہ ملیہ اسلامیہ علیگڈھ ہی میں قائم کر دی، اور سید صاحب کو وہیں تاریخ اسلام کے اُستاد کی حیثیت سے مدعو کیا۔

ف۳۱ دہلی کے نامور طبیب حکیم حافظ محمد اجمل خاں۔ حکیم صاحب بھی اپنا خطاب حاذق الملک گورنمنٹ کو واپس کر کے اب تحریک ترکِ موالات میں پوری طرح در آئے تھے۔ ڈاکٹر انصاری کی شخصیت معلوم و معروف ہے۔ ڈاکٹر رحمٰن بھی دہلی کے ایک نامور ڈاکٹر تھے، نواب صاحب بھوپال کے خصوصی طبی مُشیر، اور مولانا محمد علی کے بے تکلف دوست۔ کانگرس کا سالانہ اجلاس (اور بڑے معرکہ کا) اُس وقت ناگپور میں ہو رہا تھا۔

ڈاکٹر انصاری نے دیکھا۔ قارورہ کی تحلیل کی، مگر بعض امتحانات خاص ڈاکٹر رحمان کریں گے، وہ موجود نہیں وطن گئے ہیں۔ کل ڈاکٹر انصاری ناگپور روانہ ہوں گے، اس لئے کل تک اگر ڈاکٹر رحمن نہ آئے تو میں لکھنؤ ہوتا ہوا اعظم گڈھ واپس ہوں گا۔

سپہ سالار غازی[۲۰۲] تو ناگپور پر کوچ کر رہے ہوں گے۔ والسلام

سید سلیمان ۱۲ر دسمبر ۳۰ء

(۱۰۶)

دارالمصنفین اعظم گڈھ

مکرم السلام علیکم

دو کارڈ ملے، اس عنایت کا شکریہ۔ آپ کے جانے کے بعد شبلی منزل میں خاصی اُداسی رہی۔ یہ گرم ٹوپیاں کیا آپ کو پسند آگئی ہیں، یا آپ نے انکی ایجنسی لے لی ہے، یہاں کے ماہرینِ لباس سرما مثلاً پروفیسر عباری صاحب کا بیان ہے کہ استر کے بغیر یہ بیکار ہے، بہرحال ٹوپیاں پہنچ جائیں گی۔

معارف تو ۳ر کو شایع ہو گیا تھا، شاید آپ تک نہ پہنچا ہو۔ معارف کے سلسلہ میں ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں، تراجم و تلخیص و تبصرہ میں ہندوستانی رسائل کو بہت کم ہاتھ لگائیے تو اچھا ہے، اس سے ایک تو معارف کے "شانِ غرور" پر بل پڑتا ہے، دوسرے یہاں کی انگریزی خواں پبلک کے لئے وہ دیکھی ہوئی چیز اور پامال ہوتی ہے، معارف کے خریدار زیادہ تر اسی قسم کے لوگ ہیں۔

شذرات کا انتظار ہے، اس مہینہ کے مضامین میں صرف انھیں کی کمی ہے۔ سلسلۂ حسابات معارف بابت خریداری رسائل کے متعلق ہمارے اویس صاحب[۲۰۳] کی فرمائش ہے کہ

۲۰۲؎ مولوی مسعود علی ندوی، ہم چند بے تکلف دوستوں کی زبان پر، "سالار مسعود غازی" تھے۔

۲۰۳؎ منشی محمد اویس واثقی مرحوم۔ محاسب (اکاؤنٹنٹ) دفتر دارالمصنفین ــــ حسابات کی تفصیل و تکمیل میں غفلت بلکہ ایک حد تک بددیانتی کو دخل دینا مسلمانوں کا ایک عام مرض تھا، اور میں اس سے مستثنیٰ نہ تھا۔

حسابات دفتر میں اس کی فہرست رہنی چاہئے، یعنی رسائل کی فہرست مع قیمت لکھ کر بھیج دیجئے۔ انھوں نے ۱۹۱۹ء اور ۱۹۲۰ء کی فہرست مجھ سے چاہی، میں نے کہا مجھے تو معلوم نہیں، مولوی عبدالماجد صاحب سے دریافت کیجئے۔ ۱۹۱۹ء میں غالباً ۵۰۰ کی رقم بھیجی گئی تھی (مع ۱۰۰ راجہ صاحب) اور ۲۰ء میں ماعہ اس کی تفصیل دستخط و تاریخ موجود ہے۔ حسب ارشاد ۲۱ء کے لئے ماعہ مرسل ہیں، اس کی بھی تفصیل مطلوب ہے۔ ادریس صاحب ایک حساب بھیجتے ہیں، اس کو دیکھ لیجئے، اور دستخط کر کے واپس فرمائیے۔

خطبہ کے یہ الفاظ اکثر احادیث کی کتابوں میں ہیں،[۴۰۴ھ] آپ خطبہ سے پہلے یہ الفاظ فرما لیتے تھے۔ مدینہ میں جو پہلا خطبۂ جمعہ آپ نے دیا تھا سیرت ابن ہشام میں وہ خطبہ مذکور ہے، اس میں بھی یہ الفاظ ہیں۔ صحیح مسلم (باب تخفیف الصلوۃ والخطبہ) میں آپ کا ایک خطبہ ہے، اس میں بھی یہ الفاظ ہیں، دیکھئے (سیرۃ ج ۲ ص۱۱)

آج ایک سخت اصرار پر گورکھپور کا عزم ہے کہ وہاں مجلس خلافت قائم ہو، بہ رسول شام محمد علی صاحب کا تار آیا کہ ۱۰ کو الٰہیات و دینیات کے نصاب کا جلسہ ہے جس طرح ممکن ہو پہنچو، صرف اُڑ کر پہنچ سکتا تھا۔

"غازی صاحب" کے فتوحات کی خبریں معلوم ہو رہی ہیں، آپ جیسے "ثقات" کی روایتیں کیونکر نہ مانوں، مگر لکھنؤ کے لئے یہ کامیابی تسلیم کرنے کو جی نہیں چاہتا۔ کل خود غازی صاحب کا بھی فتح نامہ "دربار سلیمانی" میں آیا۔

"ملکۂ سبا" رومال کا شکریہ ڈاک کے ہُدہُد کی معرفت اِن الفاظ میں ادا کرتی ہیں،[۴۰۵ھ]

۴۰۴ھ اب یہ بالکل یاد نہیں پڑتا کہ سید صاحب سے تحقیق میں نے کس مسئلہ میں چاہی تھی۔

۴۰۵ھ میں نے یقیناً کوئی رومال سید صاحب کی جدید البخانہ کی خدمت میں اپنی طرف سے یا اپنی بیوی کی طرف سے تحفتہً بھیجا ہوگا، یہ اسی کی رسید ہے۔ "ملکۂ سبا" میرا دیا ہوا لقب تھا "سلیمان" کی مناسبت سے۔

"جنھوں نے مجھے رومال بھیجا ہے اُن کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتی ہوں"

پہلے زمانہ میں تو ملکۂ سبا خود تحفہ بھیجا کرتی تھیں (دیکھئے قرآن مجید، قصۂ سلیمان وسبا) مگر آجکل کی ملکۂ سبا خود تحفہ وصول کرتی ہیں۔

آجکل پروفیسر عباری صاحب کو روزانہ کی نشست میں زیادہ تر "فلسفۂ زوجیت" سمجھاتا ہوں، کہ اس مُردہ رگ میں جنبش آئے[۲۰۶]۔

جوش صاحب ملیح آبادی کی ایک نظم آئی ہے۔ والسلام

سید سلیمان ۲۸ ربیع الاول ۳۹ھ

۱۱ دسمبر ۲۰ء

(۱۰۷)

اعظم گڈھ

آج بسلسلۂ نیشنل یونیورسٹی علیگڈھ[۲۰۷] جارہا ہوں۔ وقت چونکہ الہ آباد سے جانے میں زیادہ لگے گا، اور مضمون مقالات ختم نہیں ہوا ہے، اس لئے لکھنؤ کا راستہ اختیار نہیں کیا۔

از راہِ عنایت میرے مکاتیب یورپ، جو آپ کے پاس موجود ہوں، رجسٹرڈ عنایت فرمائیے، اخبارات محفوظ نہیں۔

ہمارے سپہ سالار غازی مجھ سے خفا ہیں، کہ اُن کے خط کا جواب نہیں دیا۔ اُن کے کارنامے ہمدم میں پڑھ رہا ہوں۔ خیریت ہے۔ والسلام

سید سلیمان ۱۵ دسمبر ۱۹۲۰ء

(۱۰۸)

دفتر دار المصنفین، اعظم گڈھ

السلام علیکم

---

[۲۰۶] یعنی وہ عقد پر آمادہ ہوں۔ موصوف کا سن اچھا خاصہ ہوگیا تھا، مگر اب تک کہیں نکاح کا ڈول نہیں پڑا تھا۔

[۲۰۷] یعنی وہی جامعہ ملیہ اسلامیہ۔

صاحب! مجھ سے خلاف وعدگی ہوگئی۔ دلی کے بجائے اعظم گڈھ پہنچ گیا۔ اول تو دلی کا راستہ اس قدر پر ہجوم تھا کہ جگہ نہ مل سکی، دوسرے سفر سے اُکتا گیا تھا، بہر حال ۲ جنوری کو اعظم گڈھ پہنچا۔

معارف کی ترتیب و تصحیح کو دیکھ کر مجھے بجائے خود افسوس ہے، ان سفروں نے تمام کاروبار درہم برہم کر رکھا ہے، آپ سے اور خود اپنے سے معافی چاہتا ہوں۔

۱۰ جنوری تک ندوہ میں حسب وعدہ میں اور مولانا حمید الدین صاحب آئیں گے۔

والسلام

سید سلیمان ۵ جنوری ۲۱ء

(۱۰۹)

دارالمصنفین، اعظم گڈھ

السلام تم الکلام

سب سے پہلے ایک ہفتہ کی غیر حاضری کی معافی چاہتا ہوں۔ لا[۴۰۸] کی کتاب بھیجی جاچکی، پہنچی ہوگی۔ جوش صاحب کا خط واپس فرمائیے۔ فروری نمبر میں اخبار علمیہ اور چند تلخیصات کی ضرورت ہوگی، دس فروری تک مل جائے تو بہتر ہو،

معین الدین انصاری صاحب[۴۰۹] کے متعلق معارف کا انتظام کردیا گیا۔

میں نے ابھی حکیم صاحب کا نسخہ چند ہی روز استعمال کیا کہ آثار افاقہ محسوس ہوتے ہیں، افسوس کہ یہاں مرکب دوائیں نہیں ملتیں، لکھنؤ معدن الادویہ سے منگوائی تھیں، مگر ایک غلطی کے سبب اب تک مجھکو نہیں پہنچیں حالانکہ وہ کہتے ہیں کہ بھیج دیں، بل بھی آگیا۔

ریاض کی غزل تو بالکل بے کیف ہے۔ البتہ عزیز کی غزل اسی نمبر میں دے دوں گا۔

کہئے دریاباد کی طرف کب ڈیرا خیمہ اُٹھے گا، میں تو کہتا ہوں کہ ذرا اور تکلیف کیجیے تو اعظم گڈھ

---

۴۰۸ نرسندناتھ لا کی انگریزی کتاب

۴۰۹ مقیم کیمبرج۔ ان کا تعارف ایک پچھلے نوٹ میں ہوچکا ہے۔

کا میدان حاضر ہے، غالباً ارتقائی رنگ میں اس مشرقی سمت کو یہ تدریجی رفتار میرے توقعات کو ایک دن پوری ہی کرے گی۔[۲۱۴۸]

فن تعلیم پر یہاں صرف ایک رسالہ ہے۔ تعلیم المتعلم و شرح تعلیم المتعلم، البتہ سیاستہ الملوک پر حسب ذیل کتابیں موجود ہیں۔[۲۱۴۹]

۱۔ سراج الملوک، لابی بکر الطرطوشی المتوفی ۵۲۰ھ

۲۔ التبر المسبوک فی سیاستہ الملوک، لامام الغزالی

۳۔ التبر المنسبک فی تدبیر الملک، لابی الحسن الاہوازی

۴۔ سیاست نامہ نظام الملک

ایک اور کتاب الاحکام السلطانیہ للقاضی ماوردی ہے، جس پر آپ نے نوٹ دیا ہے، میں اس نوٹ پر نوٹ دینا چاہتا ہوں، کس قدر باخبر لوگ ہیں۔ والسلام

سید سلیمان ۳۱؍جنوری ۲۱ء

یاد کر کے بھول گیا، حضرت مکاتیب یورپ تو نہ بھیجئے۔ کیا آپ کے پاس ہمدم کا فائل ہے؟

[۲۱۴۸] میرا قیام اس وقت ایک مستقلاً لکھنؤ میں تھا، لیکن عزیزوں، دوستوں، ملنے والوں کی کثرت لکھنے پڑھنے کے کام میں بڑی حائل ہو رہی تھی، اور اب اس ہرج کار میں کہیں زیادہ اضافہ تحریک خلافت و ترک موالات کی ہنگامہ آرائیوں سے ہو گیا تھا۔ اس لئے اب طے کرنا پڑا کہ سکونت لکھنؤ سے دست بردار ہو کر اب اپنے مولد دریاباد ہی میں رہا جائے۔ یہ ارادہ سید صاحب کو لکھ بھیجا۔ وہ حضرت تو خدا ہی سے چاہ رہے تھے کہ کسی طرح میں لکھنؤ کو چھوڑ دوں اور اعظم گڈھ کو پکڑ لوں۔ انھیں یہی غنیمت نظر آیا کہ ان کی دعا و تمنا کا نصف حصہ تو پورا ہوا!

[۲۱۴۹] میں الحاد سے نیا نیا ابھی اسلام میں از سر نو داخل ہوا تھا۔ اور اب دل کو دھن اس کی سوار تھی کہ بجائے خالص علم و فن کے، خدمت اسلامی علوم و فنون کی کروں۔ عین اس وقت دو موضوع ذہن میں تھے۔ مسلمانوں کا فن تعلیم
مسلم حکومتوں کا طرز حکمرانی

(۱۱۰)

دفتر دار المصنفین، اعظم گڈھ

شعبۂ معارف

۱۴ر فروری ۱۹۲۱ء

عنایت نامہ مع ٹکٹ ار ملا، اس فیاضی کی حاجت نہ تھی۔ اچھا ہوا کہ اس فتنہ کے عہد میں آپ لکھنؤ سے بچ کر دریاباد نکل آئے، مبارک۔ اب تو اس عہد کا انتظار ہے جب دریاباد سے "جانب مشرق" رہ گزار ہوں گے۔[۲۱۲]

مضمون والا بعد از وقت ملا اس لئے آئندہ پرچے کے لئے اٹھا رکھا، اس کو تبصرہ میں نہیں مقالات میں دوں گا، تبصرہ میں میرے خیال میں دو دو صفحے کے تین چار تلخیصات ہونے چاہئیں، اس دفعہ عربی و فارسی سے جو تلخیصات انصاری صاحب نے لئے ہیں، وہ بھی تراجم کے قابل ہیں،[۲۱۳] آپ کی رائے بہرحال بہتر ہو گی۔

میرا پہلا خط ملفوف آپ کو مل گیا ہو گا۔

میرے ایک عزیز جو تین سال ندوہ میں عربی پڑھ چکے تھے اور بی۔اے کے آخری سال سے ترک موالات کر کے آئے ہیں، لکھنے پڑھنے کا ذوق رکھتے ہیں، ایک دو ترجمے اچھے کئے، سید نجیب اشرف نام ہے[۲۱۴] جلد ان شاء اللہ بن جائیں گے، بالفعل اپنے صرف سے قیام پذیر ہیں، میں ان کو آپ کے نذر کرنا چاہتا ہوں،[۲۱۵] فلسفہ کے کام کے نہیں، تاریخ اور "ایڈیٹری"

---

۲۱۲ اللہ اللہ! سید صاحب کو کس درجہ میرے قیام اعظم گڈھ کا ارمان اور انتظار تھا! اب ان خطوط کو پڑھتا ہوں، تو کٹ کٹ کر رہ جاتا ہوں۔

۲۱۳ یہ تبصرے، تلخیصات، تراجم، سب معارف کے اب مستقل عنوانات تھے۔

۲۱۴ سید نجیب اشرف ندوی دسنوی ایم اے۔ ایک مدت تک دار المصنفین کے رفیق رہے۔ مدتوں بمبئی میں فارسی کے استاد اور پھر اندھیری میں اسلامیہ کالج کے پرنسپل رہے۔ سہ ماہی رسالہ "نوائے ادب" کے اڈیٹر رہے۔ شروع ہی سے ہونہار تھے اور مجھے بھی محبوب۔

گینڈے کے آدمی ہو سکتے ہیں، کچھ نشان لگا کر دیجئے اور دیکھئے کیسا کرتے ہیں۔

سید سلیمان

(۱۱۱)

دار المصنفین، اعظم گڈھ

آپ کی خاموشی کا سبب خدا کرے بخیر ہو۔ تلخیص و تبصرہ کا منتظر تھا، تاریخ گزر رہی تھی اس لئے مجبور ہو کر عربی و فارسی اخبارات سے لے کر دے دیا، اب یہ پرچہ پورا ہو گیا۔ آئندہ ماہ کے لئے بقیہ تصوف و تلخیصات، اخبار علمیہ، اور کچھ شذرات چاہئیں۔

میں نے دو مفصل عریضے لکھے، مگر دونوں کے براہِ راست جواب سے محروم رہا، کیا میں آجکل کسی سبب سے معتوب ہوں، یا مشاغل ضروری نے دور افتادہ کو بھلا دیا، یا دریاباد کی فکر ہجرت نے خاطر والا کو متوش کر رکھا ہے ع

آسماں کی کیا ہے طاقت جو چھڑائے لکھنؤ

۲۰ر کو یہاں ابو الکلام آتے ہیں۔[۲۱۶ھ] اگر مناسب سمجھئے تو یہ خبر ہمدم میں چھپوا دیجئے کہ جناب بیگم صاحبہ بھوپال نے سیرۃ عائشہ کی تصنیف و اشاعت پر ...۸ روپے دار المصنفین میں عنایت کئے، اس تفصیل کی حاجت نہیں کہ ۲۰۰ نسخے اُنھوں نے خریدے، یا ...۴ مصنف کو دیئے، اس کو اپنے ہی تک رکھئے گا۔

میری عام صحت اچھی ہے، درد شکم کی شکایت نہیں لیکن اختلاج قلب بڑھ گیا ہے۔

مشن اسکول میں یہاں بھی اسٹرائک ہے نیشنل اسکول قائم ہو گیا ہے۔ چرخہ کا سودیشی کارخانہ بھی، پنچایت بھی، شراب فروشی بند۔ کل منشیات کی دوکانوں کا

والسلام

سید سلیمان ۱۲ر فروری ۲۱ء

۲۱۵ھ یعنی معارف میں شعبۂ انگریزی کے مترجم و مضمون نگار کی حیثیت سے۔

۲۱۶ھ مگر پھر یہ آمد ملتوی ہو گئی۔ اُس وقت بھی یہ آمد ایک سیاسی لیڈر کی حیثیت سے تھی۔

نیلام تھا، بولی کی ایک آواز بھی بلند نہیں ہوئی، گاندھی جی کی جے ہوئی۔ تمام ضلع میں زلزلہ ہے، یہ سب مولوی مسعود علی ہیں۔[۲۱۱]

(۱۱۲)

دار المصنفین، اعظم گڈھ

مورخہ ۱۱ر مارچ ۲۱ء

مکرم السلام علیکم

آپ کو شکایت ہوگی کہ ادھر ایک ہفتہ سے آپ کو کوئی نیاز نامہ نہ لکھ سکا، مضامین مرسلہ پہنچ گئے۔ معارف ماہ مارچ تیاری کے قریب ہے۔ آپ کے مضمون "تصوف" کا البتہ اس دفعہ انتظار تھا۔

مکرمی! ادھر خرابی صحت نے چور چور کر دیا ہے، سخت دل بیتاب ہے کہ ایک دو مہینہ چپ چاپ کسی سنسان مقام پر جا کر رہوں، مگر کاموں کی کثرت اس تمنا کی تکمیل میں حائل ہے محمد علی صاحب علی گڈھ کے لئے سخت مُصر ہیں۔ میرے معالج حکیم عبد الحئی صاحب[۲۱۲] کا مشورہ ہے کہ اواخر مارچ میں لکھنؤ آکر مُسہل لو، اسی زمانہ میں شاہجہان پور کی مجلس علماء کی صدارت کا قرعہ میرے نام نکلا ہے۔ ایک دن میں تقریر کرتا ہوں تو دو دن تک پیٹ میں درد ہوتا ہے، خدا جانے تقریر کو گردہ سے کیا تعلق ہے؟

آجکل اعظم گڈھ محرکین ترک موالات پر ہم اکی تعمیل ہو رہی ہے، سُنا ہے کہ مجھ پر

---

[۲۱۱] تحریک خلافت، ترک موالات سے ہلچل ہر شہر و قصبہ میں مچی ہوئی تھی۔ اعظم گڈھ اس عموم میں ایک تبۂ خصوص رکھتا تھا۔ اور واقعی یہ مولوی مسعود علی ندوی ہی کی سرگرمیوں کا اثر تھا۔

[۲۱۲] مُراد ہیں صاحب نزہۃ الخواطر و تذکرۂ گُل رعنا۔ ناظم ندوہ تھے۔ اُن کے بڑے صاحبزادہ ڈاکٹر سید عبد العلی تھے (متوفی ۱۹۶۱ء) اور چھوٹے صاحبزادہ ہیں مولانا ابو الحسن علی ندوی۔

اور مولوی مسعود علی پر بھی ہونے والی ہے، آگے خدا معلوم کیا ہو؟

بہر حال لکھنؤ کا ارادہ ہے، افسوس کہ پہلے سے آپ کو اطلاع نہ دے سکا ورنہ دریاباد میں ملاقات ہوتی، واپسی میں شاید اجتماع ہو۔

آپ نے کسی خط میں لکھا تھا کہ کتب خانہ خدا بخش میں کوئی دوست ہیں، حالت یہ ہے کہ وہاں کے تمام عہدہ داروں سے ملاقاتیں ہیں مگر یہ سب نکمے اور کاہل و مجہول ہیں، بیچارہ شیخ صاحب کے لئے ایک کتاب کی نقل لینی تھی، دو برس کوشش کی، ہر قسم کے وعدے کئے مگر جواب میں خبرے نیست۔

جذبات[۳۱۹] کے عطیہ کا شکریہ۔ والسلام

سید سلیمان

(۱۱۳)

جینکس روڈ ۔
لکھنؤ

مکرم

۱۰ر مارچ کے والا نامہ کا جواب ۱۸ر اپریل کو دے رہا ہوں، جب سے نکلا ہوا اعظم گڈھ واپس نہیں گیا ہوں کچھ تو شہر بہ شہر دورہ میں وقت گزرا اور زیادہ تر یہاں[۳۲۰] منضج اور مسہل میں، کل بحمد اللہ کہ مسہلوں سے فرصت ہو گئی۔

مولوی مسعود بھی تقریباً مہینہ بھر سے باہر ہیں، اُن کے بھائی کا نکاح ثانی تھا اور اس کے بعد ان کو انفلوئنزا ہو گیا، حالت اندیشہ ناک ہے، پرسوں سے حکیم عبدالحبیب[۳۲۱] کا علاج

---

۳۱۹ میرے ابتدائی دَور کی کتاب فلسفۂ جذبات (۱۹۱۳ء) کا یہ تیسرا ایڈیشن نکلا تھا۔

۳۲۰ سید صاحب کا یہ خط لکھنؤ سے ہے۔ اب کی وہ نواب علی حسن خاں کے عزیز قریب خواجہ رشید الدین کے ہاں مقیم تھے، اور حکیم عبدالحی صاحب کے زیر علاج۔ میں اب لکھنؤ سے دریاباد منتقل ہو آیا تھا۔

۳۲۱ میرے حقیقی خالہ زاد بھائی تھے۔ بعد کو شفاء الملک کا خطاب پایا۔ اور معاصر طبیبوں نے اپنے حلقہ میں محسن الطب کے لقب سے نوازا۔

ہے، آج وہ پھر بہیارہ جائیں گے، دیکھئے کیا ہو، بیچارہ مولوی مسعود علی صاحب کا مستقبل اس پر موقوف ہے[۲۳۲]۔ میں بھی کل پرسوں عیادت کو جاؤں گا۔ حکیم صاحب نے مجھے ۳ ماہ کی دماغی تعطیل دی ہے، ورنہ ہمیشہ کے لئے بیکاری کا حکم لگا دیا ہے۔ یہاں سے چلتے ہوئے اطلاع دوں گا۔

اکبر صاحب کا خط آیا ہے کہ ماجد صاحب کہاں ہیں؟

سید سلیمان ۱۸ اپریل ۱۹۲۱ء

شیخ محمود علی برادر مولوی مسعود علی صاحب کا دو دن کے نکاح کے بعد آج انتقال ہو گیا۔

(۱۱۴)

دفتر دار المصنفین، اعظم گڈھ

مکرم السلام علیکم

آج شاید تین چار مہینے کے بعد مجھے یہ توفیق ملی ہے کہ چند سطریں اُس بزرگ کو لکھوں جس کے مکاتیب سے اس سے پہلے شاید کوئی ہفتہ خالی نہ گیا ہو، بہرحال میری پریشانیوں اور الجھنوں کا سلسلہ ۱۳ ستمبر کو ختم ہو گیا، ۱۰ ستمبر کو والد ماجد نے بھی وفات پائی، حسرت رہی کہ اُن کے پنجاہ سالہ ذخیرۂ فیض سے کچھ اکتساب نہ کر سکا۔

تعزیت نامہ کا شکریہ، مگر جناب والا، میری آنکھوں میں ۱۳ ستمبر کو رونے کو آنسو نہ تھے کیونکہ اُس کا تمام سرمایہ متواتر دو مہینوں تک صرف ہوتا رہا، آہ! میں نے جس قدر خانگی طمانیت حاصل کرنے کی کوشش کی مگر یہ سراب ہاتھ نہ آیا، آخر میں نے دعا مانگی کہ "بار الہا! تیری مرضی ہو اور مجھے اپنے قضا پر رضا، اور طمانیت اور سکینت بخش" میں نے

---

[۲۳۲] گھر کی دیکھ بھال اور زمینداری کا کام سب انھیں بھائی صاحب سے متعلق تھا۔ اور مولوی مسعود علی آزادی اور بے فکری سے قومی کاموں میں لگے ہوئے تھے ——— دردناک حادثہ آخر پیش آکر ہی رہا۔

ہجوم یاس اور شدتِ اضطراب میں بڑے ہی تضرع اور تذلل سے دعا مانگی، اور وہ قبول ہوئی[223]

آپ بتائید فیض حضرت مخدوم آکبش جس رتبۂ عالی پر پہنچے ہیں[224]، مجھے کہاں نصیب؛ مگر آپ جانتے ہیں کہ زخم خوردہ، مصیبت زدہ اور شکستہ حال دل میں کیا کیا استحقاقات نہیں پیدا ہو جاتے۔

ستمبر سے معارف کا چارج میں نے لے لیا، حضرت اکبر مرحوم پر ایک شذرہ جلد لکھ دیجئے کہ اس مہینہ میں چھپ سکے، ابھی میرا قلم چار ماہہ وحشت کے بعد سدھا نہیں ہے۔

جن کتابوں کو[226] دریافت فرمایا ہے، اُن میں سے ہمارے ہاں کوئی نہیں، رسالہ سپہ سالار مجھے معلوم بھی نہیں، مناقب العارفین قلمی حیدر آباد میں ہے، یہ کتاب غالباً چھپی بھی گی اس کا اُردو ترجمہ مذاق العارفین کے نام سے رام پور میں[227] چھپا ہے، سفینۃ الاولیا دارا شکوہ

---

[223] سید صاحب میں اخلاص، انابت، خشیت کی دولت شروع سے موجود تھی، سالہا سال کے بعد جب حضرت تھانویؒ سے بیعت ہوئے، تو اس جوہر پر اور زیادہ جِلا ہو گئی۔

[224] مخدوم شیخ محمد آکبشؒ (متوفی [illegible] ہجری) میرے ایک مورث اعلیٰ تھے مزار دریاباد میں میرے مسکن سے بالکل ہی متصل۔ میں اب تصوف میں نیا نیا داخل ہوا تھا۔ اور ملفوظات وغیرہ جو بھی کتابیں اس فن سے منسوب مل جاتیں، اپنے اناڑی پن سے الٹی سیدھی سب پڑھ ڈالتا۔

[225] حضرت اکبرؒ کی وفات اسی ستمبر ۱۹۲۱ء میں ہوئی تھی۔ سید صاحب اپنی ذاتی پریشانیوں کے باعث چار مہینے سے معارف سے گویا بے تعلق تھے۔

[226] اس وقت میری طبیعت پر غلبہ تصوف کا تھا خصوصاً صاحبِ مثنوی مولانا رومیؒ کا۔ سید صاحب سے انہیں کے متعلق بعض کتابوں کو دریافت کیا تھا، اور تصوف کی بعض دوسری کتابوں کو بھی۔

[227] رسالہ فریدوں سپہ سالار، اور مناقب العارفین، مولانائے رومؒ کے حالات کے سلسلہ میں دو مشہور و مستند کتابیں ہیں، سید صاحبؒ سے نام میں سہو ہو گیا، مناقب العارفین کے ترجمۂ اردو کا نام بھی مناقب العارفین ہی ہے۔ مترجم، حافظ احمد علی خاں رامپوری۔

کا قلمی نسخہ حیدرآباد میں ہے، نصیحۃ الملوک تو براؤن نے گب میموریل سیریز میں چھپوائی ہے قوت القلوب مصر میں چھپی ہے۔ مہربانی کر کے آپ کا لکھنؤ جانا ہو تو ندوہ کے کتب خانہ پر ایک نظر ڈالیے، نولکشور پریس کے مطبوعات (تصوف) کی فہرست دیکھیے، اور حافظ احمد علی صاحب رامپور سے پوچھیے۔

ایک بات لکھنا بھول گیا، لاہور سے ایک ولی الرحمٰن بی اے نے ٰ فلسفۂ اجتماع[٤٢٨] پر چند صفحوں میں نقد لکھ بھیجا ہے، اور آپ کے نظریات و امثلہ پر گرفتیں کی ہیں۔ مضمون سنجیدہ ہے، آئندہ ماہ آپ پڑھیں گے۔ والسلام

سید سلیمان ۱۱ محرم ۴۰ھ

(۱۱۵)

دفتر دارالمصنفین، اعظم گڑھ

صوم طعام کے بعد کیا آپ نے صوم سکوت شروع کیا ہے ؟ بجان دشمناں کیا طبع مبارک منحرف ہے، یا میری اڈیٹری کا چارج لینا مستحسن نہ معلوم ہوا۔ میر الفاتحہ تو ملا ہوگا، کل اکبر[٤٢٩] پر اپنے ہی قلم شکستہ رقم سے چند سطریں لکھ دیں۔ اب نیا مہینہ آتا ہے، نئے سامان کا انتظار ہے۔

جناب معاف فرمائیں، تو عرض کروں کہ "مقالات" اور "مترجمات" کی تقسیم نے جان بڑے عذاب میں پھنسا رکھی ہے، ایک تو یہ کہ ہر مہینہ اور یجنل مضامین ملتے نہیں، دوسرے باہر سے لکھنے والے اپنے مضامین کو شروع بنا کر بھیجتے نہیں زیادہ حصہ ترجمہ، اور آگے پیچھے اپنا جوڑ بھیج دیتے ہیں اُن کو کس طبقہ میں گنوں، اس لئے رائے ہو تو یہ ترتیب قائم کر دوں، شذرات، مقالات (یعنی اور یجنل یا ماخوذ، مترجم بڑے مضامین) تلخیص و تبصرہ (صفحہ دو صفحہ

---

٤٢٨ سنہ ۲۱ء تک مجھے اس کتاب سے کوئی تعلق ہی باقی نہیں رہا تھا۔ اس سے قبل ہی اسے اپنی فہرست تصانیف سے خارج کر چکا، اور اس کی اشاعت بند کرا چکا تھا۔

٤٢٩ یعنی حضرت اکبرؔ الٰہ آبادی کی وفات پر۔

کے بڑے مضامین کا خلاصہ اور نچوڑ ہے حذف و اضافہ و اظہار رائے جیسے آپ پہلے کرتے تھے) اخبار علمیہ وغیرہ الخ

مضمون کی ترتیب اصلی و ترجمہ پر نہ ہو، بلکہ معنی پر۔ اس لئے نقد اقبال کے تراجم [۴۳۰] ترجمات میں نہیں بلکہ تقریظ و انتقاد میں درج ہوں۔

آجکل پنڈت جواہر لال ہمارے مہمان ہیں، بیچارہ بہت شریف، شرمیلا اور محنتی نوجوان ہے۔ [۴۳۱]

خدا کرے آپ بخیریت ہوں، والسلام

سید سلیمان ۲۹ر ستمبر ۲۱ء

(۱۱۶)

دار المصنفین، اعظم گڈھ

۔۔ رقیبوں نے میری کیفیت سے آپ کو مطلع نہ کیا، اس لئے آپ کو شکایت پیدا ہوئی۔ تین ہفتے ہوئے کہ یکہ کے الٹنے سے میں گر پڑا اور پاؤں میں چوٹ آئی، اس پر طرہ یہ ہوا کہ نیم طبیب خطرۂ جان، مدت کا ٹنکچر آئیڈن رکھا ہوا تھا، وہ لگا دیا اس کا لگانا تھا کہ گویا پاؤں میں بارود لگ گئی، روئی جس سے دوا لگائی وہ بھی جل گئی۔ حاصل یہ کہ تمام کھال جل کر سیاہ ہوگئی۔ اٹھنا، بیٹھنا، چلنا پھرنا بند ہوگیا، نماز تک مشکل سے پڑھ سکتا تھا۔ اب جاکر پہلی کھال اتر گئی ہے، اور اب دوسری نئی کھال آگئی ہے، تاہم چلنے میں لنگ کھاتا ہوں۔ اس طویل داستان کو عذرِ لنگ نہ تصور فرمایئے گا۔

ڈاکٹر اقبال صاحب کا خط آیا ہے کہ فارسٹر کے ریویو کا جو ترجمہ معارف میں چھپا

۴۳۰ء اقبال کی اسرار خودی وغیرہ پر اس وقت ولایتی پرچوں میں، جو تنقید آئی ہوگی، اسی کا ذکر ہے۔

۴۳۱ء جواہر لال پر، آج سے ۴۱ سال قبل، یہ تبصرۂ سلیمانی کتنا صحیح اور دلچسپ ہے۔

ہے، اس میں اُن کو اشتباہ ہے اس لئے وہ اس پرچہ کو چاہتے ہیں۔ آپ کا پتہ چونکہ ان کو معلوم نہ تھا اس لئے مجھے خط لکھا، میں اُن کو بھی آپ کا پتہ لکھ دیتا ہوں۔

معارف کے لئے "امداد" اوائل نومبر میں پہنچ جانا چاہیئے۔ براؤن کی طب عرب منگوائی محض تاریخ ہے۔ والسلام

سید سلیمان ۲۵/ اکتوبر سنہ ۲۱ء

(۱۱۷)

دارالمصنفین، اعظم گڈھ

آج آپ کا پرانا کارڈ، خطوں کے ڈھیر میں ملا، جس کا جواب نہ دے سکا تھا۔ سیتامڑھی کی انجمن اُردو کی طرف سے میرے پاس خود بھی کئی خطوط آچکے تھے، مگر میں معذور تھا اور شاید یہ ایک بے وقت کی شہنائی تھی۔

"نفحات الانس" کا کام آپ نے شروع کردیا ہے[۲۳۲]، بڑی دیدہ ریزی کا کام ہے، اور دیکھنے میں معمولی معلوم ہوتا ہے۔

مراۃ الاطلاع مطبوعہ[۲۳۳] تو کئی ضخیم جلدوں میں ہے، کیا سب کا ترجمہ پورا کیا ہے، بہتر ہے مسودہ بھیج دیجئے۔

قونیہ جانا اس وقت محال ہے[۲۳۴]۔ ریلوے سے شام سے اشیائے کوچک ہو کر

---

[۲۳۲] اُس وقت تصوف کی خدمت علمی رنگ میں کرنے کی دُھن سمائی ہوئی تھی۔ نفحات الانس جامی کا مشہور و مفصل "تذکرۂ صوفیہ" ہے۔ ارادہ اُس وقت اس کو مستشرقین کی طرح ایڈٹ کرنے کا تھا۔ چنانچہ مقابلہ و تصحیح کے لئے مطبوعہ اور قلمی نسخے حاصل کر کے کچھ کام شروع بھی کر دیا تھا۔ ایک نسخہ کو INTERLEAVE کرا کے یعنی بیچ میں سادہ ورق لگا کر۔

[۲۳۳] میرے دادا صاحب مُفتی مظہر کریم مرحوم (متوفی سنہ ۱۸۷۳ء) نے اس کا ترجمہ بہ حالت اسیری جزیرۂ انڈمان سنہ ۱۸۶۰ء میں کیا تھا۔ اور وہ قلمی مُسوّدہ کی صورت میں غیر مطبوعہ اب تک میرے ہاں موجود ہے۔

[۲۳۴] مولانا رومیؒ کی ذات سے انتہائی عقیدت کی بنا پر کچھ ارادہ اُس وقت اُن کے مزار واقع قونیہ پر حاضری دینے کا ہو رہا تھا۔

جا سکتے ہیں، اور نیز جہاز سے بھی۔

اخگر، اصفہان سے ایک ادبی رسالہ نکلتا ہے، چہرہ نما فارسی ہیں مصر سے ایک پونڈ قیمت ہے۔ امان افغان[۴۳۵] کے آخر صفحہ میں اخبارات کے نام ہوتے ہیں، ایک نمبر بھیجتا ہوں، فہرست دیکھئے۔

ہاں صاحب! مقالات کی ذمہ داری آپ کو اوڑھنی پڑے گی جس طرح شذرات و تقریظ کی میں اوڑھتا ہوں، مناقب رزاقیہ کے ریویو میں آپ نے لکھا تھا کہ بہت سے صوفی پہلے کبھی نماز نہیں پڑھتے تھے، حیدرآباد سے ایک صاحب نے گمنام خط میں مجھے ڈانٹا ہے۔ شذرات میں مولوی امیر علی کی کتاب کا ذکر کرتے ہوئے ایک صاحب نے "مدراس" سے تذکیر و تانیث کا سوال پیدا کیا ہے، اور وہ حق بجانب ہیں۔ آئندہ سے آپ کو مقالات کی ذمہ داری سے سبکدوش کروں گا، مشرق تو مشرق علی گڈھ گزٹ آپ پڑھتے ہیں[۴۳۶]۔ ممکن ہے کہ اوسط نومبر میں حاضر آستانۂ مخدوم آ بخش ہوں[۴۳۷]۔

مولوی عبدالرحمٰن نگرامی کے مضمون کے جغرافی بیان پر آپ کے جن مغربی دوست کو اعتراض ہے اُن سے کہئے کہ وہ ارض القرآن پڑھیں (جلد اول صفحہ ۸۳) اگر اس سے اگر اس سے تسکین نہ ہو تو ہوگارتھ کی THE PENETERATION OF ARABIA کا صفحۂ اول دیکھیں، والسلام

سید سلیمان ۲/ نومبر ۳۱ء

۴۳۵؎ یہ تینوں اُس وقت کے فارسی میں نکلنے والے پرچوں کے نام ہیں۔ سید صاحب اُس وقت ایسے سارے معلومات کے لئے میرے خضر راہ تھے۔

۴۳۶؎ مشرق اور علی گڈھ گزٹ اُس وقت کے دو موالاتی ہفتہ دار تھے۔ خلافتیوں اور ترک موالات والوں کے شدید مخالف و نکتہ چیں۔ ان میں گزٹ کا تبرا اور بڑھا ہوا تھا۔

۴۳۷؎ سید صاحب کبھی کبھی دریاباد کرم فرمایا کرتے تھے۔

(۱۱۸)

امید ہے کہ آپ اپنے "علمی سفر"[۴۳۸] کے دورہ سے واپس آ گئے ہوں گے، اس کامیاب سفر پر مبارکباد قبول فرمائیے، شہزادۂ عالم، نواب رامپور اور دیگر محترم والیان ریاست کے خطابات علمیہ کی تجویز نہایت مناسب رہی، سُنا ہے کہ یورپ اور امریکہ میں بھی یہی ہوتا ہے، اِس سفر کی جدید تحقیقات و انکشافات کو آپ کی زبانی ہی سنوں گا، ارادہ ہے کہ یکم دسمبر کو قافلہ یہاں سے نکلے ایک دن دریاباد قیام کرے، ایک دو دن لکھنؤ، پھر اپنی اپنی منزلوں پر منتشر ہو جائے۔

رامپور کے ..... (کھاری کنواں) نے میرے ساتھ کیا چال کی ہے، زمانہ ہوا کہ مجھ سے مکاتیب اکبر منگوا لئے، اب مانگتا ہوں، تو یا تو جواب نہیں دیتا، اور یا ادھر اُدھر کی باتیں لکھتا ہے، اور اصل سوال کا جواب گول جاتا ہے، کہیں کمبخت نے اُن کو ضایع تو نہیں کر دیا، معاف کیجئے مجھے غصہ ہے۔

تاجِ خسروی کا اشتہار وکیل میں پڑھتا ہوں مگر ابھی میز پر نہیں دیکھتا ہوں، ہاں سچ ہے تاجِ خسروی کے لئے سرِ سلطانی چاہئے، سرِ سلیمانی نہیں۔[۴۳۹]

معارف یاد رہے۔ والسلام

سید سلیمان ۲۳ر نومبر ۲۱ء

---

[۴۳۸] عجب نہیں کہ رومیؔ کی فیہ مافیہ کے قلمی نسخہ کو پا کر دوسرے نسخوں کی تلاش میں میں رامپور گیا ہوں، وہاں کا کتب خانہ کھنگالنے۔

[۴۳۹] صحیح نام تاج خسروی نہیں "تحفۂ خسروی" میں نے ایک چلتی سی کتاب میں اکابر اُمت کے اقوال و ارشادات حکمرانوں کی عدل گستری وغیرہ سے متعلق جمع کر دیئے تھے، مطبوعہ نول کشور لکھنؤ لیکن چھپنے کے بعد کتاب کچھ پسند نہ آئی، اس لئے عام اشاعت کبھی نہ کی۔ وکیل (امرتسر) میں اشتہار خدا معلوم کیسے نکل گیا تھا۔

(۱۱۹)

اعظم گڈھ

میں یہیں ہوں، لاہور جانے کی ہمت نہیں ہوئی۔ آجکل خدا جانے کس کس طرح سے لوگوں کے بلاووں اور دعوتوں کو ٹال رہا ہوں، اور چاہتا ہوں کہ دسمبر تک نکلنا نہ پڑے مگر اس میں کم از کم اوائل دسمبر میں تو کامیابی نہیں معلوم ہوتی۔ یکم کو یہاں سے نکلوں گا، اور پھر لکھنؤ، بدایوں، علی گڈھ جانا پڑے گا۔ اب ہماری یونیورسٹی نہیں "جامعہ ملیہ" کا، کانووکیشن، غلط، "جلسہ دستار بندی" ہونے والا ہے۔

جب سے میری پہلی بیوی کا انتقال ہوا کم از کم میرے لئے بانکی پور اُجڑ گیا، میں پھر سے ایک دو بار کی راہ روی کے سوا کبھی وہاں گیا بھی نہیں، وہاں کوئی مغربی ہوٹل نہیں، البتہ "مشرقی سرائے" ہے۔ آپ کب جانا چاہتے ہیں اور کس کام سے جانا چاہتے ہیں۔[۲۴۴]

خط کا جواب کیا، منگنی تک لے کر وہاں لوگ چپکی سادھ جاتے ہیں۔[۲۴۵]

اب ملاقات میں معاملہ طے ہو گا۔ والسلام

سید سلیمان ۲۴ر نومبر ۳۱ء

درۃ التاج کے متعلق میں اقبال کو دریافت کر کے لکھ بھیجوں گا،

فہرستیں دیکھتا ہوں۔ درۃ التاج بانکی پور کے کتبخانہ میں ہے،

اقبال کو لکھ دیا۔

(۱۲۰)

بھوپال

ایک ماہ کی بادیہ پیمائی کے بعد تخت سلیمان کل بھوپال اُترا ہے۔ مولوی عبدالباری

---

۲۴۴ بانکی پور خدا بخش خاں کی شہرۂ آفاق مشرقی لائبریری میں تصوف کی کتابوں کی تلاش میں جانے کا ارادہ تھا۔

۲۴۵ پنجاب کے کسی پبلشر کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے۔

صاحب کے خط سے معلوم ہوا کہ شبلی منزل کے حج کے لئے میری مطوفی[۲۴۱ الف] کی خدمت درکار ہی،

اے سبحان اللہ، نازم بہ بخت خویش

میں کل پرسوں یہاں سے نکلوں گا، ایک آدھ روز لکھنؤ ٹھہر کر ۶ ہ تک آپ کے شہر سے گزروں گا، لکھنؤ سے صحیح وقت کی اطلاع دوں گا[۲۴۲]۔

ان ایام میں جو سیاسی تماشہائے بے پایاں نظر سے گزرے[۲۴۳]، اُن کا ایک ایک منظر قابلِ دید تھا، والسلام

سید سلیمان ۲۲ جنوری ۲۲ء

(۱۲۱)

دفتر دار المصنفین - اعظم گڈھ

محترمی السلام علیکم

پہلا کارڈ مل گیا ہوگا، ایک صاحب نے مل کی افادیت[۲۴۴] ترجمہ کر کے بھیجی ہے کہ دار المصنفین کی طرف سے بلا معاوضہ شایع ہو، میں تو اس کو جیہ میں اندھا ہوں، آج کی ڈاک سے رجسٹرڈ آپ کے پاس بھیجتا ہوں، رائے عالی سے مطلع فرمائیے۔

مولوی مسعود علی صاحب سے ردولی ملاقات[۲۴۵ الف] ہوئی ہوگی۔ مولوی عبد الباری صاحب[۲۴۵ ب] جب سے گئے ہیں، ایک سادہ کارڈ کے سوا اُن کے ہاں سے کچھ نہیں آیا، آپ کے ہاں تو اُن کے مفصل خطوط آئے ہوں گے۔

---

۲۴۱ الف۔ اب یاد نہیں پڑتا کہ یہ تلمیح کیا ہے۔ ممکن ہے میں خود اعظم گڈھ کا ارادہ کر رہا ہوں اور سید صاحب کے انتظار میں ہوں۔

۲۴۲ اب یاد نہیں پڑتا کہ سید صاحب دریاباد اس سفر میں اُترے یا نہیں۔

۲۴۳ تحریک خلافت و ترک موالات کا اوج شباب تھا۔ ملک بھر میں زلزلہ آیا ہوا تھا۔

۲۴۴ MILL کا رسالہ UTILITARIANISM

۲۴۵ الف۔ میں وہاں عرس میں گیا ہوا تھا۔

۲۴۵ ب۔ موصوف اب حیدر آباد عثمانیہ یونیورسٹی میں منسلک ہو گئے تھے۔

آپ کے والا نامہ کے بعد جس میں کافی اثر نمایاں تھا، میں نے آپ کی غزل دوبارہ سہ بارہ پڑھی، معارف کی خاطر نہیں بلکہ آپ کی خاطر میں اس کی نسبت آپ کی طرف نہ کر سکا اس میں متعدد اوہام مجھے ہیں۔ واپس اس لئے نہیں بھیجی کہ میں سمجھا کہ آپ کے پاس اس کی نقل ہے۔ "باراتیں" والا شعر تو صاف کھٹکتا ہے[۲۲۵]، بایں ہمہ میں اپنے جرم پر نادم ہوں، اور فرمایئے تو شایع کر دوں۔ "کفارۂ یمین سہل است و شکستن دلِ دوستاں مشکل" اس لئے مجھے دل شکستہ نہ کیجئے، بلکہ میرے بہت سے گناہوں سے چشم پوشی کیجئے، یہ الفاظ میرے سچے دل کے ہیں، ان سے کچھ اور مُراد نہ لیجئے گا، والسلام

سید سلیمان

(۱۲۲)

دفتر دار المصنفین، اعظم گڈھ

جناب والا اب رُدولی سے واپس آگئے ہوں گے[۲۲۶]۔ مہدی مرحوم کے خطوط صاف کرا رہا ہوں، غزوری کے لئے مترجمات میں وہی جامعہ عثمانیہ لے لیا ہے۔ تلخیص و تبصرہ میں کچھ نہیں ہوا، بہرحال کچھ کر لوں گا۔ مارچ نمبر کے لئے ابھی سے بھیج دیجئے، صرف شذرات اوائل مارچ میں بھیج دیجئے گا۔

---

۲۲۵ میں نے ایک نعتیہ غزل "ناظر" تخلص کے ساتھ معارف میں چھپنے کو بھیجی تھی۔ اس میں علاوہ زبان و محاورہ کی غلطیوں کے مضامین بھی بہت پست و مُبتذل سے تھے، قوالی کی محفلوں میں جس طرح کی غزلیں چلی ہوئی تھیں جس اُنہیں کی نقالی تھی، سید صاحب نے خوب کیا، جو اُسے شایع نہ کیا۔ مجھے وقتی طور پر اس سے جو ناگواری ہوئی وہ سراسر بیجا تھی۔

۲۲۶ ردولی کے مشہور عُرس میں جانا ہوا تھا، رواجی تصوف کے چکر میں پڑ کر اب مزارات پر حاضری، خصوصًا زمانۂ عرس میں، ایک معمول سی بن گئی تھی۔

۲۲۷ اب یاد نہیں پڑتا کہ یہ اشارہ کس طرف ہے۔ مستشرق نکلسن (کیمبرج یونیورسٹی) وغیرہ سے بعض تصانیف تصوف پر مراسلت شروع ہو چکی تھی، اور نکلسن نے ایک مضمون بھی لکھ دیا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ یہ اشارہ اسی طرف ہو۔

سُنا ہے کہ آپ کی ولایت کی خبریں ولایاتِ بعیدہ[۲۴۷] تک پہنچ گئی ہیں۔ وائے "برنزدیکانِ دور" کہ ان کو اور زیادہ ضرورتیں ہیں۔ المستدعی

سید سلیمان ۱۷ فروری ۲۲ء

(۱۲۳)

دفتر دار المصنفین، اعظم گڈھ

"غریب نواز"[۲۴۸]

کیا آپ امسال اس لقب کے مستحق نہیں ہو گئے، ذرا سفرِ اجمیر کے اپنے ملاحظات تو لکھئے۔ آجکل خواجہ صاحب[۲۴۹] سے تصوّف پر مباحثہ در پیش ہے۔

پروفیسر براؤن والے تہنیت نامے پہنچے، بجائے مضمون کے میں نے آثار علمیہ ادبیہ میں اُن کے اصلی چربے دیدیئے ہیں، اور نوٹ یا شذرات میں اس واقعہ پر چند سطریں لکھ دوں گا۔

میں نے اور میرے احبابِ محفل نے آپ کے "راجہ اندر سبھا" کو پسند نہیں کیا[۲۵۰]، میں نے اُس کی جگہ اپنی طرف سے مسلم یونیورسٹی پر کچھ سنجیدہ ریمارک کئے ہیں، ملاحظہ سے گزریں گے، آفتاب احمد خاں کو خطاب کیا ہے۔

آیندہ ماہ کے لئے مارچ کے ختم پر بھیج دیجئے گا۔

اودھ بک ڈپو کی کتابیں اب تک نہیں آئیں۔ سیر الصحابہ آپ کے لئے مرسل ہے۔

کیمبرج میں رسالہ بھیج دوں گا۔ والسلام

سید سلیمان ۱۱ مارچ ۲۲ء

---

۲۴۸ میں عرس خواجہ "غریب نواز" اجمیری سے ابھی واپس ہوا تھا۔

۲۴۹ یعنی خواجہ حسن نظامی

۲۵۰ میں معارف کا شذرات نگار ۱۹۲۰ء سے چلا آرہا تھا۔ گو میرا نام اب نہیں ہوتا تھا۔ اس مہینہ کے شذرات میں بعض علی گڈھی شخصیتوں (خصوصاً نواب سر مزمل اللہ خاں مرحوم) سے متعلق کچھ فقرے سنجیدگی سے گرے ہوئے میرے قلم سے نکل گئے تھے۔ اچھا ہوا کہ سید صاحب نے وہ شایع نہیں کئے۔

(۱۲۴)

دفتر دار المصنفین، اعظم گڈھ

اللہ اکبر! مجھ پر فراموشی کا الزام، بہرحال مجھے اس گلہ میں بھی لطف آیا، غالب کو "حسرت" میں مزہ آتا تھا۔

گر نہیں وصل تو حسرت ہی سہی

میں کیا بتاؤں کہ ادھر ایک مہینہ پورا کس طرح پراگندہ ایام سفر میں گزرا۔ چلتے وقت آپ کا مرسلہ پیکٹ مضامین کا ملا تھا، مگر اُس میں بعض چیزیں نہ تھیں، اس لئے دفتر سے کہہ دیا کہ وہ آپ کو مطلع کردے۔

عہد شاہجہاں و اورنگ زیب کے متعلق ایشیاٹک سوسائٹی کی مطبوعہ کتابوں کے علاوہ کوئی نئی چیز نہ ہمارے ہاں اور نہ کتبخانہ ندوہ میں ہے۔ البتہ بانکی پور اور سوسائٹی کلکتہ میں کچھ چیزیں ہیں، سرکار[۲۵۱] کی کتاب اورنگ زیب دیکھ کر آپ قلمی ماخذوں کا پتہ لگا سکتے ہیں، دلیسنہ لائبریری کی ایک کتاب .... ہے[۲۵۲] مگر اُس میں کوئی نئی چیز نہیں۔

اس مہینہ کے معارف کے لئے اشکال یہ ہے کہ ہمارا اسٹینو مجھ چھوڑ کر چلا گیا ہے، رخصت کے بہانہ سے گیا، اور چلا گیا، اُس کا انتظار رہا۔ اب دوسرا آدمی تلاش کر رہا ہوں۔ پرلیسوں پر وقت پر چھپ نہ سکا۔ مولوی مسعود علی مع زنانہ آگئے

اُسوۂ صحابہ ارسال خدمت ہے۔

سید سلیمان ۲۹ر شعبان ۱۳۴۰ھ

۲۵۱ھ مطالعہ تصوف ہی کی ضمن میں مجھے اب اسلامی ہند (خصوصاً وسط عہد مغلیہ) کی فارسی تاریخوں کے مطالعہ کا بھی شوق ہو گیا تھا، اور اس میں سید صاحب کی راہنمائی چاہی تھی۔

۲۵۲ھ یہ ایک سطر پانی کے اثر سے اُڑ گئی ہے۔ سرکار سے مراد مشہور بنگالی مورخ سر جادو ناتھ سرکار ہیں۔

(۱۲۵)

دارالمصنفین، اعظم گڈھ

مکرم ہفتوں کی آوارہ گردی کے بعد واپس آیا۔ ظلمات و نور، بر و بحر، دیوستان و پرستان، ہر جگہ ڈھونڈا مگر اُس "پری" کا پتہ نہ پایا[۵۵۳]، ناچار پھر اسی عالم آب و خاک میں واپس آیا۔

تائید محمد والقرآن ہمارے ہاں ہے[۵۵۴]، میں نے ملا کر دیکھ لیا ہے۔ میں نے جو کچھ لکھا ہے جنابِ جاوید دیکھ کر لکھا ہے اس میں یہ تفصیل موجود ہے۔

معارف کے شذرات کے جُرم میں علی گڈھ گزٹ[۵۵۵] کے بازار میں مجھ پر خوب آوازے کسے جا رہے ہیں۔ یہ فہرست مضامین میرے تیچھے لکھی گئی، آئندہ احتیاط رہے گی۔

مہدی بیگم مکاتیب مہدی کو پوچھتی ہیں۔ والسلام

سید سلیمان ۱۰ر جولائی ۲۲ء

(۱۲۶)

دارالمصنفین، اعظم گڈھ

السلام علیکم

بہت انتظار کیا کہ شذرات وغیرہ آجائیں، پھر دیر ہوئی، تو میں نے جوڑ توڑ کر شذرات بنائے، کئی دفعہ عرض کر چکا کہ آپ جو کچھ عنایت فرماتے ہیں، وہ پہلی تاریخ کو ہمارے پاس پہنچ جائیں، اگر ایسا انتظام ہو سکے تو پرچہ پہلے مکمل سکتا ہے۔

---

۵۵۳ "پری" محض "سلیمان" کی مناسبت سے ہے۔ اب یاد نہیں پڑتا کہ کس چیز کی طرف اشارہ ہے۔

۵۵۴ مُراد ڈیون پورٹ کی کتاب APOLOGY FOR MOHAMMAD & KURAN کا اُردو ترجمہ ہے۔

۵۵۵ معارف کے شذرات، پھر یاد کر لیجئے، اب تک میرے ہی قلم سے نکل رہے تھے ــــ علی گڈھ گزٹ تحریک ترک موالات وغیرہ کا شدید مخالف تھا۔

مثنوی کا مسودہ پہنچا[۴۵۶]، آج لکھنے کو دیدوں گا اور حسب ارشاد اس کی کتابت کی جائے گی۔ چند باتیں دریافت طلب ہیں، کس قدر چھپے گی اور کاغذ دیسی ہوگا یا ولایتی اس وقت دونوں کی قیمت ایک ہے۔ کس وزن کا ہوگا۔ کاغذ ایک مہینہ میں باہر سے آتا ہے اس لئے ابھی سے معلوم ہو جائے کہ سامان کر لیا جائے۔

نواب عماد الملک کا خط آیا ہے کہ "افواہ یہی ہے مگر سرکاری طور سے یہ خبر غلط ہے، معارف میں آپ کبھی کبھی سیاسی اور اختلافی مسائل لکھتے ہیں، یہ ہماری سرکار کو ناپسندیدہ ہیں" شاید مسلم یونیورسٹی کی طرف اشارہ ہے۔ کل محکمۂ سیاسیات سرکار عالی سے ایک لفافہ آیا کہ سیرۃ میں کیا کام باقی ہے اور جو جلدیں تیار ہو چکی ہوں وہ صدر اعظم کے نام بھیج دی جائیں۔[۴۵۷]

ایک عرضداشت اور سال کی نئی کتابیں حضور میں بھیج رہا ہوں۔ مولوی عبد الباری صاحب آج یا کل گھر ہو کر لکھنؤ جائیں گے اور اُدھر ہی سے بمبئی ہو کر حیدر آباد تشریف لے جائیں گے، میں سوچ رہا ہوں کہ ہفتہ دو ہفتہ کے لئے آپ کو یہاں زحمت فرمانے کے لئے اصرار کروں، آپ کے معمولات میں انشاء اللہ فرق نہ آنے پائے گا، بالکل تنہائی ہوگی۔ آپ اپنے سامنے بھی چھپوالیں گے، ایک پورا پریس آپ کے سپرد رہے گا۔ والسلام

سید سلیمان ۲۳ر اگست ۳۲ء

---

۴۵۶ مصحفی کی اُردو مثنوی بحرِ محبت کا قلمی نسخہ مجھے ہاتھ لگ گیا تھا اور رسالۂ اُردو میں اُسے چھپوانے کے بعد اب کتابی صورت میں، مقدمہ، حواشی، وغیرہ کے اضافہ کے ساتھ، معارف پریس میں چھپوا رہا تھا۔

۴۵۷ ریاست آصفیہ حیدر آباد، ۳۲ء میں پوری طرح زندہ سلامت تھی اور دار المصنفین ہر طرح اس کا دست نگر تھا۔ نواب عماد الملک سید حسین بلگرامی، عمائد حیدر آباد میں سے تھے اور مجلس دار المصنفین کے صدر۔

۴۵۸ دریاباد مستقل قیام اختیار کر لینے کے بعد سے اپنی روزانہ زندگی کا ایک متعین پروگرام بندھ گیا تھا، مثلاً پورا کھانا دن رات میں صرف ایک وقت، لوگوں سے کم ملنا، وغیرہ۔ ان سارے انتظامات کا سفر میں قائم رہنا دشوار تھا۔

دارالمصنفین، اعظم گڈھ

مکرمی السلام علیکم

میں ۱۴ سے ۲۲ تک باہر رہا، دہلی گیا تھا، اس لئے کوئی خط نہ لکھ سکا۔ کاپیاں واپس مل گئیں،[۴۵۹] آیندہ ماہ سے چھپنی شروع ہوں گی۔ کیا پروف آپ کے پاس بھیجے جایا کریں، اس کی ضرورت تو محسوس نہیں ہوتی۔

دہلی میں اور سب ہنگامے تو رہے مگر ایک شب ڈاکٹر محمود کے ساتھ رین بسیرا میں بسر ہوئی، پُر لطف ملاقات رہی، درگاہ نظام المشائخ میں آپ کے مستقل قیام گاہ کی زیارت سے مشرف ہوا۔[۴۶۰]

آپ پیران کلیر جائیں گے اگر دہرہ دون[۴۶۱] میں جا سکا تو ملاقات ہوگی،[۴۶۲] ورنہ مولوی مسعود علی صاحب تو ضرور ہی جائیں گے، اور شاید کلیر بھی جائیں۔ انگریزی رسالوں کی قیمت بھیج دی جائے گی۔[۴۶۳] اسوۂ صحابہ جلد دوم مُرسل ہے۔ میں تو اس مصرع کو "بہار" پڑھوں گا[۴۶۴] "بیار" اول

---

[۴۵۹] وہی مصحفی کی "بحر محبت" کی کاپیاں مُراد ہیں۔

[۴۶۰] مجھے زندگی کے اُس دَور میں حضرت نظام الدین اولیاؒ سے خصوصی عقیدت تھی۔ اور ایک بار مُستقبل قریب ہی میں پورے سوا مہینہ کی مدت وہیں بسر کرنے والا تھا۔ خواجہ حسن نظامی کے ایک مکان کا نام "رین بسیرا" تھا۔ اور انھیں نے میرے لئے ایک مستقل قیام گاہ تجویز کر رکھی تھی۔

[۴۶۱] یہ صرف ارادہ تھا، پورا نہ ہوا۔

[۴۶۲] کوئی سیاسی کانفرنس ہوگی۔ خلافت کانفرنس کے جلسے اُس وقت کثرت سے ہوا کرتے تھے۔

[۴۶۳] وہ ولایتی اور ہندوستانی، انگریزی زبان کے رسالے، جو معارف کے لئے خرید ہو کر میرے پاس آتے تھے۔

[۴۶۴] نکلسن (کیمبرج والے) نے غزلیات شمس تبریز کا انتخاب شایع کیا تھا، اُس میں ایک مشہور غزل کے مصرعہ "چندے کہ تا قیامت گل او بہار بادا" میں "بہار" کے بجائے "بیار" چھاپا تھا۔ میں نے اس اصلاح کی تحقیق سید صاحب سے کرنا چاہی تھی۔

تو ثقیل ہے، ثانیاً، گل کا بار بار ہونا بے معنی ہے، چمن کو بار سے تعلق نہیں البتہ بہار بادا میں بھی گل کا سرتاپا بہار رہنا ذرا کھٹکتا ہے۔

نجیب اشرف کہتے تھے کہ آپ نے ان کو لکھا ہے کہ آپ نے زمانہ میرے نام بھیجا ہے، مجھے تو ملا نہیں۔ والسلام

سید سلیمان

(۱۲۸)

دفتر دار المصنفین، اعظم گڈھ

السلام علیکم

ڈاکٹر حفیظ اللہ[۳۶۵] ہمارے ایک دوست بدل کر جونپور آئے ہیں، میں اُن کو دکھانے گیا تھا، اُنھوں نے قولنج امعاء میرا مرض تجویز کیا، نسخہ لکھا جو استعمال میں ہے اور اس سے افاقہ ہے۔

ما ننسخ من آیۃ[۳۶۵ (الف)] کی جو تفسیر آپ نے لکھی ہے وہی اور بعض مفسروں نے بھی لکھی ہے، بعضوں نے اُس سے آیاتِ تورات مُراد لی ہیں۔

معارف مرتب ہوگیا، تلخیص و تبصرہ نہ ہوگا، میں چاہتا ہوں کہ یہ باب ہر مہینہ رہے، اور اُس میں طویل مضامین کی روح اور عطر نکال لیا جائے، زیادہ سے زیادہ ۸ صفحوں میں تین چار مضامین آجائیں۔ ترجمہ کا کام تو آپ نشان لگاکر بھیج دیجئے، میاں نجیب کرلیں گے۔

دیوان نظیری کے لئے سید ابرار حسین صاحب کو لکھا ہے۔

مولوی عبدالباری صاحب میرے مُعترف تھے؟ کس بات کے؟ میں نے قدیم فلسفہ و کلام کو پیش نظر رکھ کر معجزات پر جو کچھ لکھا ہے وہ اصلاح کے لئے آپ کے پاس بھیجوں گا،

---

۳۶۵ حافظ قرآن اور بڑے حاذق ڈاکٹر تھے۔ لکھنؤ مدتوں رہے، اور بعد کو بارہ بنکی میں سول سرجن ہوکر۔ آخر میں انتقال بڑی بُری اذیت اور طویل علالت کے بعد ہوا۔

۳۶۵ الف۔ اب یاد نہیں پڑتا کہ وہ تفسیر کیا تھی۔

آپ نے جدید دیکھا ہے تو قدیم بھی دیکھیے۔ والسلام

مولوی عبدالرحمن نگرامی کا پتہ یہ ہے۔ مدرسہ جامع کلکتہ، سید سلیمان ۹ ستمبر ۲۲ء

گرآن سے یہ کام شاید ہی نکلے، محفوظ الحق صاحب[۳۶۶] کا پتہ آپ کے پاس ہوگا، انھیں لکھیے۔

(۱۲۹)

دفتر دار المصنفین، اعظم گڈھ

ہاں سچ ہے گوردت سنگھ دارا نے سیرت میں ایک مختصر کتاب مجھے دکھائی تھی،[۳۶۷] ان کا خط کئی مہینے ہوئے آیا تھا، جواب نہ دے سکا۔ اگر آپ خط انھیں لکھتے ہوں تو میری طرف سے لکھ دیجئے کہ وہ کتاب میرے پاس بھیج دیں، میں چھپوادوں گا۔ زبان اردو ہے ضخامت دو دو ڈھائی سو ہوگی، یہ تو یاد نہیں کہ دیباچہ لکھا ہے یا نہیں، مگر اس پر نظر ثانی ضرور کی تھی۔ دارا کا پتہ مجھے لکھئے تو میں ہی انھیں لکھ دوں، اور بہتر یہ ہے کہ آپ ہی میری طرف سے لکھ دیں۔ والسلام

سید سلیمان ۱۳ ستمبر ۲۲ء

(۱۳۰)

دفتر دار المصنفین، اعظم گڈھ

"مجاور حرم"[۳۶۸] صلی اللہ علیک وسلم

نامہ والا ملا، یہ اذواعد ناموسی اربعین لیلۃ دیکھئے کب تمام ہو[۳۶۹] یکم دسمبر کو

---

[۳۶۶] غالباً بنگال ایشیاٹک سوسائٹی سے کسی کتاب کی تلاش تھی۔ مولوی محفوظ الحق نادر کتابوں تک بڑی رسائی رکھنے والے آدمی تھے۔

[۳۶۷] آخر کار یہ کتاب معارف ہی پریس سے چھپی، بڑے والہانہ رنگ میں لکھی ہوئی ہے۔ ایک غیر مسلم کے قلم سے یہ نذر عقیدت جتنی خوشگوار ہے، اتنی ہی حیرت انگیز بھی ہے۔

عبادی صاحب آتے ہیں۔ مثنوی چھپ رہی ہے۔ پیام امن لکھنے کو دیدی ہے۔[۲۷۰]

آپ نے معارف سے "اعتزال" کا ذکر کیا ہے۔[۲۷۱] الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کسی فوری جذبہ کا نتیجہ ہے، اگر یہ جذبۂ خلوت نشینی اور تبتّل کا اثر ہے تو مبارک، اس میں کوئی کیا کہہ سکتا ہے۔ اور اگر کوئی اور بات ہے تو میں اُس کے سمجھنے سے قاصر ہوں، اور اپنے لئے ایک مصیبت عظمیٰ خیال کرتا ہوں۔

بہرحال اگر آپ نے قطعی طور سے عزم کرلیا ہے تو انگریزی رسائل بھیج دیجئے کہ آئندہ سال کے لئے اخبار علمیہ اور تلخیصات کا انتظام کیا جائے اور کیا ان رسائل کو لکھا جائے کہ وہ براہ راست یہاں آئیں، یا آپ دیکھ کر بھیجا کریں گے۔

خواجہ صاحب کی خدمت میں سلام نیاز

سید سلیمان ۱۴ر نومبر ۲۲ء

(۱۳۱)

دفتر دارالمصنفین، اعظم گڈھ

مجبی الکریم السلام علیکم

مودت نامہ نے مفتخر کیا، شکوہ بجا ہے[۲۷۲] لیکن یقین جانئے کہ پہلی شادی کے بعد

---

[۲۶۸] اس وقت میرا طویل قیام، درگاہ حضرت نظام الدین اولیا (دہلی) میں تھا۔ اُس وقت عقیدت اس خاص آستانہ سے بہت ہی بڑھی ہوئی تھی۔

[۲۶۹] مدت قیام ۴۰ دن کی رکھی، آیت کا اشارہ اسی طرف ہے، مہمانداری تمامتر بہ کمال فراخ دلی خواجہ حسن نظامی نے اپنے ذمے لے لی تھی۔ خط کی اخیر سطر "سلام نیاز" اُنھیں کے لئے ہے۔

[۲۷۰] مثنوی سے مراد وہی مصحفی کی "بحر محبت" ہے۔ "پیام امن" بھی میری ایک تازہ کتاب (کچھ ترجمہ، کچھ تصنیف) کا نام ہے۔

[۲۷۱] میرا تعلق ادارت معارف سے تین ساڑھے تین سال سے چلا آتا تھا۔ اور اس کا کچھ مالی معاوضہ بھی ہر ماہ ملتا رہتا تھا۔ اب اس تعلق کے باقی رکھنے میں مختلف حیثیتوں سے دشواریاں محسوس ہونے لگی تھیں۔ اس لئے اس خدمت سے استعفا، سید صاحب کو لکھ بھیجا تھا۔

تمام دوسری شادیوں کو میں نے ایک رسمی تقریب سمجھا۔ انتہائی سادگی، خاموشی اور سکوت کے ساتھ یہ "کارِ خیر" انجام پایا، طرفِ ثانی سے بھی میں نے یہی شرط کی تھی اور انھوں نے پوری طرح اس کو وفا کیا، یہاں تک کہ ایک جوڑا کپڑے تک میں ساتھ نہیں لے گیا، ۲ جنوری کو نکاح ہوا اور ۳ کو رخصتی ہوئی، اعظم گڈھ سیدھے لے آیا۔ دستورِ زمانہ کے مطابق میں وطن بھی نہیں لے گیا کہ وہاں کچھ مراسمِ مسرت نہ ظاہر ہوں، اور میرے لئے پچھلی غمناک مسرتوں کی یاد تازہ نہ ہو۔

اتفاق[۴۳] دیکھئے کہ آپ کا ذکر دوسری ہی شب میں درمیان آیا، مولوی عبدالماجد صاحب بدایونی کا میں ایک سلسلہ میں نام لے رہا تھا، انھوں نے کہا کہ کون مولوی عبدالماجد جن کا مضمون معارف میں نکلتا ہے، میں نے کہا نہیں، پھر دونوں ماجدوں میں تفریق اور دونوں سے الگ الگ تعلقات خاص اپنے ساتھ بتائے۔

---

[۴۴] ٹائٹل کے متعلق ایک غلطی آپ کی اور ایک ہمارے مطبع کی ہے، میر مصحفی آپ نے خود لکھا تھا "و" ہمارے ہاں پڑھا۔ کو، کو واؤ سمجھا گیا، آپ کے ملاحظہ کے لئے ٹائٹل کی اصل بھیجتا ہوں۔

---

[۴۲] سید صاحب کی اہلیہ ثانی کا بھی انتقال ہو چکا تھا۔ اور سید صاحب چند سال تک مجرد رہے۔ اب یہ جدید عقد اعزہ کے بڑے اصرار کے بعد ہوا۔ اور یہ آخر دم تک رفیقۂ حیات ہی نہیں ثابت ہوئیں بلکہ اپنے مرشد شوہر کے ساتھ خود بھی بڑی دیندار، مرتاض و صاحب نسبت ہو گئیں۔

[۴۳] اپنے زمانہ کے بڑے پُرجوش و خوش بیان مقرر و خطیب تھے۔ اپنے بریلوی عقائد کے باوجود سید صاحب کے اور میرے دونوں کے مخلصوں میں تھے۔

[۴۴] ذکر اسی بحرِ محبت کا ہے۔ سرورق پر بجائے "شیخ مصحفی" کے "میر مصحفی" چھپا تھا۔

فہرست میں نے ٹائٹل پر نہیں چھپوائی، ٹائٹل کے دوسرے صفحہ پر فہرست دے دیتا ہوں، یا الگ صفحہ پر لگے جیسا کہیے۔ ٹائٹل کی غلطیوں کا علاج دو ہے، ایک تو یہ کہ دوسرا ٹائٹل چھپے، اور اس کو بیکار کر دیا جائے، یہ صرف طلب ہے، دوسری صورت یہ ہے کہ خوبصورتی سے چٹ چھپوا کر لگوا دی جائے، جو صورت پسند ہو لکھیے۔

معارف کی نسبت کیا آپ اپنے فیصلہ پر نظر ثانی فرما سکتے ہیں، مولوی مسعود علی صاحب سے معلوم ہوا کہ شذرات کے مسئلہ کی نسبت آپ کو اختلاف ہے،[۳۲۴ (الف)] غرض یہ ہے کہ کیا اس مسئلہ میں کوئی "کمپرومائز" کی صورت نہیں نکل سکتی۔

سالانہ جلسہ دار المصنفین کا وقت آگیا، آپ کی تشریف آوری کی ضرورت ہے، اگر ایک ممبر بھی باہر کا نہ ہوا تو جلسہ خانہ ساز معلوم ہوگا،

والسلام

سید سلیمان   ۲۴ر جنوری ۲۳ء

قیمت ۱۲ر آنے مناسب ہے، ۲ر لاگت ہے،
اشاعت یہیں سے ہوگی، مگر میری کتابوں پر بھی دار المصنفین والے ۳۰ر، ۳۰ر فیصدی لیتے ہیں،[۳۲۵] مولوی حمید الدین صاحب کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہے، جیسا فرمائیے۔

(۱۳۲)

دفتر دار المصنفین، اعظم گڈھ۔

صدیق محترم   دام کرمہ

السلام علیکم۔ میں گیا، علی گڈھ اور گدیہ کے سفروں سے تھکا ہوں، افسوس ہے کہ تیسری جنوری کی عظیم الشان گدیہ کانفرنس میں شریک نہ ہو سکا، مگر میری معذوری

---

۳۲۴ الف۔ بے شک بات کچھ ایسی ہی تھی۔ زیادہ تفصیل ذہن میں نہیں۔

۳۲۵ مراد ایجنسی کا کمیشن ہے۔

قابلِ پذیرائی ہے، خیال تھا کہ پہلی تاریخ مقرر شدہ ۱۸ر دسمبر کو گدیہ میں آپ سے ملوں گا اور اپنی تمام تقصیرات سابقہ کی تلافی کے طور پر "بحر المحبت" کی نذر پیش کروں گا، کیا عجب کہ بحرِ بیکرانِ محبت میری کوتاہیوں کے خس و خاشاک کو بہا لے جائے، مگر تقدیر ایسی نہ تھی، ۱۸ر کو آپ کی کتاب کو جلد جلد تیار کرا دی گئی، لیکن تاریخ ٹل گئی اور ہم لوگ گیا روانہ ہو گئے، اور باوجود تیار ہونے کے اس اثنا میں آپ کے پاس کتاب نہ پہنچی، اب کتاب مذکور کے ۱۰ نسخے ہمراہ نجیب اشرف سلمہٗ بھیجتا ہوں، ۵ چکنے ولایتی کاغذ پر اور ۵ دیسی پر، میں نے چکنے پر ۱۵ کاپیاں تیار کرائی ہیں کہ اعلیٰ حلقوں میں آپ تقسیم کریں، منجملہ اُن کے ۵ مرسل ہیں، ۱۰ اور باقی ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ یہ کل کتابیں دریاباد کے پتہ سے بھیج دی جائیں اور وہیں سے فروخت ہوں گی، یا آپ کچھ اور انتظام کرنا چاہتے ہیں، جو رائے مبارک ہو اُس سے اطلاع دیجئے کہ تعمیل ہو۔

میری اُن بدبختیوں میں جن میں میں مبتلا ہوں، ایک یہ ہے کہ فطرۃً مجھ میں احباب پیدا کرنے کی صلاحیت نہیں، اور اس سے زیادہ یہ ہے کہ احباب کو قائم رکھنے کی صلاحیت اور زیادہ مفقود ہے، سلسلۂ مکاتیب میں طبعاً سست ہوں، از راہِ عنایت و محبت قدیمانہ کوئی ایسی تدبیر آپ بتا سکتے ہیں کہ جس سے میرا یہ فطری نقص دور ہو سکے؟

ان دنوں مہاراجہ کشن پرشاد نے صـــہ روپے بمد معارف بلا طلب بھیج دیے ہیں۔ خوشخبری سُنئیے مولوی عبدالسلام صاحب ممتحن جامعہ عثمانیہ ہوئے ہیں، اس کے "پس پردہ" کون ہے؟ مولوی عبدالباری صاحب کے ساتھ ۲۸ر دسمبر کی شب کو آپ نے جو کچھ کیا اُس کی شکایت مجھے رہے گی،[۲۷۶] اب میں مولوی عبدالباری صاحب کے

---

[۲۷۶] مولوی عبدالباری صاحب ندوی کا وطن اُس وقت تک قصبہ گدیہ، ضلع بارہ بنکی تھا، خط کی یہ ساری تلمیحیں اُن کے عقد سے متعلق ہیں۔ ان کا عقد اُسی زمانہ میں ہوا تھا، میں نہ صرف شریک عقد تھا بلکہ یہ شادی طے بھی میرے ہی ذریعہ سے ہوئی تھی۔

مقابلہ میں جیسا کہ روایاتِ صحیحہ سے ثابت ہے، ہمیشہ کے لئے شکست خوردہ ہوگیا۔ والسلام

سید سلیمان ۲؍ جنوری ۲۳ء

(۱۳۳)

دفتر دار المصنفین، اعظم گڈھ

مجبی السلام علیکم

جواب میں تاخیر کرنے کا گنہگار میں ہمیشہ سے ہوں اور رہوں گا۔ کاپیوں کے پیکٹ پہنچے، مسودہ افادیت[۲۷۷] بھی پہنچا۔ آپ کی فہرست جس میں آپ نے لوگوں کے نام لکھے تھے وہ کاپیوں کے پیکر[۲۷۸] کاتب کے پاس چلی گئی اور کھو گئی، ازراہ عنایت دوبارہ بھیج دیجئے۔ بحر المحبت کے ٹائٹل درست ہوگئے، فروری کے معارف میں اس کا اشتہار دے دیا ہے۔

مولوی عبد الباری صاحب کا تو کوئی خط میرے نام نہیں آیا ہے، پھر ان کی شکایت بے سبب ہے۔ مولوی عبد الحئی صاحب مرحوم[۲۷۹] کی وفات کے بعد شاید نظامت کا بار مجھے اٹھانا پڑے سب کا اصرار ہے۔

میں ۲۵؍ فروری کو وطن جانا چاہتا ہوں، مدت سے نہیں گیا، اواخر مارچ تک واپسی ہوگی۔

پیام امن کے لئے کاغذ کیسا ہوگا، تعداد اشاعت کیا ہوگی، یہ سب باتیں منیجر صاحب کو لکھئے۔ والسلام

سید سلیمان ۲۱؍ فروری ۲۳ء

---

[۲۷۷] انگریز فلسفی مِل کی کتاب UTILITARIANISM کا ترجمہ۔ عجب نہیں کہ میں نے ہی ایک آدھ باب کا ترجمہ کرکے معارف کے لئے بھیجا ہو۔

[۲۷۸] یہ لفظ حل نہ ہو سکا، یقیناً کچھ اور ہوگا۔

[۲۷۹] مراد سابق ناظم ندوہ، مولانا حکیم سید عبد الحئی رائے بریلوی (صاحب "نزہۃ الخواطر" و "گل رعنا") ہیں۔ میں اس وقت تک ندوہ کی انتظامی کمیٹی کا ممبر نہ تھا۔

ہاں اسلم صاحب کی کتاب[۲۵] اُن کی تصنیف نہیں، محمد خضری کے خطبات تاریخ اسلامی (جامعہ مصریہ) کا ترجمہ ہے، اس لئے وہ بیچارہ اصل مجرم نہیں ہیں، میں نے آپ کا وہ خط بھی پڑھا جو مسلم عظیم آبادی کے نام آپ نے علی گڈھ لکھا تھا، جس میں بھی آپ کی یہی رائے درج تھی!

(۱۳۴)

دفتر دار المصنفین، اعظم گڈھ

محترمی السلام علیکم

ابھی آپ کی فہرست ذخیرہ خطوط میں مل گئی، آپ نے اخبارات کی ایجنسی کے بل کے ساتھ اُسی لفافہ میں اپنا نام کاٹ کر بھیجی تھی، اُس کو میں نے کھول کر دیکھا نہیں تھا، کہ آپ کا حرف نہیں، آج جواب دینے کے لئے لفافہ کھولا تو فہرست مل گئی، اور آج ہی اس کی تعمیل ہو گئی، اب فہرست بھیجنے کی ضرورت نہیں، والسلام

سید سلیمان ۲۲ر فروری ۲۳ء

حسب ہدایت تمام پیکٹ روانہ کردیئے گئے صرف مہاراجہ کشن پرشاد کا باقی ہے۔ دفتری کو جلد بندی کے لئے کتاب دیدی ہے۔ محمد ادریس (وارثی۔ سردفتر)

(۱۳۵)

دار المصنفین، اعظم گڈھ

جناب مستفتی صاحب! سلام علیک

لکھنؤ میں کئی روز بیمار رہا ضعف بہت ہوگیا تھا، لکھنؤ سے اعظم گڈھ گیا، دو دن وہاں رہا، مگر طبیعت کی افسردگی قائم رہی، مظفر پور آیا، اب جسمانی اور روحانی دونوں آرام

[۲۵] مراد ہیں مولوی حافظ محمد اسلم صاحب جیراج پوری، استاد جامعہ ملیہ، اور اُن کی کتاب "تاریخ الامت" مجھے اس کتاب میں اچھی خامی، اہانت صحابہ رسول نظر آئی تھی۔

ہیں، دو تین روز میں قافلۂ اہلبیت کے ساتھ اعظم گڈھ جاؤں گا۔ اب اپنے فتوی کا جواب لیجئے۔ [۱۹۲۷ء]

۱۔ قبروں کا پختہ بنوانا، ان پر گنبد تعمیر کرانا، احادیث میں ممنوع آیا ہے، روضۂ مدینہ منورہ یعنی قبر نبوی خام ہے، اس کے چاروں طرف دیوار اور گنبد سلاطین نے تعمیر کرایا ہے، جس کی ذمہ داری صحابۂ کرام اور خلفائے راشدین پر نہیں سلاطین نے یہ چار دیواری بنادی تو یہ میرے خیال میں اچھا کیا، ورنہ عقیدت مندی کی جو حالت ہے ہے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سجدہ گاہ بن جاتی، اور اس کی مٹی لوگ اٹھا اٹھا کر تبرکاً لے جاتے، اس حفاظت اور ممانعت کی غرض سے یہ کارروائی کی گئی۔ علاوہ ازیں دشمنانِ اسلام نے قبر نبوی کے ساتھ گستاخی کا ارادہ کیا، جیسا کہ سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں نصارائے صلیبین کا قصہ لکھا ہے اور سلطان صلاح الدین کا اس سے مطلع ہو کر قبر نبوی کے چاروں طرف حفاظتی حصار قائم کرنا بیان کیا ہے، مگر اس پر بھی اہلِ احتیاط علماء ان عمارات کو ناجائز سمجھتے ہیں اور حرمین محترمین کو اس قسم کی عمارتوں سے پاک دیکھنا چاہتے ہیں، جیسا کہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے متعلق مشہور ہے اس نے حجاز پر قبضہ پاکر اس کا ارادہ کیا تھا، لیکن سلاطین مصر و قسطنطنیہ نے اس کو بزورِ شمشیر اس سے باز رکھا۔

البتہ قبروں پر یادگاری پتھر یا علامت رکھنا جائز ہے، اور آنحضرت صلعم کے عمل سے یہ ثابت ہے۔

۲۔ جن جرائم پر حدودِ شرعی قرآن و حدیث میں مذکور ہیں، اس کے مخاطب اولوالامر ہیں کہ تنظیم قوت نفاذ انھیں کے ہاتھ میں ہے، اگر ہر شخص کو قانون اپنے ہاتھ میں لے لینے کا اختیار دیدیا جائے تو نظام امن اور ضابطۂ معاشرت برباد ہو جائے، لیکن اب سوال

۱۹۲۷ء میں اُس وقت گویا "نو مسلم" ہوں، الحاد سے نکل کر باقاعدہ مسلم ہوئے ابھی دو ہی تین سال گزرے ہیں، اس دور کے ابتدائی حصہ میں تو محض تصوف کا چسکا رہا۔ اب توجہ فقہ و حدیث کے مطالعہ کی طرف ہوئی ہے اور شرعی مسائل میں دینی رہنما سید صاحب کو قرار دیا ہے۔

یہ ہے کہ اگر اسلامی حکومت نہ ہو تو کیا چارۂ کار ہے؟ اس وقت مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اپنی اندرونی تنظیم کرکے اپنے لئے قضاۃ و حکام مقرر کریں، مگر صدیوں سے یہ حالت ہے کہ "مہذب قانون" اور "تمدن" کے نام سے عیسائی سلطنتوں نے حدودِ قرآنی کو بزور باطل کر رکھا ہے، یہاں تک کہ زبردستی کے معاہدات کے ذریعہ سے اسلامی حکومتوں کو بھی مجبور کر رکھا ہے، پھر جو ممالک براہ راست اُن کے ہاتھ میں ہیں وہ وہاں اُن کو کیونکر جاری ہونے دیں گے۔ زنائے محصن کی سزا رجم ہے، لیکن ہندوستان میں یہ سزا ممکن ہے، اس کے مرتکب قانون ہند میں قاتل قرار پاکر پھانسی پائیں گے، جب تک کفار کا یہ استیلاء ہے، ان حدود کا اجرا ناممکن ہے۔

۳۔ روزۂ نفل رکھ کر توڑنے سے کفارہ لازم نہیں آتا۔

معارف آپ کے حسب وعدہ مقالات کا منتظر ہے۔ والسلام

سید سلیمان ۱۶؍اپریل ۱۹۲۳ء

(۱۳۶)

دار المصنفین، اعظم گڈھ

محترم السلام علیکم

آخر عتاب تا کے؟ کرم! کہ مستحقِ کرامت گنہگار انند۔ مدت سے آپ نے سرفراز نہ فرمایا، خیال تھا کہ بانسہ شریف[۲۸۲] کے سفر سے واپس آکر یاد فرمائیں گے، اگر میں مجرم ہوں تو غریب معارف کا جرم کیا ہے، وہ آپ کے رشحاتِ قلم کا پیاسا ہے وعدہ تھا کہ مقالات میں کبھی کبھی آپ میری مدد فرمائیں گے، ایفائے عہد کی یاددہانی کرتا ہوں۔

۲۸۲؎ عرسوں میں حاضری اُس وقت میرے معمولات میں داخل تھی۔ اور پھر بانسہ (ضلع بارہ بنکی) کے سجادہ نشین سے تو قریب کی عزیز داری اور ذاتی محبت تھی۔ "بانسہ" کے ساتھ "شریف" کا اضافہ میرے اُس وقت کے مذاق طبیعت کے لحاظ سے ہے۔

ظفر صاحب[۲۸۳] کے مقدمۂ روسو کی نسبت کیا رائے ہے؟ "ادراچھوت" الفاظ کی "تندھی" کرنے کے متعلق کیا خیال ہے، ظفر صاحب کہتے ہیں کہ تنہا اس رسالہ کو کتاب بنا دوں، میں کہتا ہوں کہ مقالات روسو مکمل ہو۔

آج بہت دنوں پر یعنی اُن کی "زندگی کے انقلاب" کے بعد پہلی دفعہ اُن کے "شبستان عیش" میں خلل انداز ہونے جاتا ہوں، میری کم سخنی اور کوتہ قلمی کے وہ شہید ہیں۔

پیام امن کی طباعت شروع ہو گئی، مگر الجبت کی نکاسی مشکل معلوم ہوتی ہے، ہمدم میں اشتہار دیدوں خواجہ صاحب اگر اپنے رسالہ میں اس پر کچھ لکھیں تو کچھ توقع ہے۔

سید سلیمان ۶ر جون ۲۳ء

تین چار روز میں ہفتہ عشرہ کے لئے لکھنؤ کا قصد ہے، آپ تو نہ جائیں گے؟

(۱۳۷)

دفتر دارالمصنفین، اعظم گڈھ

محترم السلام علیکم

میں لکھنؤ پہنچا تو معلوم ہوا کہ آپ کل ہی گئے، افسوس ہوا۔ پیام امن کے ۵۰-۶۰ صفحے چھپ گئے ہیں، غازی صاحب ندوہ کی تعمیرات کے سلسلہ میں لکھنؤ ہیں۔

ندوہ کے انگریزی کورس کے متعلق آپ سے مشورہ چاہتا ہوں۔ اب تک وہاں اسکولی کتابیں داخل تھیں جو بیہودہ قصص گاؤ وخر پر مشتمل ہیں، اور ہمارے مقصد سے دور ہیں۔ میں حمایت اسلام کی ریڈرس جو اسلامی نظر سے لکھی گئی ہیں، داخل کی ہیں، لیکن آگے کے لئے کیا ہو، اسپرٹ آف اسلام، پریچنگ آف اسلام، ترجمہ قرآن وغیرہ ایسی چیزیں ہوں۔

اللہ اکبر! مجھ مور ضعیف کے کلبۂ احزاں کو دربار سلیمانی کا لقب عطا ہوتا ہے۔ میں تو جادۂ

---

[۲۸۳] خان بہادر، ظفر حسین خاں، مصنف "مقالہ روسو" و مقالہ نگار معارف۔ ان کا ذکر کئی بار آچکا ہے میرے بے تکلف دوستوں میں تھے اور نسبت اخلاص سید صاحب سے بھی قائم تھی۔ اُن کی شادی کو تھوڑا ہی زمانہ ہوا تھا۔

نیازمندی پر قائم رہوں گا، بحکم الذین امنوا ثم استقاموا۔

مقالہ مبارکہ کا انتظار کب تک رہے، "چلپی آفندی" کے فتوحات قلمی دیکھتا ہوں[۴۸۴]، میرے خیال میں بی سی رے برلے دے شاید صحیح نہیں، تمام دنیا ایک نقطۂ نظر پر جمع نہیں ہو سکتی، ولذالک خلقناھم پیش نظر رہے۔

سید سلیمان ۲۸ جولائی ۲۳ء

بحر المحبت پر معارف کے مطبوعات ہیں، اس پر لکھنے کا کچھ خیال نہ آیا، اب آپ نے یاد دلایا، نجیب کچھ لکھنا چاہتے ہیں۔

(۱۳۸)

دفتر دار المصنفین

کرم نامہ ابھی ملا، معارف میں وہ مقام دیکھا وہ یقیناً مسامحت ہے، لکھنا یوں تھا کہ غنیۃ الطالبین و فتوح الغیب شیخ جیلانی و عوارف سہروردی، عوارف چھوٹ گیا، آئندہ تصحیح کر دوں گا۔

کیا یہ ریویو معارف کے سلسلۂ مقالات کے کام آئے گا، آپ کی کتاب ۰۰ اصفحات سے آگے بڑھ گئی، خاصی چھپ رہی ہے۔

غازی صاحب ہنوز میدانِ غزا میں ہیں[۴۸۵]، والسلام

سید سلیمان ۹ جولائی ۲۳ء

---

[۴۸۴] "چلپی" کے فرضی نام اور "رفیہ افیہ" کے زیر عنوان، ماہنامہ الناظر میں میرے شذرات مستقل طور سے نکل رہے تھے۔ بی سی رے برلے بنگال کا مشہور سائنٹسٹ تھا، اس نے جامعہ ملیہ کے کانووکیشن ایڈریس میں بعض باتیں گو خلوص و دلسوزی سے ایسی کہہ دی تھیں جو حقیقۃً اسلامی نقطۂ نظر سے صحیح نہ تھیں، میں اپنے نو مسلمانہ جوش کے ساتھ اس غریب پر برس پڑا تھا۔ بعد کو مجھے خود اپنے بے محل جوش پر ندامت رہی۔ سید صاحب کی یہ لطیف تنبیہ حق بجانب تھی۔

[۴۸۵] یعنی مولوی مسعود علی صاحب ندوی تحریک خلافت و ترک موالات کے سلسلہ میں برابر دورہ پر ہیں۔

(۱۳۹)

دفتر دار المصنفین۔

محترم السلام علیکم

اگر کتاب اللمع کا ریویو معارف میں چھپ کر مجموعہ سلسلہ آصفیہ میں داخل ہو سکتا ہے تو فتوح الغیب کے ریویو کا معارف میں چھپنا، مجموعہ میں داخل ہونے میں مخل کیوں ہوگا۔[۴۸۵ الف]

سید ابراہیم ندوی سے میں صرف اسی قدر واقف ہوں کہ وہ ایک ذہین و ہوشمند طالب العلم تھے، اور حسب نسب میں سادات بریلی میں ہیں، اس سے زیادہ مجھے نہیں معلوم[۴۸۶]

پیام امن کے ۹، صفحے ہیں، ۱۱۶ صفحوں سے کچھ زیادہ چھپ گئے ہیں، شاید ایک ماہ اور لگے۔ اللہ اللہ! حفیظ صاحب[۴۸۷] کو آپ شدھ کر رہے ہیں، اُن کا اسلام، غلام محمد نومسلم فرنگی محل کے اسلام سے زیادہ قیمتی ہوگا۔ آپ کے معارف میں محبت الٰہی پر ایک مضمون ہے کاش آپ کو پسند آئے۔ مجمع البحرین دارا شکوہ کی نقل کاتب سے کتبخانہ ندوہ میں بیٹھ کر لی جا سکتی ہے۔

مولوی مسعود علی ایک ماہ بعد کل شب آئے سید سلیمان ۲۳؍ جولائی ۲۳ء

۱۵-۱۶ ذی الحجہ کو لکھنؤ کا قصد ہے۔

(۱۴۰)

دار المصنفین، اعظم گڈھ

محترم السلام علیکم

میرے نیاز نامہ کا جواب نہ ملا۔

---

۴۸۵ الف۔ یہ سارے تبصرے میری کتاب "تصوف اسلام" کے اجزاء تھے۔

۴۸۶۔ حیدرآباد میں ایک مخلص کے ہاں اُن کے رشتہ کا پیام آیا تھا۔ اس سلسلہ میں تحقیق حالات کے لئے رجوع سید صاحب کی طرف کیا گیا۔

۴۸۷۔ ڈاکٹر محمد حفیظ سید صاحب۔ میرے قدیمی کالجی ساتھی، سید صاحب کے بھی دوست۔ ان کی اسلامیت معرض بحث میں تھی۔ میں چاہتا تھا کہ پوری طرح باقاعدہ مسلمان بن جائیں۔

آپ کی کتاب چھپ کر تیار ہو گئی،[۸۸] ٹائٹل باقی ہے۔ ٹائٹل کی عبارت لکھ کر بھیج دیجئے فہرست یہاں بن جائے گی۔

آج میں اور مولوی مسعود علی صاحب لکھنؤ جا رہے ہیں، میں علیگڈھ رہ جاؤں گا اور غالباً ۱۹ تک رہوں گا۔ ۱۶ کو شروانی صاحب[۸۹] لکھنؤ آئے ہیں، مسعود علی صاحب علی گڈھ ہو کر جامعہ ملیہ ڈپوٹیشن کے ساتھ بمبئی جائیں گے حکیم صاحب کی معیت میں۔ کچھ ایسے اسباب ہو گئے ہیں جن کی بنا پر آپ کی دیرینہ آرزو، یعنی دار المصنفین کا انتقال مکانی ممکن ہو گیا ہے۔[۹۰] کاش آپ بھی اس درمیان میں آجاتے، بہت سی باتیں کرنی ہیں۔

سید سلیمان ۱۷ اگست ۲۳ء

(۱۴۱)

دار المصنفین، اعظم گڈھ

محترم السلام علیکم

مدت کے بعد یاد فرمایا، مشکور ہوں۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام بذریعہ ڈاک مرسل ہے۔ آج میں لکھنؤ جا رہا ہوں، ۸ تک تو یقینی رہوں گا۔ حفیظ صاحب کو تو آپ مسلمان بناتے تھے، کسی طرح کوئی شخص کلمۂ حق پر ایمان لائے، آپ فتوائے کیوں دیں، کسی نیت سے کوئی آستانۂ محمدی پر سر جھکاتا ہے، ہم کیوں دھکے دیں کہ اس کا دل کھوٹا ہے۔[۹۱]

---

[۸۸] "پیام امن" مراد ہو گی، جو اصلاً ایک انگریزی کتاب کا ترجمہ تھی، مگر میرے بہت کچھ اضافہ کے ساتھ۔

[۸۹] یعنی مولانا حبیب الرحمن خاں شروانی صدر یار جنگ

[۹۰] یعنی اعظم گڈھ سے لکھنؤ منتقلی۔

[۹۱] یہ صاحب ہم لوگوں کے ایک مخلص دوست تھے لیکن بعض بنیادی عقائد (مثلاً عقیدۂ رسالت) میں ہم سے بہت دور۔ مجھے ان کے ایک تازہ مضمون سے سخت شکایت پیدا ہو گئی تھی جس میں انھوں نے اپنے کو سیدھا سادہ محمدی مسلمان ظاہر کیا تھا، اور اس جھنجھلاہٹ میں ان پر ایک سخت طنزیہ، اعتراضی مضمون لکھ ڈالا۔ سید صاحب نے یہ سنجیدہ، عاقلانہ مشورہ اسی سلسلہ میں دیا ہے۔ جس سے بعد کو مجھے بھی اتفاق کرنا پڑا۔

آپ کے برادر معظم کی ترقی پر کس کو مبارکباد دوں[۴۹۲]۔

[۴۹۳] افاداتِ مہدی بہتر ہوتی اگر ہمارے ذریعہ سے نکل جاتی، نہیں معلوم انھوں نے فروخت کا کیا سامان کیا ہے؟

سید سلیمان   ۳؍دسمبر ۲۳ء

(۱۴۲)

دفتر دار المصنفین، اعظم گڈھ

محترم   السلام علیکم

نوازش نامہ ملا۔ میں تنہا آیا ہوں۔ مولوی مسعود علی صاحب ان دنوں الکشن کے جھگڑوں میں مبتلا ہیں، جن سے ۱۸ کو اُنھیں فرصت ملی ہوگی۔ ۱۰،۹ کو بنارس میں خلافت کانفرنس ہے، جس میں شوکت علی صاحب[۴۹۴] ہوں گے اُن سے اب ملنا نہیں ہوتا تو وہ ۹،۱۰ کو بنارس ہوں گے۔ اور اس کے بعد وہ گھر آئیں گے اور ۲۰ کو ندوہ کا جلسۂ انتظامیہ ہے، اُس میں شرکت کریں گے۔

میں آج شب کو بنارس جاتا ہوں، اور پھر ۱۸ تک اعظم گڈھ سے لکھنؤ بقصد شرکتِ جلسۂ انتظامیہ لوٹوں گا ان شاء اللہ اُس وقت حاضر خدمت ہو سکوں گا۔ مشکل یہ ہے کہ ایک ہی گاڑی ہے اور وقت دریاباد کا ۳ بجے شب کا ہوتا ہے، ہمت نہیں پڑتی۔ واپسی میں لکھنؤ سے صبح کی گاڑی کا وقت اچھا ہے، مگر ادھر کو کناڈا کا جھگڑا ہے[۴۹۵]،

---

[۴۹۲] بھائی صاحب تحصیلداری سے ڈپٹی کلکٹری پر فائز ہوئے ہیں۔

[۴۹۳] یعنی اہل خانہ مہدی حسن مرحوم

[۴۹۴] خلافت کے جلسوں اور کانفرنسوں کی بھرمار کا زمانہ تھا۔ مولوی مسعود علی بحیثیت ایک عملی کارکن کے ہر جلسہ میں پیش پیش، اور سید صاحب بھی اکثر جلسوں میں، کہیں صدر کہیں مقرر و خطیب

[۴۹۵] یہ میری اُس وقت کی بے تمیزی تھی کہ سید صاحب سے توقع ۳ بجے شب کو، اور وہ بھی دسمبر کی سردی میں اسٹیشن پر اُترنے کی کی تھی ــــ اُس سال کانگرس کا سالانہ اجلاس اسی دسمبر کے آخر میں مقام کوکناڈا (علاقۂ مدراس) میں تھا اور مولانا محمد علی اُس کے صدر تھے۔

جس کے لئے میرا ابھی تک قصد نہیں ہے۔ میرا اِس سال سے کانگرس سے کوئی سرکاری تعلق نہیں رہا۔[۴۹۶]

اس میں شک نہیں کہ یہ نفاق کفر سے بدتر ہے، مگر یہ خیال کرنا ہے کہ آنحضرت صلعم کو ایک ایک منافق کا نام ونشان معلوم تھا مگر آپ نے کبھی تعرض نہیں فرمایا۔[۴۹۷]

معارف کے سلسلۂ مضامین میں پیام امن[۴۹۸] پر بمبئی کرانیکل نے ریویو کیا ہے، آپ نے پڑھا۔ اب تک رسائل واخبارات میں اس پر ریویو نہیں نکلے، معارف میں تو عنقریب نکلے گا۔

آخر معارف کو آپ کب تک بھولے رہیں گے؟ تقصیر وار میں ہو سکتا ہوں، بیچارہ نہیں۔ الناظر میں "جو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی"[۴۹۹] میرے نزدیک تو یہ اعلانِ کفر اچھا نہیں، بے حیائی ہے۔ والسلام

سید سلیمان ندوی ۸؍ دسمبر ۲۳ء

(۱۴۳)

دارالمصنفین، اعظم گڈھ

محترم السلام علیکم

سیرت کا مسودہ ختم ہو گیا تھا، کاپیاں جہاں تک لکھی جا چکی تھیں، چھپ گئی تھیں، بیچ میں چند ابواب کی خلیج تھی، اُس کے پُر کرنے میں ایک ماہ صبح سے رات کے ۸ بجے تک مصروف رہا۔ پھر معارف کا مقالہ آگیا، آج دوپہر کو فرصت ہوئی، اس اثنا میں

۴۹۶ھ اس سال سید صاحب آل انڈیا کانگرس کمیٹی کے ممبر نہیں رہے تھے۔

۴۹۷ھ میں نے ایک صاحب کا نام لے کر لکھا تھا کہ مسلمان کہاں ہیں، پورے منافق ہیں۔ سید صاحب اس کے جواب میں کس حلم وشائستگی کی تعلیم دے رہے ہیں۔

۴۹۸ھ میری ایک تازہ کتاب کا نام۔ نیم تالیف، نیم ترجمہ

۴۹۹ھ الناظر میں تازہ حاجی مولوی ظفر الملک علوی کے ایک مضمون کا یہ عنوان تھا۔ مضمون شکایت آمیز مشاہدات حج سے لبریز تھا۔

سوا آپ کے اور بعض خانگی خطوط کے کسی کو کچھ نہیں لکھا[۵۰۰]۔ آج اس سُست کار کے پاس ایک ماہ کی ڈاک جمع ہے، اور سب سے پہلے ہجوم خطوط سے چھانٹ کر آپ کے نوازش ناموں کا جواب عرض کرنا۔ سید صاحب کے واقعہ پر ایک نوٹ لکھ دیا، مگر مجھے آپ کے کہنے پر اس مضمون کو پڑھنے سے معلوم ہوا کہ بعض کیرکٹر اس داستان کے واقعی ہیں۔ اور یہی غیظ و غضب کا باعث ہے۔

یاد آتا ہے کہ آپ نے کسی مہینہ کا معارف طلب کیا تھا، وہ خط بہت ڈھونڈا نہیں ملا، مطلع فرمائیے کہ کس مہینہ کا پرچہ مطلوب ہے۔

ترقی اُردو کا پچھلا پرچہ جس میں پروفیسر اقبال[۵۰۱] کا مضمون تھا، اگر آپ کے پاس ہو تو عنایت فرمائیے، ہمارے ہاں کا پرچہ کوئی صاحب سرقہ کر لے گئے۔ میں "فاضل ندوی" سے آپ کی مُراد نہیں سمجھا، یہ معما حل کیجئے۔

معارف کا فیصلہ آپ خود کیجئے، مگر مجھے تو حقیقت میں ایک اسسٹنٹ درکار ہے۔ میری حالت پر رحم کھا کر اس کا بندوبست کر دیجئے۔ بے ایک اسسٹنٹ کے میں آپ کی مجلس کا اب کام نہیں چلا سکتا، بے انتہا بار ہے[۵۰۲]۔

اس دفعہ معارف میں آپ کو مخاطب کیا ہے[۵۰۲ الف]۔ والسلام۔

از طرف مسعود سلام مسنون
سید سلیمان سنہ ۲۴ء

---

[۵۰۰] سید صاحب حقیقی معنی میں ایک طالب علم تھے، اور کام میں ان کے انہماک کی یہ مثال پہلی اور اکیلی نہیں۔

[۵۰۱] مراد نامور شاعر سر اقبال نہیں، بلکہ ان کے ایک ہم نام ہیں، وہ بھی لاہور میں پروفیسر تھے۔

[۵۰۲] اس میں مبالغہ ذرا بھی نہیں، سید صاحب پر واقعی کام کا بے حد بار تھا۔

[۵۰۲ الف] یہ یقیناً معارف ہی کے سلسلہ میں کیا ہوگا۔

(۱۴۴)

دار المصنفین، اعظم گڈھ

محترم   السلام علیکم

"تصوف اسلام" کا مسودہ پہنچا، دیکھا اس میں منطق الطیر اور لوائح کے بیچ میں کچھ کھائی معلوم ہوتی ہے، بیچ میں کسی کو لیجئے۔ مثنوی رومی تو ضخیم ہو جائے گی، فوائد الفوائد لے لیجئے، یا کوئی اور چیز، کیا اچھا ہو اگر القصد الی اللہ پر ریویو شروع میں اضافہ ہو جائے۔ [۳۰۳] ہاں خیال آیا قوت القلوب ابوطالب کی آپ نے دیکھی ہے؟ کیا ان مضامین میں سے کوئی معارف میں جگہ پا سکتا ہے۔

آپ نے انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے پہنچنے کی رسید نہیں لکھی۔ مولوی عبدالرزاق [۳۰۴] معارف میں کس قسم کی مدد دے سکتے ہیں؟ زیادہ سے زیادہ تراجم عربی کی، اور ان کی حاجت نہیں، آپ کیا اسکیم رکھتے ہیں؟ فرمائیے۔

ایک "سید" کے گھر میں یکے از "بنات فاطمہ" [۳۰۵] کا اضافہ ہوا ہے۔ والسلام

سید سلیمان ۳۰ جنوری ۲۴ء

(۱۴۵)

دار المصنفین، اعظم گڈھ

مکرم   السلام علیکم

رسالہ اردو مجلد پہنچا، شکریہ!

---

[۳۰۳] سید صاحب کے اس مفید و صائب مشورہ پر عمل کیا گیا

[۳۰۴] یہ وہی مولوی عبدالرزاق خاں ملیح آبادی ہیں، جنہوں نے آگے چل کر میری اور سید صاحب کی مخالفت میں کمال حاصل کیا، اس وقت تک ہم دونوں سے تعلقات خوردانہ رکھتے تھے۔ میں نے انھیں کی سفارش معارف کے لئے کی تھی۔

[۳۰۵] یہ غالباً وہی صاحبزادی ہیں، جو آگے چل کر سید صاحب کے بھتیجے سید ابو عاصم ایڈوکیٹ کے عقد میں آئیں۔

باقی شکایات میرے گزشتہ کارڈ سے رفع ہو گئے ہوں گے۔ آج الناظر آیا، مضمون پڑھا، میرا شذرہ بھی ملاحظہ سے گزرا ہو گا۔

"برادران"[۵۰۶] ۲۳ر جنوری کو آئیں گے۔ اب آپ اپنی تاریخ متعین کیجئے، کچھ انتظامی مشورے بھی ہیں۔ والسلام

سید سلیمان ۳ر فروری سنہ ۲۴ء

(۱۴۶)

مظفر پور، شفیع منزل۔

محترم السلام علیکم

۳ر فروری سے میرا پرانا شغل یعنی تیمارداری شروع ہو گیا ہے، ایک ماہ سے نئی اہلیہ بخار میں مبتلا ہیں۔ اسی سے جواب میں عادت سے زیادہ تاخیر ہو گئی۔ کتبخانہ بانکی پور کی فہرست کی تین جلدیں، حدیث، تاریخ ہند، اور عام تاریخ کی موجود ہیں، گورنمنٹ ہر تازہ جلد بھیجتی رہتی ہے۔ جو فہرستیں نہیں ہیں، آپ اُن کا بنام دارالمصنفین آرڈر دے دیجئے۔

عمر خیام کا جواب آپ نے پسند فرمایا؟

سیرۃ قرآن سے اخذ کرنا اچھا خیال ہے[۵۰۷]۔ سب سے پہلے ڈاکٹر عبدالرحیم صاحب نے مجھ سے کہا تھا کہ اُن کی فرمائش سے مولانا عبداللہ صاحب غازی پوری نے ایسا رسالہ لکھا تھا[۵۰۸]، پھر مولوی ابوالکلام صاحب نے تذکرہ میں یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ انھوں نے بھی

۵۰۶ء مراد علی برادران" مولانا شوکت علی و مولانا محمد علی ہیں۔ تحریک خلافت کا زور اِس وقت ہلکا ہو چکا تھا، پھر بھی اچھا خاصہ قائم تھا۔

۵۰۷ء مراد قرآنی سیرۃ نبوی ہے۔ مجھے اس کا خیال اسی وقت پیدا ہو چکا تھا۔ بلکہ قرآن مجید کی بہت سی آیات، مختلف عنوانوں کے تحت، اُسی وقت نوٹ بھی کر لی تھیں۔

۵۰۸ء ڈاکٹر عبدالرحیم غازی پوری مرحوم لکھنؤ کے ایک نامور ڈاکٹر تھے، امراض چشم کے ماہر خصوصی مسلکاً اہل حدیث۔ مولانا عبداللہ غازی پوری مرحوم ایک مشہور اہل حدیث عالم تھے۔

اِس طرز کا رسالہ لکھا ہے، شاید عالم شال میں زیر طبع ہو۔

مجھے بھی اس کا خیال آتا رہا، آپ کا رسالہ تصوف لکھنے کو دیدیا گیا، اور آپ کی بھیجی ہوئی بعد کی تحریر رسالہ قشیریہ پر شامل کر دی گئی، امام قشیری کا حال طبقات کبریٰ سبکی میں تفصیل ہے۔ والسلام

سید سلیمان ۲۰ مارچ ۲۴ء

(۱۴۷)

دار المصنفین، اعظم گڈھ

محترم السلام علیکم

میں ۳ اپریل کو یہاں پہنچا۔ آپ کو غلط فہمی ہوئی، سیدہ بیمار نہیں، البتہ بیمار تھیں[ف۵۰۹] اور نومولود لڑکی شمیمہ بیمار تھی اب سب اچھے ہو رہے ہیں۔ اسی تقریب سے عرض ہے کہ عزیزی سیدہ کی تقریب نکاح ۹ شوال کو ہے، کیا اچھا ہو اگر آپ کی شرکت کی سرفرازی حاصل ہو، اسی سلسلہ میں پٹنہ لائبریری کی بھی سیر ہو سکتی ہے، اور ہاں ۵ شوال کو حضرت مخدوم الملک شرف الدین یحییٰ منیری کا عرس بھی بہار میں ہوتا ہے[ف۵۱۰]۔ آپ کی تکلیف سفر کا خیال کر کے ڈر ڈر کے لکھ رہا ہوں ورنہ جذبات طلب پُرزور ہیں۔

عبد الباری صاحب کو بھی دعوت دینا ہے۔

ابن رشد مرسل ہے۔ عمر خیام کے مضمون کی غیر معمولی قدر دانی ہو رہی ہے، خود پروفیسر اقبال نے اقبال کیا ہے۔ ابن رشد کے نسخے مولوی عبد الباری صاحب، مفتی یوسف صاحب، مولوی ادریس صاحب کے نام بھیج دیئے ہیں، معین الدین صاحب کے

ف۵۰۹ یہ غلط فہمی طرفین سے ہوئی۔ میں نے "سیدہ" بہ معنی سیدانی لکھا تھا، یعنی سید صاحب کی زوجۂ محترمہ۔ اتفاق سے سید صاحب کی بڑی صاحبزادی کا نام بھی "سیدہ" نکلا۔ سید صاحب کا ذہن انھیں کی طرف منتقل ہوا۔

ف۵۱۰ بانکی پور لائبریری کی تشویق تو ظاہر ہے۔ اُس دور میں عرسوں میں بھی بڑے شوق سے شریک ہوتا تھا۔

نام بھیجا رہ گیا ہے۔ میں ۲۰ ر رمضان تک ایک ماہ کے لئے وطن جاؤں گا۔ والسلام

سید سلیمان   ۴ ر رمضان المبارک ۱۳۴۲ھ

۱۱ ر اپریل ۲۴ء

(۱۴۸)

دار المصنفین، اعظم گڈھ

محترم   السلام علیکم

میں قصہ کوتاہ کرنے کے لئے، تمام الزامات کو خوشی سے قبول کرتا ہوں لیکن

بر من منگر بر کرمِ خویش نگر[۵۱۱]

ہاں ظاہر ہے اس صورت میں آپ سفر کیونکر کر سکتے ہیں، ممتاز میاں[۵۱۲] کا اصرار بجا ہے۔

میں آج وطن جاتا ہوں، پتہ یہ ہے (دلیسنہ ڈاکخانہ استھانواں ضلع پٹنہ)

پروفیسر نکلسن کا مضمون مئی میں دے دیا ہے۔

مولوی عبدالرزاق کو آپ نے جواب نہایت مسکت دیا، مگر یہ آپ کو ماننا پڑے گا کہ مولوی ابوالکلام کا قصور اگر یہ ہے کہ "سکوت در موقع تکلم" تو محمد علی صاحب کا یہ جرم بھی عیاں ہے کہ "تکلم در موقع سکوت"[۵۱۳]

یہ آپ کو فرنگی محل کے شیخ الکل کی کیا پڑی ہے؟[۵۱۴]   سید سلیمان

(۲۰ ر رمضان ۱۳۴۲ھ ۲۵ ر اپریل ۲۴ء)

۵۱۱ھ اب بالکل یاد نہیں پڑتا کہ کس قسم کے گلے شکوے اس وقت سید صاحب سے تھے۔

۵۱۲ھ سید ممتاز احمد رزاقی مرحوم میرے عزیز قریب اور مخلص تھے، اور درگاہ بانسہ کے سجادہ نشین۔ اُن کی صاحبزادی کا عقد بھی عین شروع شوال میں ہونے والا تھا۔ نوشہ بھی میرا عزیز قریب تھا اور عقد کے لئے اس کا انتخاب میری ہی تجویز پر ہوا تھا۔

۵۱۳ھ دونوں لیڈروں کے درمیان اختلافات اس وقت پبلک میں آ چکے تھے۔

دار المصنفین، اعظم گڈھ

مخدومی السلام علیکم

جون ۲۴ء سے رفقائے دار المصنفین میں دو نئے رفیقوں کے اضافہ کی تجویز ہے، نجیب اشرف صاحب، ابوالحسنات صاحب، ابوالجلال صاحب، پہلے تھے اور اب ریاست علی اور معین الدین[۵۱۵] دو صاحبوں کا اور انتخاب کیا گیا ہے، یہ دونوں اس سال مولوی عبدالرحمان نگرامی[۵۱۶] کے زیرِ نگرانی خاص دار المصنفین کے لئے تیار کیے گئے ہیں اور گرانی کے باعث سے سو روپے ماہوار وظیفہ دینا مناسب ہوگا، بایں شرط کہ آئندہ سال کوئی ترقی نہ دی جائے گی۔

امید ہے کہ آپ بحیثیت رکن کار کن منظوری عطا فرمائیں گے۔ مشین کے لئے انجن آگیا ہے اور نصب ہو رہا ہے۔ اطلاعاً گزارش ہے۔

سید سلیمان ناظم دار المصنفین[۵۱۷]

مکرمی السلام علیکم

ایک عشرہ ہوا کہ وطن سے واپس آیا ہوں، "الناظر" میں "ناظر" کے تبصرے نہایت

۵۱۴ھ میرا کوئی تعریضی مضمون مولانا عبدالباری فرنگی محلی سے متعلق غالباً الناظر (لکھنؤ) میں نکلا ہے۔ سید صاحب کو یہ روش پسند نہ آئی۔ اُن کی ناپسندیدگی حق بجانب تھی اور ان کی سلامت روی کی ایک مستقل دلیل۔

۵۱۵ھ مُراد ہیں سید ریاست علی ندوی بہاری، موجودہ ناظم ادارہ تحقیقات علمی (پٹنہ) اور مولوی شاہ معین الدین احمد ندوی ردولوی۔ موجودہ ایڈیٹر معارف و ناظم علمی دار المصنفین۔

۵۱۶ھ استاذ ندوہ، متوفی ۱۹۲۶ء

۵۱۷ھ یہ دو خط الگ الگ نہیں ہیں۔ ایک ہی خط کے دو حصے ہیں۔ یہاں تک کی عبارت ناظم دار المصنفین کی، ایک رکن مجلس کار کن کے نام تھی۔ اب آگے کا حصہ سید صاحب کا نجی خط ہے۔

دلچسپ ہیں۔[۵۱۸] سود کی ہنگامہ آرائیوں میں اس دفعہ معارف بھی کودا ہے[۵۱۹]، ایک ہفتہ کے اندر لکھنؤ کا قصد ہے۔

"چلبی صاحب" انگورہ نہ سہی تو قونیہ تو چلیں لطف سفر آئے گا۔[۵۲۰]

سید سلیمان ۲۱ر جون ۲۴ء

(۱۵۰)

دارالمصنفین، اعظم گڈھ

محترم السلام علیکم

"صبح کا بھولا مسافر اگر شام کو واپس آجائے تو اُس کو بھولا نہ کہنا چاہیئے"۔

کیا مطلع فرمائیں گے کہ "تصوف اسلام" کا کون سا باب ابھی غیر مطبوع ہے، یعنی رسالوں میں شائع نہیں ہوا ہے تاکہ معارف اُس سے فائدہ اُٹھائے۔

صاحبزادہ صاحب کے قبرستان پر تو غصہ آپ نے اُتارا[۵۲۱] یہ نہیں سنا آپ نے کہ جاز پر

۵۱۸ء ادارہ الناظر (لکھنؤ) میں کتابوں پر تنقید و تبصرہ میں "ناظر" کے نام سے کیا کرتا تھا

۵۱۹ء سید طفیل احمد (علیگ)، ایک سادہ دل مسلمان، خواہ مخواہ مسلمانوں میں ترویج سود کے علمبردار بن گئے تھے، اور "جواز سود" وغیرہ کے نام سے کئی رسالے لکھ ڈالے تھے۔ میں نے اُن کے رد میں اب مسلسل لکھنا شروع کردیا تھا۔ آخر معارف نے بھی میرا ساتھ دیا۔

۵۲۰ء "ناظر" کے علاوہ میرا دوسرا قلمی نام اُس وقت "چلبی" تھا۔ "الناظر" میں ادارتی شذرے، "فیہ ما فیہ" کے عنوان سے اسی نام سے لکھا کرتا تھا۔ سید صاحب عنقریب ایک وفد خلافت کے رکن کی حیثیت سے سفر حجاز و ترکیہ پر روانہ ہونے والے تھے۔ قونیہ میں حضرت مولانا رومیؒ کا مزار ہے اس کا واسطہ دلاکر مجھے ساتھ لے چلنا چاہتے تھے۔

۵۲۱ء صاحبزادہ آفتاب احمد خاں، وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علیگڈھ واقعی ایک مذہبی شخصیت کے آدمی تھے لیکن اپنے کسی مضمون میں غریب نے یہ لکھ دیا تھا کہ ہمارے قبرستان بہت ویران، گندے وحشت افزا حالت میں رہتے ہیں، انگریزوں کے قبرستان کی طرح صاف ستھرے اور پُررونق نہیں ہوتے۔ اس پر میں نے الناظر میں بیچارہ کو بُری طرح آڑے ہاتھوں لیا تھا (اور اُس زمانہ میں یہ کیا ہی کرتا تھا) سید صاحب نے خوب کیا کہ اس موقع پر اُن کی زندگی کا ایک روشن پہلو یاد دلا دیا۔

صاحبزادہ کو یہ قابل فخر عزت حاصل ہوئی کہ عید کی نماز کی اذان اُنھوں نے دی!

"صحابیات"[۵۲۲] کا نسخہ جو آپ کے پاس ہے براہ مہربانی اُس کو چند روز کے لئے مرحمت فرمائیے، کچھ اُس پر لکھنا ہے، آجکل مولوی طفیل احمد صاحب[۵۲۳] سے بنک کی مراسلت جاری ہے، مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ وہ بالکلیہ سود کو جائز کرنا چاہتے ہیں، سوائے اس صورت کے جو جاہلیت میں تھی اور اب کہیں نہیں، یورپ کی تباہی کے اسباب پر اُن کے مضمون کا جواب ضرور ہونا چاہیئے۔ والسلام

سید سلیمان ۱۰؍ستمبر ۴۲ء

(۱۵۱)

دارالمصنفین، اعظم گڈھ

صدیق محترم السلام علیکم

آپ کے کئی نوازش نامے ملے، میں بیمار تھا، ابھی اچھا ہی ہوا تھا کہ دہلی کی اتحاد کانفرنس کے پے درپے بلاوے نے سفر پر مجبور کیا، تین روز رہا، لکھنؤ آیا کہ ندوہ کا جلسہ انتظامیہ تھا۔ ابتک سلسلۂ علالت قائم ہے۔

مشرقی صاحب کا جواب لکھوں گا، سورتی صاحب کو بھی بخشوں گا نہیں۔[۵۲۴]

لا رھبانیۃ فی الاسلام حدیث نہیں۔ اسی معنی میں بالفاظ دگر یہ حدیث ابوداؤد میں ہے لا صیرورۃ فی الاسلام۔

آپ کے پاس کنزالعمال ہے یا نہیں۔ احادیث کا یہ بڑا خزانہ ہے، مطبع دائرۃ المعارف کی کتاب ہے۔ طفیل احمد صاحب کو میں نے لکھا تھا کہ آخر آپ سود

---

۵۲۲ مصنفہ نیاز فتحپوری

۵۲۳ وہی صاحب "جوازِ سود"

۵۲۴ مراد ہیں عنایت اللہ مشرقی، صاحب "تذکرہ" جو بعد کو خاکسار کے لیڈر ہوئے۔ اور سورتی سے مراد ہیں مولانا محمد سورتی، استاد جامعہ ملیہ، مشہور اہلحدیث اور فاضل لغت۔

کس کو کہتے ہیں، اور گرانی شرح سود کا معیار کیا ہوگا؟ اس کا جواب ان سے بن نہیں پڑتا
مولوی عباری صاحب[۵۲۵] ازدواجی قید سے سخت نالاں ہیں، باعث نہیں کھلتا۔

سید سلیمان ۲۴/ اکتوبر ۲۸ء

(۱۵۲)

دار المصنفین، اعظم گڑھ

محترم السلام علیکم

بار بار بخار آجاتا ہے، بالکل وہی کیفیت ہے جو کسی زمانہ میں عباری صاحب کی تھی، ڈاکٹر کہتے ہیں ملیریا ہے، حکیم صاحب فرماتے ہیں جگر میں حرارت ہے، واقعہ اور حقیقت خدا معلوم!

یاد آتا ہے کہ اس قسم کا فتویٰ پہلے بھی آیا تھا اور جواب بھی دیا تھا۔[۵۲۶]

مراد آباد کا زمانہ تو ایک مہینہ پیچھے ہٹ گیا،[۵۲۷] اب مجنون وار لیلائے نجد کا شوق ہے[۵۲۸] بنگال کے لوگوں میں،[۵۲۹]

مولوی اکرم خاں صاحب اڈیٹر محمدی لوور سرکلر روڈ کلکتہ

مولوی محمد اسحاق صاحب بردوانی ڈھاکہ یونیورسٹی، ڈھاکہ

تذکرہ[۵۳۰] پر لکھنا اس لئے مشکل ہے کہ وہ بقدر طول نویس ہے کہ اس کی عبارتوں کو نقل

۵۲۵ء مراد ہیں وہی مولوی عبدالباری صاحب ندوی، جن کا نام ہم بے تکلف دوستوں کی زبان پر "عباری" تھا۔

۵۲۶ء اب خوب خیال نہیں پڑتا، کہ یہ فتویٰ کس مسئلہ سے متعلق تھا، عجب نہیں کہ مراسم محرم وتعزیہ داری سے متعلق

۵۲۷ء غالباً یہ اشارہ جمعیۃ العلماء کے اجلاس سالانہ سے متعلق ہے

۵۲۸ء خلافت کمیٹی اپنا ایک وفد والیٔ نجد سلطان عبدالعزیز ابن سعود کی خدمت میں بھیج رہی تھی، جن کا لشکر والیٔ حجاز، شریف مکہ پر برابر فتح حاصل کرتا جا رہا تھا۔ اور بالآخر وہی مملکت حجاز پر قابض ہو گیا۔

۵۲۹ء خدا معلوم یہ نام کس سلسلہ میں تحریر فرمائے گئے ہیں۔

۵۳۰ء مراد عنایت اللہ مشرقی کی فتنہ انگیز کتاب "تذکرہ" ہے۔

کرنا طول عمل ہے تاہم دیکھئے۔ ہمدرد و کامریڈ دیکھا؟ ہمدرد کی دعا بہت پسند آئی۔[۵۳۱]

فرمائیے کب تک تشریف لاتے ہیں، عباری صاحب تو آپ پر حوالہ کرتے ہیں۔

مولوی عبدالسلام ایک ضرورت سے بنارس گئے ہیں، اس لئے ان کے دستخط نہیں۔[۵۳۲]

والسلام

سید سلیمان   ۱۱ر نومبر ۲۴ء

(۱۵۳)

خلیج عدن[۵۳۳]

۲۷ر دسمبر ۲۴ء

صدیق محترم   دام کرمہ

السلام علیکم۔ افسوس ہے کہ چلتے وقت نہ آپ سے ملاقات ہو سکی اور نہ آپ کو کوئی خط لکھ سکا، سبب یہ ہے کہ آپ کا پتہ معلوم نہ تھا، خبر نہ تھی کہ آپ کہاں ہیں؟

ہمارا جہاز ۱۷ر کو چلا، ۶ دن بعد مکلا میں لنگر انداز ہوا جو حضرموت کا سب سے بڑا سمندر ہے، بمبئی اور مکلا میں بھی ثابت ہوا کہ شریف صاحب کی طرف سے بڑا پروپگنڈا ہو رہا ہے کہ ہر شخص جس قدر مبالغہ کر سکتا ہے وہ کر کے طائف کے واقعہ کو بیان کرے اور شریف کے ہشت سالہ مظالم کو فراموش کرانے کی کوشش کرے، مکلا میں وظیفہ خواران و منصب داران شریف میں سے چالیس پچاس آدمی مقیم ہیں، اُن سب کا یک وقت دھاوا ہوا اور گرما گرم گفتگو ہوئی ان میں سب سے زیادہ لسان القبلہ کا اڈیٹر ہے۔

---

۵۳۱ کامریڈ و ہمدرد، ۱۹۰۹ سال بند رہنے کے بعد اب دہلی سے از سرنو نکلنے شروع ہوئے ہیں۔ ہمدرد میں افتتاحی دعا خود مولانا محمد علی کے قلم کی تھی اور حسب معمول بڑی مؤثر

۵۳۲ اسی فتویٰ پر جس کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ سید صاحب فتویٰ بہت کم لکھتے۔ لیکن آخر کبھی تو لکھتے اور تائیدی دستخط مولوی عبدالسلام صاحب سے کرا لیا کرتے۔

۵۳۳ سید صاحب اب اسی وفد خلافت پر روانہ ہو چکے ہیں۔

اللہ اکبر! اس سفر سے ایمان سلامت آئے تو ہزار دولت پائی، ورنہ ابھی سے جو نمونے نگاہوں کے سامنے گزر رہے ہیں وہ ظفر الملک صاحب کا "ہمقلم" نہ سہی تو "ہمزبان" تو ضرور ہی بنا دیں گے۔[۵۳۴] حجاز میں تو گویا خالص عرب رہے ہی نہیں۔ اب تک اہل مکہ و ارباب شرف و منصب میں سے جن کی نسبت تحقیق کی وہ سب باہر کے آدمی ثابت ہوئے، بادیہ نشین جو اصلی باشندے ہیں وہ مبتلائے جہل اور شکم سیری کے لئے مصروف قتل و نہب۔ اور یہ شکم سیری سب باہر کے اخلاط فاسدہ! ۲ بجے عدن کا انتظار ہے۔

پتہ: معرفت پوسٹ ماسٹر برٹش پوسٹ آفس والسلام

جدہ سید سلیمان

مکرر سلام ماجد[۵۳۵]

(۱۵۲)

دار المصنفین، اعظم گڈھ

محترم دام کرمہٗ

السلام علیکم کل سفر در حضر یا حضر در سفر سے واپس آیا ہوں۔ آپ کا ملفوف رقعہ ملا، ابھی تک جم کر کہیں بیٹھا نہیں۔ واپس آکر کل دو تین روز اعظم گڈھ ٹھہرا تھا، پھر رمضان بھر وطن رہا، اور اس طرح رہا کہ دین و دنیا سے بے خبر، اس کے یہ معنی نہیں کہ امسال روزہ و تراویح و تلاوت سے محروم رہا۔

سیج پر اظہار خیال کروں گا، آج صبح اٹھا کر پورے فائل پر ایک نظر ڈالی، اب تک تو سیج پڑھیئے تو دیکھا بھی نہ تھا۔[۵۳۶]

ایک صاحب نے مذہب کے متعلق چند سوالات کئے ہیں، کہئے تو آپ کے پاس جواب کے لئے

۵۳۴؎ ظفر الملک صاحب ایڈیٹر الناظر ایک سال قبل جب سفر حج کو گئے تھے تو وہاں کے حالات سے سخت ناخوش واپس ہوئے تھے۔

۵۳۵؎ یہ میرے ہمنام مولانا شاہ عبد الماجد قادری بدایونی بھی اس وفد کے ایک رکن تھے۔

بھیج دوں۔ اصول یہ مقرر کیا تھا کہ مطبوعات معارف پر ریویو نہ کروں اور آپ کو بھی اپنے ہی میں سمجھا تھا، اس لئے ریویو نہیں لکھا...... خیر[۵۳۷]...... عنقریب آپ ریویو پڑھیں گے۔

یہاں آکر مولوی عبدالباری صاحب کے گھر کا حادثہ معلوم ہوا[۵۳۸]، انا للہ، معلوم نہیں وہ کس رنگ میں اس کو دیکھتے ہیں، ابھی تک تعزیت نہیں لکھی، والسلام

سید سلیمان ۲؍شوال ۴۳ھ (شروع مئی ۲۵ء)

(۱۵۵)

دار المصنفین، اعظم گڈھ

بر من منگر، بر کرمِ خویش نگر[۵۳۹]

عصیاں کار

سلیمان ۲۰؍مئی ۲۵ء

(۱۵۶)

دار المصنفین، اعظم گڈھ

محب محترم السلام علیکم

مجھے تو ڈر تھا کہ آپ پسند بھی کریں گے یا نہیں، الحمد للہ کہ آپ نے ناپسند نہیں کیا، خندرات مئی کی قدر افزائی کا شکریہ یہ خیالات تو میں نے کئی دفعہ ادا کئے ہیں، آج سے آٹھ سال

---

[۵۳۶] سچ لکھنؤ سے جنوری ۲۵ء سے ہفتہ وار نکلنا شروع ہوا تھا۔ ابتداءً ایڈیٹر مولوی ظفر الملک علوی (الناظر والے) تھے اور میں اور مولانا عبدالرحمٰن ندوی نگرامی مرحوم شریک ادارت تھے۔ جولائی ۲۵ء سے جب علوی صاحب کو اس کے چلانے میں دقتیں محسوس ہوئیں، تو ذمہ دار میں خود بن گیا۔ معارف میں کوئی ریویو سچ پر اب تک نہیں نکلا تھا۔

[۵۳۷] یہاں دو لفظ پڑھے نہ گئے۔

[۵۳۸] مولوی عبدالباری صاحب ندوی کی پہلی بیوی کا انتقال ہو گیا ہے۔

[۵۳۹] خدا معلوم کیا صورت پیش آگئی تھی کہ میں کچھ عرصہ تک سید صاحب سے مراسلت نہ کر سکا تھا، اس پر اس تواضع مجسم نے صرف یہ مصرعہ کارڈ پر لکھ کر بھیج دیا!

پہلے ایک دفعہ طویل شذرہ لکھا تھا، اس کو اب پھر چھاپ دینے کا ارادہ یعنی اعادۂ طبع کا ارادہ رکھتا ہوں۔[۵۴۰]

انگریزی کے نصاب کا معاملہ رہ گیا، عارضی ناظم ندوہ اب منشی احتشام علی صاحب ہوئے ہیں، انھوں نے جدید نصاب روک دیا اور قدیم کو جاری کر دیا ہے۔ اب ایک نئی جنگ کا آغاز ہے[۵۴۱]، اس لئے میں آج لکھنؤ جا رہا ہوں، ندوہ میں قیام ہوگا، ۲۱۰ تک رہوں گا، آپ نے آنے پر آمادگی ظاہر کی تھی، کب تک وہ خیال قوت سے فعل میں آئے گا۔ والسلام

سید سلیمان ۱۵؍ جون ۲۵ء

ہند و مسلم اتحاد کی نسبت جس پرچہ[۵۴۲] میں آپ نے لکھا ہے، میں نے نہیں دیکھا، وہ نمبر ایک صاحب لے گئے اب تک واپس نہیں لائے ہیں، دیکھوں تو کچھ سطریں حاضر کروں، آخر جون اور جولائی بہار کے دورہ میں گزرے گا، کچھ ملے تو بات ہے[۵۴۲ الف]۔ والسلام

سید سلیمان

(۱۵۷)

دار المصنفین، اعظم گڈھ

حبیب محترم السلام علیکم

امید ہے کہ آپ سفر سے واپس آ گئے ہوں گے، جواب خط کے لئے آپ کی واپسی کا منتظر تھا۔ مثنوی کا نکلسن اڈیشن بمبئی میں کہاں ملے گا، آپ نے آرڈر دینے کے لئے پتہ نہیں لکھا۔

۵۴۰؎ مئی کے ان شذرات کا تعلق مسلمانوں کی تنظیم اور عددی قلت و کثرت سے تھا۔

۵۴۱؎ منشی احتشام علی صاحب علوی کاکوروی ندوہ کے پرانے معتمد مال اور ایک خصوصی کارکن تھے لیکن مسائل و طریق کار میں اُن کی رائے مولانا شبلی سے مختلف رہا کرتی تھی اور یہی صورت اب سید صاحب کے ساتھ تھی۔ ۵۴۲؎ مراد سچ کا پرچہ ہے صدق کا نقش اول

۵۴۲؎ الف۔ یعنی ندوہ کے لئے چندہ

"مولانا" الطاف الرحمٰن صاحب جب سے ایک تفسیر کے نام پڑ گئے ہیں، بڑی چیز ہو گئے ہیں،[۵۴۳] انکی سچ کے شذرات میں غالبًا آپ کا اشارہ اُنھیں کی طرف ہے۔ مولانا عبدالباری صاحب کی طرف سے ابتک دو تین دفعہ "ندوی" پر حملے ہو چکے ہیں، مگر میں نے اب تک خموشی برتی۔ آپ کے خط کے بعد ایک "مضمون" مزارات و موالد" پر زمیندار میں لکھا، اور اس کے آخر میں مولانا کی طرف اشارہ کیا ہے، دوسرا مضمون ہمدرد میں گیا ہے،[۵۴۴] معارف میں کبھی کچھ نکلے گا۔

۲۴ر اگست کے ہمدرد کے مقالہ کو میں نے پھر پڑھا، مگر میرا خیال آپ کی طرف نہیں گیا تھا، دوبارہ پڑھا تو تمہید کچھ آپ کے رنگ کی تھی[۵۴۴ الف]۔

الطاف الرحمٰن صاحب نے جو پوسٹر شائع کیا ہے، کیا اُس کا نسخہ مجھے عنایت ہو سکتا ہے۔ سچ کے متعلق آپ کیا کر رہے ہیں؟ یہ تجویز کیسی ہے کہ سچ کا قبلہ مغرب کے بجائے مشرق ہو جائے، یعنی لکھنؤ کے بجائے اعظم گڈھ سے نکلے، ہر پہلو پر غور کر لیجئے، مولوی مسعود علی صاحب سے مشورہ کر لیجئے۔ غوثو میاں[۵۴۵] کو آپ نے دہلی بھیج دیا، وہ

---

[۵۴۳] میں نے سچ میں کچھ خبریں تعزیہ داری اور دوسری بدعات محرم کے خلاف لکھی تھیں۔ بس اس پر ایک آگ سی لگ گئی تھی۔ اور خود فرنگی محل دوسروں کی آڑ میں، ان لغویات کی حمایت پر آمادہ ہو گیا تھا۔ بڑے گاؤں کے شیخ محمد الطاف الرحمٰن قدوائی جو مولانا عبدالباری فرنگی محلی کے رفیق خصوصی تھے، اس حمایت باطل میں پیش پیش تھے۔ مولانا نے اپنی اُردو تفسیر کا نام بھی "الطاف الرحمٰن" رکھا تھا۔

[۵۴۴] اِدھر سرزمین حجاز پر شریفی سعودی نزاع زوروں پر تھی، اُدھر خود ہندوستان کا مسلم پریس، اہل سنت و اہل بدعت کے دو مستقل کیمپوں میں تبدیل ہو گیا تھا۔ دہلی کا مشہور روزنامہ ہمدرد، اور لاہور کا مقبول عام نامہ زمیندار، یہ دونوں اہل سنت کے علمبردار تھے اور اہل بدعت کو بڑی شہ فرنگی محل سے مل رہی تھی۔

مولانا عبدالباری صاحب سے یہاں فرنگی محلی مُراد ہیں نہ کہ ندوی۔

[۵۴۴ الف] ہمدرد میں میرے مضمون کبھی کبھی بطور مقالۂ ادارتی بھی نکلتے تھے۔

[۵۴۵] میرے ایک عزیز کا نام ہے۔

وہاں کے حالات سے گھبرا رہے ہیں، مولانا محمد علی کے ہاں کا انتظام کبھی درست ہو ہی نہیں سکتا۔ سعید انصاری مترجم کو طلعہ ر دیئے ہیں تو غوثو میاں کو وہ کیا دیں گے؟ دوسری طرف حاتم شاہیاں ہیں۔

مولوی مسعود علی صاحب کل یا پرسوں یہاں پہنچ جائیں گے۔ والسلام

سید سلیمان ۲ ستمبر ۲۵ء

(۱۵۸)

دار المصنفین، اعظم گڈھ (یو پی)

محترم دام کرمہ

السلام علیکم۔ والانامہ مع پرسٹر ملا۔ میں نے معارف میں ایک دو شذرے اس پر لکھے ہیں[۵۲۳]، فرنگی محل کیا پاگل ہو گیا ہے، شیخ الطاف الرحمن صاحب کے پیر مولانا عبد الباری صاحب نے علمائے فرنگی محل کا ایک مجموعہ فتاویٰ شائع کیا ہے جس کا نام "فتاویٰ قیام الدین" ہے، آپ نے دیکھا ہے؟ ہمارے ہاں تحفۃً آئی تھی، اس کے صفحہ ۲۸۳ - ۲۸۶ پر مولانا عبد الحی صاحب مرحوم کا مفصل فتویٰ ہے، نیز مولوی خادم احمد، مولوی علی محمد، مولوی محمد جنید، عبد الباسط انصاری مولانا عبد الحی صاحب صفحات ۲۹۱ - ۲۹۳ ملاحظہ طلب ہیں۔

حیدر آباد آپ کب جاتے ہیں، شاید ناظر صاحب[۵۲۴] کے ہاں جانا ہو گا، میں بھی ادھر ہی کا سفر کر رہا ہوں۔ آج پٹنہ و بہار جانا ہے، ۲۱ کو خلافت کی مجلس عاملہ میں شریک ہو کر مدراس ایک مہینہ کے لئے جانا ہے۔

یہاں مولوی ابو الجلال صاحب ندوی مولوی عنایت اللہ صاحب[۵۲۵] کا جواب لکھ رہے ہیں۔

والسلام سید سلیمان ۱۶ ستمبر ۲۵ء

---

[۵۲۳] یہ شذرے معارف کے ستمبر نمبر میں شائع ہوئے۔

[۵۲۴] ناظر یار جنگ بہادر، میرے ہم زلف اس وقت گلبرگہ دکن میں سشن جج تھے۔ مگر میں اس وقت تک حیدر آباد ان کے ہاں نہیں، ایک اور مخلص دوست سید امین الحسن بسمل دہانی مرحوم کے ہاں ان کی لڑکی کی شادی میں جا رہا تھا۔

(۱۵۹)

دار المصنفین، اعظم گڈھ

محترم   دام لطفہٗ

السلام علیکم۔ والا نامہ ملا۔ میں ایک ہفتہ کے لئے وطن گیا تھا۔ تنذرات آپ نے پسند کیے، یہ میری خوش قسمتی ہے۔

شیخ نظام الدین اولیاءؒ کی نسبت مجھے کبھی یہ سوءظن نہیں کہ انھوں نے اس فقرہ کو حدیث کہہ کر پیش کیا ہوگا، اسی لیے میں نے حاشیہ میں اپنا شک ظاہر کر دیا تھا۔ کتاب سیر الاولیاء میر خورد میں نے مانگی تھی آپ نے عنایت نہ فرمائی، فوائد الفواد کا نسخہ میرے پاس نہیں، منگوانا ہے، میرے نولکشوری نسخہ میں "السماع مباح لاھلہ" لکھا ہوا ہے اور یہی صحیح ہے۔

مولانا حمید الدین صاحب کی تفسیر کا اردو ترجمہ مولانا کی زندگی میں تو ہو نہیں سکتا کیونکہ ان کو اکثروں کا ترجمہ پسند نہیں، ایک دو دفعہ کوشش ہو چکی ہے۔

میں ۱۱ر نومبر کو ایک ہفتہ لکھنؤ رہوں گا۔ مولوی عبدالرزاق[۵۴۹] کا لہجہ دل آزار تھا، افسوس کہ اس فتنہ سے باہم علماء بھی دست و گریبان ہو رہے ہیں۔ والسلام

سید سلیمان   ۷ر نومبر ۲۵ء

(۱۶۰)

دار المصنفین، اعظم گڈھ

محترم   السلام علیکم

آپ کا مرسلہ پیکٹ "نفسیات ترغیب" پہنچا،

۵۴۸ء مولانا عنایت اللہ صاحب صدر المدرسین، مدرسہ نظامیہ فرنگی محل نے تعمیر قبہ و پختگی قبور کی حمایت میں ایک رسالہ لکھا تھا۔

۵۴۹ء یعنی عبدالرزاق خاں ملیح آبادی۔ شریفی سعودی جھگڑے میں اُن کے کسی مضمون کی طرف اشارہ ہوگا۔ ہندوستان کی سعودی پارٹی کے غالی ہمدرد تھے۔

میں انشاء اللہ ۲۰ کی شام کو یہاں سے چلوں گا، ۲۱ کو لکھنؤ ٹھہروں گا اور ۲۲ کو کانپور جاؤں گا۔ مولوی عبدالباری صاحب کی خیریت نہیں معلوم ہمدم سے اتنا پتہ چلا کہ خلافت اودھ کے جلسہ میں تشریف فرما تھے[۵۵۰]۔

مولوی مسعود علی صاحب ۱۹ کو جاتے ہیں۔ ردولی ٹھہرینگے۔ والسلام

سید سلیمان ۱۷ر دسمبر ۲۵ء

(۱۶۱)

دارالمصنفین، اعظم گڈھ

محترم دام لطفہ،

السلام علیکم۔ والا نامہ ملا۔ الحمدللہ کہ گھر میں اب صحت ہے ضعف بھی رفع ہو رہا ہے، میں اُن کو بیمار ہی چھوڑ کر کلکتہ چلا گیا تھا۔ واپسی پر وہ اچھی ملیں، مگر نومولود بھی بیمار تھی اور ہے۔ خیر یہ قصے تو حیات انسانی کے دم کے ساتھ ہیں۔

عبدالرحمان مرحوم کا حادثہ[۵۵۱] ایسا سخت ہے، کہ اُس کی صحیح تعبیر کے لئے لفظ نہیں، کیا لکھوں؟ ادائے مطلب کے لئے لفظ نہیں ملتے، معارف کے شذرات میں تو بہر حال ذکر آئے گا اُس سے الگ سچ[۵۵۲] کے لئے لکھوں مشکل ہے۔ ہمدم میں حکیم نعیم انصاری[۵۵۳] کا مضمون مرحوم پر اچھا نکلا ہے۔

---

۵۵۰ یہاں مراد مولوی عبدالباری صاحب ندوی ہیں (فرنگی محلی نہیں) سیاسی جلسوں سے بالکل بے تعلق تھا۔ مگر مجھے لوگوں نے اُس وقت زبردستی اودھ کی صوبہ خلافت کمیٹی کا صدر بنا دیا تھا۔ موصوف میری مروت میں ایک جلسہ میں شریک ہو گئے تھے۔ روزنامہ ہمدم میں حاضرین جلسہ کے نام چھپے تھے۔

۵۵۱ مولانا عبدالرحمٰن ندوی نگرامی مرحوم، علمی نہیں ہر اعتبار سے ندوہ کے بہترین اور ہونہار فرزندوں میں سے تھے، اور سید صاحب کو بھی نہایت درجہ عزیز۔ عین جوانی میں مختصر اور معمولی سی بیماری کے بعد یک بیک نماز فجر کے سلام پھیرنے کے بعد اللہ کو پیارے ہو گئے۔

۵۵۲ صدق کا نقش اول۔ مرحوم اس کے شریک ایڈیٹر تھے۔

۵۵۳ یہ نگرامی مرحوم کے مخلص عزیز تھے اور مرحوم انھیں کے پاس بہ غرض علاج بہرائچ میں مقیم تھے۔ ہمدم اُس وقت لکھنؤ کا مشہور روزنامہ تھا۔

مولوی مسعود علی صاحب میرے گھر کی علالت کے باعث خبر پاکر بعجلت واپس آ گئے۔ یہ اُن کا قصور نہیں، میری قسمت کا قصور ہے۔ والسلام

سید سلیمان ۲۲ مارچ ۲۶ء

(۱۶۲)

اسٹیشن شاہ گنج

۲۷ اگست ۲۶ء

صدیق محترم آتاکم اللہ السکینہ

السلام علیکم۔ پرسوں حسب وعدہ آپ کا دن بھر انتظار رہا، شام کو عبدالاحد قدوائی[۵۵۴] سے ملاقات ہوئی، تو آپ کی دریاباد کی واپسی کا حال معلوم ہو کر نہایت افسوس ہوا۔ کل صبح کو آپ کا آدمی آیا اور رقعہ پہنچا، جس سے مزید کیفیت معلوم ہوئی[۵۵۵]، اور آدمی سے زبانی بھی حال معلوم ہوا میں غسل خانہ جا رہا تھا، اُس سے کہا ذرا ٹھہر جانا مجھے جواب لکھنا ہے، مگر وہ حالت کی بنا پر مستعجل تھا، اُس نے کہا مجھے فوراً حکیم صاحب کے ہاں اور ظفر الملک صاحب کے ہاں جانا ہے تو میں نے یہ زبانی پیام دیدیا کہ آج رات کی گاڑی سے چلوں گا۔ اسٹیشن پر مولوی عبدالماجد صاحب خود یا کسی دوسرے آدمی کو بھیج دیں کہ خیریت معلوم ہو اور کچھ بھی کام ہے۔ میں حسب الامر دریاباد کے اسٹیشن تک ساڑھے گیارہ بجے تک جاگتا آیا اور اُتر کر اِدھر اُدھر دیکھا نہ آپ کا نہ اور کسی کا پتہ پایا۔ آخر اس انتشار اور کشمکش میں اپنے درجہ سے اسٹیشن کے دروازہ تک ٹہلتا رہا، اور جب گاڑی روانہ ہونے لگی تو سوار ہوا[۵۵۶]۔

---

۵۵۴ صحیح نام احد حسین قدوائی گدیہ (ٹینس کے نامور کھلاڑی، اُس وقت قومی کاموں میں بہت پیش پیش تھے۔ سید صاحب کی اُن سے لکھنؤ میں ملاقات ہوئی تھی، میرا وعدہ سید صاحب سے لکھنؤ میں ملنے کا تھا۔

۵۵۵ بیوی دریاباد میں علیل تھیں، انھیں چھوڑ کر لکھنؤ گیا تھا، دفعۃً اُن کی حالت بہت بگڑ گئی، اور مجھے تار دے کر لکھنؤ سے بلوایا گیا، میں فوراً دریاباد روانہ ہو گیا، اور سید صاحب کے پاس معذرت نامہ بھجوا دیا۔

۵۵۶ مکتوبات سلیمانی میں اس قسم کی عبارتیں سید صاحب کے قلم سے بیساختہ نکلی ہیں، اور اس سے ناظرین بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں، کہ آں مرحوم و مغفور کو مجھ ہیچ میرز کے ساتھ کس درجہ تعلق خاطر و رابطۂ شفقت تھا۔

بہرحال، سب سے پہلے تو مجھے معافی مانگنی ہے کہ دن کی گاڑی سے میں نہ آسکا کہ آپ کے جانے کا حال معلوم ہو چکا تھا، اور اس لئے دوپہر کے کھانے کی اچھے صاحب[۵۵۷] نے باصرار دعوت منظور کرائی۔ دن کو شاید آپ آکر واپس گئے ہوں۔ اس وقت یہ خط معذرت اور شکایت کے لئے اتنا نہیں لکھ رہا ہوں، جس قدر دریافت حال کے لئے۔ مریضہ کی خیریت اور کیفیتِ مرض دو سطروں میں بھی مطلع کیجئے۔ میں نے یہ بھی آخر میں چاہا کہ اُتر جاؤں، پھر خیال ہوا کہ اس بے اطمینانی کی حالت میں شاید میری وجہ سے آپ کو مزید پریشانی ہو۔ اگر آپ خود نہ لکھ سکتے ہوں تو کسی کو حکم دیدیجئے کہ وہ لکھ دے۔

راجہ صاحب کے ہاں کی گفتگو کی تفصیل جاننا چاہتا تھا[۵۵۸]۔ آپ سے ملاقات نہ ہو سکی کہ میں اپنا نقطۂ نظر پیش کر سکتا۔ مجھے درشتی، سخت کلامی، غیظ و غضب، غیر ذمہ دارانہ روایات اور پروپگنڈے کی حکایات و اشاعت سے اختلاف ہے۔ اور اس کے ساتھ یہ بھی نظر میں ہے کہ ہماری کوئی ایسی حرکت نہ ہو کہ جس سے حجاز کو فائدہ کے بجائے ہم اُلٹا نقصان پہنچا دیں، اور انگریزوں کے لئے راستہ خود اپنے ہاتھوں سے ہم صاف کر دیں، یہ نہایت مختصر اور مجمل اظہار رائے ہے۔ جس سے مسئلہ کی تفصیلات آپ بخوبی جان سکتے ہیں۔ ساڑھے تین مہینے[۵۵۹] میں میں نے روحانی مسرتوں کے ساتھ پالٹیکس* طرزِ عمل کی جو قلبی تکلیفیں اُٹھائی ہیں جن سے

---

۵۵۷ گھر بلو عرف تھا خواجہ رشید الدین مرحوم کا، جو نواب علی حسن خاں کے عزیز قریب، اور خود بھی ندوہ اور مولانا شبلی اور سید صاحب کے خاص مخلصوں میں تھے۔

۵۵۸ مولانا محمد علیؒ سفرِ حج و ملاقات سلطان ابن سعود سے ابھی واپس آئے تھے، اور راجہ صاحب محمود آباد کے ہاں اپنے تاثرات میرے سامنے بیان کر گئے تھے — سید صاحب اُس وفدِ خلافت کے صدر تھے، جو اس موقع پر سلطان ابن سعود کی خدمت میں بھیجا ہوا تھا۔ اور اُس کے دو رکن علی برادران تھے۔ ان دونوں بھائیوں کے مسلک سے سلطان ابن سعود کی روش کے متعلق، سید صاحب کو اختلاف تھا۔

۵۵۹ یہ مدت اس سفر کی ہے، جو وفدِ خلافت میں سید صاحب کی گزری۔

* یہاں سہواً کوئی لفظ یا عبارت رہ گئی ہے۔

میرے بعض سابق یقینیات میں تغیر واقع ہو چکا ہے، اُن کو حوالۂ کاغذ کرنا پسند نہیں کرتا اللہ تعالیٰ مجھے معاف کرے اور حُسنِ رفاقت عطا کرے۔ شعیب صاحب[۵۶۰] کو میں پہلے سے بھی جانتا تھا اور اب مزید معلوم ہوا کہ یہ نہایت بلند، شریف، مخلص، خوددار، کریم الطبع نوجوان ہیں، خدا اُن کی زندگی کو کامیاب کرے۔ مزاج میں ذرا غصہ اور زود اشتعالی اور ضد تو ہے مگر وہ عموماً اخلاص اور حق پر مبنی ہوتی ہے۔ مسئلہ حجاز میں اُن سے کسی قدر مختلف الرائے ہونے کے باوجود میں اُن کا مداح ہوں، ورنہ مجھ پر تو میرے احباب خاص کو بھی اطمینان نہیں اور یہ تو ظاہر ہے کہ میں کسی کی خاطر سے اپنی پچیس برس کی زندگی نہیں بدل سکتا۔ والسلام

سید سلیمان[۵۶۱]

۱۶۳

دار المصنفین، اعظم گڈھ

محترم رزقکم اللہ السکینہ

السلام علیکم۔ دل سے خدا کی بارگاہ میں آپ کی اہلیہ محترمہ کی شفا و عافیت کے لئے دُعا کرتا ہوں، بیماری[۵۶۲] کی حالت سے مطلع فرماتے رہئے کہ آپ کے دوستوں کو تسکین رہے۔

آپ نے اپنے خط میں جس مسئلۂ صدارت کے متعلق لکھا ہے[۵۶۳]۔ از راہِ عنایت اُس میں میرا

---

[۵۶۰] شعیب قریشی، اُس وفدِ خلافت کے سکریٹری تھے جس کے صدر سید صاحب تھے۔ اور سلطان ابن سعود کے باب میں، وہ ہم رائے سید صاحب کے نہیں، بلکہ علی برادران کے تھے۔ یہی شعیب قریشی کچھ روز بعد مولانا محمد علی کے داماد ہو گئے۔

[۵۶۱] سید صاحب نے اس خط کو عین حالتِ سفر میں لکھا ہے یعنی لکھنؤ سے روانہ ہو کر اور اعظم گڈھ پہنچنے سے قبل؛ درمیانی جنکشن شاہ گنج سے، جہاں بڑی لائن سے اُتر کر چھوٹی لائن پر سوار ہوتے ہیں۔

[۵۶۲] اُس وقت بہت زیادہ علیل تھیں، اور سید صاحب کو میرے تعلق خاطر کا حال معلوم تھا۔ اس لئے دعا صحت بھی دلسوزی سے کر رہے تھے۔

نام ہرگز پیش نہ فرمائیے میں اِن جھگڑوں سے تا امکان پرہیز کرنا چاہتا ہوں۔

ایک دو روز میں مکان کا قصد ہے، شاید ایک عشرہ اس سفر میں لگے۔ گھر کے لوگ مظفر پور میں ہیں میری واپسی کے بعد مولوی مسعود علی صاحب گھر جائیں گے۔

طلبائے ندوہ کے متعلق آپ کا ہم خیال ہوں،[۵۶۴] لیکن اس کا علاج سوچنا چاہئے

والسلام

سید سلیمان ندوی ۳۱ر اگست ۲۶ء

(۱۶۴)

اعظم گڈھ

محترم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ

یاد آوری کا شکریہ۔ ہمارے یہاں اِن دونوں میں سے کوئی کتاب نہیں، بمبئی کے کتب فروشوں کے پاس شاید ہو۔

جی ہاں سب کچھ دیکھ رہا ہوں، اس جنگ میں فریقین کی تباہی ہے،[۵۶۵] اللہ تعالیٰ ہم سب پر رحم فرمائے۔ میری زبان تو ہمیشہ کے لئے خاموش ہے، اور یہ خاموشیاں حدِ شمار سے باہر ہیں، محترم! میں سب کچھ کہہ سکتا تھا، لیکن کچھ نہ کہوں گا۔ فاللہ المستعان علیٰ ما یصفون۔

ہفتہ عشرہ کے لئے وطن آج جا رہا ہوں عزیزی غباری[۵۶۶] کا بڑا انتظار رہا، ساتھ ہی آپ کا بھی۔

سید سلیمان ۲۲ر دسمبر ۲۶ء

---

۵۶۳ غالباً اس کا تعلق خلافت کمیٹی ہی کی کسی مجلس سے تھا اُس وقت اس میں ایک پارٹی علی برادران کی تھی۔ اور دوسری میں پنجاب و بنگال کے اکثر ارکان شامل تھے۔ میٹنگ میں سخت نزاعات برپا رہتے۔ سید صاحب طبعاً شور و شر سے الگ رہنا چاہتے تھے۔

۵۶۴ سب کہیں کی طرح طلبۂ ندوہ بھی سیاسی جوش و خروش کی رَو میں بہے جا رہے تھے ہم لوگ چاہتے تھے کہ غالب جذبہ دین کا رہے۔

۵۶۵ اشارہ خلافت کمیٹی کی خانہ جنگی کی طرف ہے، جو افسوسناک حد تک زور شور سے جاری تھی۔

۵۶۶ یعنی محبی مولوی عبدالباری ندوی۔

(۱۶۵)

دارالمصنفین، اعظم گڈھ

محترم
وعلیکم السلام

مولانا مناظر احسن صاحب کی تحریر فروری کے معارف میں کاتب لکھ رہا ہے، غالباً کچھ صفحے اس مہینہ میں بچ جائیں گے، وہ مارچ میں چھپیں گے، اگر میں پورا مسودہ فروری کے آخر میں واپس کر دوں گا۔

آپ حیدرآباد گئے ہیں، تھوڑا سا دارالمصنفین کا کام بھی کر لیجئے۔ مہاراجہ سرکشن پرشاد نے آپ ہی کی وساطت سے عہ ماہوار مقرر کئے تھے[۵۶۷]، ۵، ۶ برس سے نہیں ملے ہیں، اُن کو تبریک و تہنیت کے ساتھ یاددہانی بھی کرنا چاہتا ہوں، اور آپ کا نام بھی لکھوں گا، ذرا اُنھیں اِدھر متوجہ فرمایئے۔ آج یہاں ڈاکٹر محمود[۵۶۷ الف] آرہے ہیں۔ والسلام

سید سلیمان ندوی
۳ فروری ۲۷ء

(۱۶۶)

دارالمصنفین، اعظم گڈھ

محترم۔!
وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ

والا نامہ مورخہ ۱۲ فروری ملا۔ کچھ تو طبیعت ناساز تھی، مسوڑھے میں زخم نکل آیا تھا، اور ایک دو سفر در پیش آگئے تھے، اس لئے تاخیر ہوئی۔ غالباً مولوی مسعود علی صاحب سے آپ کی ملاقات ہو چکی ہوگی، حالات معلوم ہو چکے ہوں گے۔ آپ تو اس وقت بے حد مشغول ہوں گے، افسوس ہے کہ میں حاضر نہ ہو سکوں گا، ع در مجلسِ خود راہ مدہ ہمچو منے را۔[۵۶۸]

مہاراجہ اور نواب سالار جنگ کے نام درخواست مولوی مسعود علی صاحب آلیں تو

۵۶۷ے - یہ معارف کی سالانہ قیمت کے ہوں گے

۵۶۷ے الف ڈاکٹر سید محمود جو بعد کو کانگریس کے بھی لیڈر اور منسٹر وغیرہ رہے اُس وقت بھی خلافت کے ممتاز لیڈر تھے۔

بھیجی جائے، اب تک سو کے قریب ارکان ملے ہیں[۵۶۸ الف]، اور کوشش جاری ہے

اُردو انسائیکلو پیڈیا کا تخیل اب پھر دوبارہ آرہا ہے، ڈاکٹر کیسکر مرہٹی انسائیکلو پیڈیا والے نے مجھے لکھا ہے کہ اگر ڈیڑھ برس کے اندر اردو انسائیکلو پیڈیا کا کام شروع نہیں ہوا تو وہ اپنی مرہٹی انسائیکلو پیڈیا کا ترجمہ اردو میں شروع کرے گا، یہ تو بہت بڑی آفت ہوگی۔ "عبدالباطل[۵۶۹]" صاحب کیا اس میں شرکت کریں گے۔

آپ نے اور ہم نے مل کر جو اسکیم پہلے تیار کی تھی[۵۶۹ الف] اس کا مسودہ تو آپ کے پاس ہوگا، ہو تو تلاش کیجئے۔

واقدی[۵۷۰] کی داد کا شکریہ۔ شروانی صاحب نے بھی تعریف لکھی ہے۔ والسلام

سید سلیمان ۲۳ر فروری ۲۷ء

(۱۶۷)

دارالمصنفین، اعظم گڈھ

بحضرت مکرم تحیت وسلام

ایک طرف آپ سے معافی چاہتا ہوں کہ آپ کا نام عام فہرست میں کیوں لکھا، دوسری

---

[۵۶۸] لکھنؤ میں اُس وقت خلافت کانفرنس کا جلسہ بڑے اہتمام سے ہونے والا تھا۔ یہ ان دنوں اودھ خلافت کمیٹی کا صدر ہونے کے علاوہ اس کانفرنس کی مجلس استقبالیہ کا بھی صدر تھا۔ سید صاحب خلافت کمیٹی کی اندرونی چپقلش سے سخت بیزار اور رنجیدہ تھے۔ اور ہر جھگڑے سے کنارہ کش رہنا چاہتے تھے۔

[۵۶۸ الف] یعنی مجلس دارالمصنفین کے دوامی ارکان۔

[۵۶۹] دنیائے اُردو کی ایک مشہور شخصیت کی طرف اشارہ ہے۔ معاصرین کے درمیان نوک جھونک کا دستور بہت قدیم چلا آرہا ہے۔ [۵۶۹ الف] اسی اُردو انسائیکلو پیڈیا سے متعلق

[۵۷۰] واقدی کی تاریخی حیثیت پر سید صاحب کا ایک فاضلانہ مضمون، مطبوعۂ معارف، بہ جواب پروفیسر گولڈ زیہر استاد عربی ڈرہم یونیورسٹی۔ یہ مقالہ معارف کے جنوری نمبر میں نکلا۔ اور اغلب یہ ہے کہ اُس سے ترجمہ ہوکر وہ کنگ دا نگلستان کے اسلامک ریویو میں نکلا ہو۔

طرف اڈیٹر صاحب پیشوا سے معافی مانگنی ہے جن کو شکایت ہے کہ اُس فہرست میں خواجہ حسن نظامی کا نام کیوں نہیں لکھا۔[۵۱]

میں نے یہ دریافت کیا تھا کہ پچھلی دفعہ جو اسکیم بنی تھی اور جو کاغذات لکھے گئے تھے اور نقشہ عمل تیار ہوا تھا، کیا اُن میں کی کوئی چیز آپ کے پاس ہے؟ میرے پاس تو کچھ نہیں ہے، اخبارات میں جو تفصیلی تحریر[۵۲] چھپی تھی، اگر آپ کے یہاں فائل میں ہو تو کسی سے دکھلائیے۔

خطبۂ ماجد پہنچا، اظہار تاثر اور انشا پردازی کی داد دیتا ہوں[۵۳]، سُنا کہ "علم" کے ساتھ "عمل" میں بھی کامیاب ہوئے[۵۴]۔ مجھے اپنی نسبت تو توقع نہیں کہ ایسی ذمہ داری میں سنبھال سکتا، بارک اللہ و جزاک اللہ

خواجہ صاحب کا شب نامچہ دیکھا تھا خیال آیا تھا کہ اس کی تردید کردوں[۵۵]......

مولانائے روم .... تحریک سے، اور سب کچھ اُن کے قبول پر۔

ملفوظات[۵۶] کے تین جزو لکھے گئے ہیں .... آپ کے پاس بھیج دیئے جائیں۔

---

[۵۱] یقیناً کوئی فہرست اردو لکھنے والوں کی رہی ہوگی۔

[۵۲] اُردو انسائیکلو پیڈیا کا ذکر ہے۔ ملاحظہ ہوں شروع ۱۹۱۲ء کے خطوط

[۵۳] لکھنؤ میں خلافت کانفرنس کا سالانہ اجلاس بڑی دھوم دھام سے ہوا تھا۔ میں مجلس استقبالیہ کا صدر تھا۔ یہ ہمت افزائی میرے خطبۂ صدارت کی ہو رہی ہے۔

[۵۴] جلسہ کی ترتیب، مہمانوں کی میزبانی وغیرہ کے بھی سارے انتظامات، ضابطہ سے میری ہی نگرانی میں ہوئے تھے۔ گو حقیقۃً کام کرنے والے بالکل دوسرے ہی لوگ تھے۔

[۵۵] یہاں کی کئی سطریں بارش کا پانی پڑنے سے دُھل گئی ہیں۔ چند غیر مربوط الفاظ جو مشکل سے پڑھے جاسکے، اسی طرح نقل کر دیئے گئے۔ "شب نامچہ" سے مُراد خواجہ حسن نظامی مرحوم کا شب نامچہ ہے۔ "مولانا مرحوم" سے اشارہ مولانا شبلی مرحوم کی جانب معلوم ہوتا ہے۔

[۵۶] مُراد ہے "فیہ ما فیہ"، ملفوظات مولانا رومیؒ، جو میری تہذیب کے بعد پہلی بار چھپ رہے تھے

انسائیکلو پیڈیا کا کام چلانا چاہیئے [۵۷۷] ...... نہ ملیں تو پھر لکھئے۔ تو اُس کو ضایع .....
...... سے اس کام کو کرنا ہوگا ..... سیرت قرآنی کا کوئی مختصر نام ذہن میں [۵۷۸] .....

سید سلیمان۔ ۹ مارچ ۱۹۲۷ء

(۱۶۸)

دار المصنفین، اعظم گڈھ

جناب والا وعلیکم السلام

میں کل ۸ جولائی کو یہاں واپس آیا، آپ کا کارڈ ملا۔ ندوہ کے متعلق آپ کے حکم کی تعمیل نادانستہ ہوگئی، مگر آپ بھی اب دانستہ یا نادانستہ اپنے قرض کو قبول کیجئے، اور ادا کیجئے۔

کتابوں کے متعلق بمبئی شرف الدین سے دریافت کیا ہے اور قیمتیں پوچھی ہیں، جواب آئے تو مطلع کروں۔

جناب ڈپٹی صاحب (مولوی عبدالمجید صاحب [۵۷۹]) کی خدمت میں سلام فرما دیجئے۔

سید سلیمان ۹ جولائی ۲۷ء

(۱۶۹)

دار المصنفین، اعظم گڈھ

مخدومی وعلیکم السلام

والا نامہ نے مشرف کیا۔ نشتشے پر آپ کی اس درجہ خفگی کی وجہ نہ معلوم ہوئی، مجھے تو

---

[۵۷۷] یعنی وہی انسائیکلو پیڈیا جس کا ذکر ۲۶ء و ۲۷ء کے خطوط میں آچکا ہے۔

[۵۷۸] "سیرت نبوی قرآن مجید کی روشنی میں" لکھنے کا خیال مجھے کئی سال قبل سے تھا۔ ۲۷ء میں سید صاحب سے اس کے لئے ایک مختصر سا نام پوچھا تھا۔

[۵۷۹] میرے حقیقی بڑے بھائی جو ان حاشیوں کی ترتیب کے دوران مرحوم ہو چکے ہیں۔ سید صاحب کے ان سے بھی راہ و رسم بہت قدیم تھی۔ رہیں اُس وقت غالباً انھیں کے پاس بستی میں مقیم تھا۔

کوئی خاص قابل اعتراض چیز معلوم نہ ہوئی، قرآن پاک کی آیت اس لئے تو ہے نہیں کہ واقعاً وہ حکمت ہی ہے، بلکہ بے ادبی التعلق محض تبرکاً لکھ دی گئی ہے۔[۵۸۰]

درمنثور، الکمال المعلم اور المنتقی، سورتی کے ہاں ہیں قیمتیں زیادہ ہیں[۵۸۱]، جیسا کہ آپ کو اس ملفوفہ کارڈ سے معلوم ہوگا۔ اگر لاہور میں ان سے کم ہوں تو ضرور خرید لیجئے اور اگر کہئے تو مصر سے لکھ کر منگوا دوں مگر اس کے لئے پیشگی قیمت کم از کم سو روپے کی ضرورت ہوگی۔

جامعہ ملیہ کی نسبت کیا آپ کے خیالات میں تغیر آگیا ہے؟[۵۸۲]

میں آج یا کل لکھنؤ جاؤں گا، ۳۰ اگست تک وہاں رہوں گا۔ پھر کو یہاں خواجہ عبدالمجید صاحب اور ڈاکٹر محمود صاحب آئیں گے، نائب صدر کے لئے آپ ڈاکٹر اقبال و عبدالقادر تک پہنچ گئے[۵۸۳]، ان صاحبوں کو پنجاب کے باہر سے کوئی دلچسپی نہیں، بہت سے ممبروں نے جواب تک نہیں دیا حتیٰ کہ پروفیسر عباسی صاحب اور شروانی صاحب تک خاموش ہیں۔

احمد حبیب شاہ ندوی نے کیا لکھا تھا؟[۵۸۴] سمجھ میں نہیں آتا کہ ان کو یہ کیا سوجھی، وہ آدمی ذرا سادہ ہیں میرا اہل حدیث و حنفی ہونا آجکل کیوں آپ کے اس قدر پیش نظر ہے۔

---

۵۸۰ جرمنی کے مشہور ملحد فلسفی نیٹشے پر اسی نام سے ایک کتاب ایک ندوی فاضل کی دارالمصنفین سے شائع ہوئی تھی اور اس پر آیت قرآنی ومن یوت الحکمۃ اُوتی خیراً کثیراً بھی درج تھی۔ اور دیباچہ میں بجائے نیٹشے کے الحاد کی پردہ دری کے ہر طرح اس کی داد و تحسین تھی۔ مجھے یہ بہت ہی ناگوار گزرا تھا اور میں نے تیز مخالفانہ ریویو سچ (۲۱ اگست ۳۲ء) میں کیا تھا اور اس سے قبل سید صاحب کو خط میں بھی لکھ بھیجا تھا۔

۵۸۱ مجھ بے علم کو اب ایک عرصہ سے حدیث و تفسیر کے مطالعہ کا شوق پیدا ہو چکا تھا اور کتابوں کی تلاش میں سید صاحب سے اکثر رہبری کا طالب رہتا تھا۔

۵۸۲ جامعہ ملیہ میں اب وہ اسلامیت باقی نہیں رہ گئی تھی، جس کی بنا پر میں اس کا گرویدہ تھا۔

۵۸۳ دارالمصنفین کے نائب صدر کی جگہ خالی ہوئی تھی اور میں نے ان دونوں صاحبوں کے نام پیش کئے تھے۔

۵۸۴ مرحوم پھلواروی تھے اور پُرجوش اہلحدیث۔ ان کا ایک تیز و تند خطیب مناظر نامہ آیا تھا۔ شریفی سعودی جھگڑے کے سلسلے میں۔

میں تو نہ یہ ہوں نہ وہ، خدا جانے کیا ہوں؟ مسلمان ہوں وَ کفیٰ بی فخراً[۵۸۵]

والسلام　　　　سید سلیمان　　　　۲۸ جولائی سنہ ۲۷ء

(۱۷۰)[ع]

دار المصنفین، اعظم گڈھ

محترم　　　　دام کرمہ

السلام علیکم۔ ابھی ۸ مئی کو تین دن کے لئے لکھنؤ گیا تھا، ۱۱ کو واپس آیا، آپ کی تلاش میں خاتون منزل بھی حاضر ہوا "حرم سرا" والے عباری صاحب[۵۸۵ (الف)] سے بھی ملاقات رہی۔ لکھنؤ ہی میں سُنا کہ آپ مختلف وجوہ سے بمبئی نہیں جارہے ہیں۔[۵۸۶] نکاح کمیٹی کے تعلق سے فرنگی محل بھی جانا ہوا۔ شیخ الطاف الرحمن صاحب نے چیلنج دیا کہ جوازِ تعزیہ داری[۵۸۷] کا فتویٰ تیار ہے، تم کو معارف میں شایع کرنا ہوگا۔ میں نے کہا کہ اس شرط سے کہ وہ "شیخ شبراتی" کے نام سے نہ چھپے، دوسرے اس کے نیچے علمائے فرنگی محل کے فتاویٰ نقل کر دینے کی اجازت ہو۔ فرمایا کہ نبیرۂ بحر العلوم کا فتویٰ اس کے جواز میں ہے۔ میں نے کہا کہ بعض اصحاب نے اس حدیث سے کہ حضرت عائشہ گڑیاں کھیلتی تھیں اور اُن کی گڑیا کے گھوڑے پردار تھے، تعزیہ داری اور ذو الجناحین کا ثبوت اہل سنت کی کتابوں سے دیا ہے، اس کو بھی ساتھ ملا لیجیے۔

میں اس وقت ایک غرض لے کر آیا ہوں، میرے ایک عزیز بھائی نے تعلیم پر ایک فلسفیانہ کتاب کا اردو ترجمہ کیا ہے۔ ابو یونس، بی، ایس، سی۔ اُس کے اصل مقدمہ کا ترجمہ

---

[۵۸۵] خبر یعنی سعودی نجد کے سلسلہ میں ہندوستان میں بھی حنفیہ و اہلحدیث کے مباحثے و مناقشے اب زوروں پر تھے، سید صاحب کو دونوں فریق اپنی اپنی طرف کھینچتے تھے۔ سچ میں سید صاحب کو حنفی لکھا گیا ہوگا یا میں نے بیچ کے خط میں ایسا لکھا ہوگا۔

[۵۸۵ الف] مُراد وہی عبد الباری صاحب ندوی ہیں۔

[۵۸۶] مجلس خلافت کی کوئی میٹنگ ہو رہی ہوگی۔

[۵۸۷] حمایت تعزیہ داری میں ایک پوسٹر اس فرضی نام سے چھپا تھا۔ جو نعیم صاحب کا چھپوایا ہوا تھا۔

[ع] اس خط کی ترتیب غلط ہوگئی ہے اسے ع ۱۶۹ پر جانا تھا اور ع ۱۶۹ کا صحیح نمبر یہ ۱۷۰ ہونا تھا۔

اور بعض اصطلاحات پر نظر ثانی وہ آپ جیسے حضرات سے کرانا چاہتے ہیں۔ مہربانی کرکے اپنے وقت کا صدقہ کچھ عنایت کیجئے۔ مولوی عبدالباری صاحب کے ساتھ آپ کا یہاں تشریف لانا بھی لازم ہے، کُل شرائط منظور ہیں۔ والسلام

سید سلیمان ۱۲ر مئی ۱۹۲۷ء

(۱۷۱)

دارالمصنفین، اعظم گڈھ

محترم السلام علیکم

۱۔ نائب صدر کے لئے نواب عماد الملک کے صاحبزادہ مہدی یار جنگ کا نام[۵۸۸] مولانا عبدالباری اور نواب صدر یار جنگ نے پیش کیا ہے۔

۲۔ فیہ ما فیہ کی عربی عبارت ۸۰ صفحوں تک دیکھ لی ہے، بہت سی غلطیاں تھیں حتٰی کہ آیتوں میں۔

۳۔ اگست کے پرچہ میں جامعہ پر شذرات پڑھئے۔[۵۸۹]

۵۸۸؎ مجلس دارالمصنفین کے لئے۔ مہدی یار جنگ بھی اُس وقت حیدرآباد میں وزیر تھے (وزیر تعلیمات یا وزیر سیاست) اور اپنے والد ماجد ہی کی طرح مسلک امامیہ رکھتے تھے۔

۵۸۹؎ یہ کُل شذرات تو بہت طویل ہیں۔ لیکن حسب ذیل شذرہ تو ضرور نقل کرنے کے قابل ہے:۔

"اس سلسلہ میں نامناسب نہ ہوگا اگر اصحاب جامعہ کی خدمت میں چند مخلصانہ گزارشیں پیش کی جائیں۔ ہمیں ڈر ہے کہ اس کی مخصوص مبینہ دعوی تعلیم میں "مجتہدیت" کی شان پیدا کرنے کی نہ کوشش کی جائے کہ اگر ایسا ہوا تو جامعہ کے یہ "بڑھے جن" "مسلم یونیورسٹی کے ان پڑھ جنوں سے زیادہ خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں۔ اور اسی طرح یہ بھی خطرہ ہے کہ اس کی معاشرت و سیاست میں "ہندویت" کا رنگ نمایاں نہ ہو۔ فرنگیت اور ہندویت اسلام سے مغائرت میں دونوں یکساں ہیں، ان میں فرق صرف بدشیی اور سدشیی کا ہے۔ جامعہ کے افتتاح کے وقت حضرت شیخ الہند نے اس کے نصب العین کے متعلق جو الفاظ فرمائے تھے، ضرورت ہے کہ وہ ہر وقت اس کے ہر استاد اور ہر طالب علم کے سامنے رہیں۔" (معارف، اگست ۱۹۲۷ء ص ۲)

۴۔ تحفۃ النجدیۃ کے ریویو میں میرے لئے کوئی قابل اعتراض بات نہیں۔[۵۹۰]

۵۔ ایک ہفتہ کے بعد مظفر پور سے واپس آیا ہوں، نشتے پر آپ کا تبصرہ ابھی تک نہیں پڑھا ہے، خلاصہ معلوم ہو چکا ہے۔ اب ہیوم کو کیا کیا جائے، اُس کا ترجمہ بھی رکھا ہے۔[۵۹۱]

۶۔ مولانا مناظر احسن صاحب کو کس حال میں پایا۔ مجھے معلوم نہ تھا، اتفاقاً المبشر[۵۹۲] میں آپ کا سفر پڑھا۔ والسلام

سید سلیمان ۱۹ راگست ۲۷ء

(۱۷۲)

دار المصنفین، اعظم گڈھ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ

طیلسان ایک چھوٹی سی چادر ہوتی ہے جو عمامہ کے اوپر سے دونوں کندھوں پر اوڑھی جاتی ہے، شیعہ مجتہدین کو تو آپ نے دیکھا ہوگا۔ مغربی علما (تونس والجزائر) میں ابتک مروج ہے۔ یہ طریقۂ لباس علماء کے امتیاز کی غرض سے قاضی ابو یوسف صاحب صاحب نے اختیار کیا تھا، بعد کو علماء نے اُس کی تقلید کی۔ اس طرح طیلسانی، عالم کے معنی میں مستعمل ہوا، مصر کے موجودہ لٹریچر میں اس کا استعمال کمتر ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کو

۵۹۰ھ کتاب میں سید صاحب کا نام بطور عالم فرقۂ "اہلحدیث" آیا تھا۔ سچ نے اپنے ریویو میں اس کو نمایاں کیا تھا۔

۵۹۱ھ سید صاحب نے کتاب نشتے پر سچ کا تنبیہی تبصرہ اب جاکر پڑھا، اور تنبیہ کو قبول فرماکر یہ سوال کیا ہے کہ اب ہیوم کے ترجمہ کو کیا کیا جائے، جو دار المصنفین میں طبع واشاعت کے لئے رکھا ہوا ہے؟

۵۹۲ھ پٹنہ سے یہ ہفتہ وار ایک ندوی کی ادارت میں نکلتا تھا۔ فاضل گیلانی سخت علیل ہو کر اُس وقت اسپتال میں داخل ہو چکے تھے اور میں بے چین ہو کر اُن کی عیادت کو چلا گیا تھا۔ یہ میرا پہلا سفر پٹنہ تھا۔

حیدرآباد والوں نے کیوں اختیار کیا۔[۵۹۳]

نتیشے پر آپ کا ریویو بعد میں پڑھ لیا تھا۔ مولوی حمید الدین صاحب کو بھی دکھایا، طے ہوا کہ کتاب کے شروع میں ایک مقدمہ بڑھا دیا جائے، یہی ہیوم میں کیا جائے گا؛ مگر لکھے کون۔

جامعہ پر اب آپ اور کیا لکھیں گے، سعید انصاری کا خط خلاف توقع ہے، غالباً انھیں کا ہوگا۔

میں ۱۰ ستمبر کو مدراس کے لئے روانہ ہوں گا،[۵۹۴] مولوی عبدالباری صاحب اسی راستہ میں حیدرآباد بھی بلاتے ہیں۔

سلیمان ۲۹ اگست ۲۷ء

(۱۷۳)

دار المصنفین، اعظم گڈھ

محترم السلام علیکم

افسوس ہے کہ مجھے کتاب الفتن دجال میں وہ حدیث نہیں ملی۔[۵۹۵] اس وقت سفر کی جلدی میں ہوں، اس لئے دوسرے ابواب و مواقع نہ دیکھ سکا۔ میرے آنے تک یہ ۱۰۰ صفحے جو آپ کی کتاب کے دیکھ چکا ہوں، شاید ہی ختم ہو سکیں۔

میں ابھی آپ کو طیلسانی کے معنی گریجویٹ لینے کا مشورہ نہیں دے سکتا، یہ اصطلاح مصری محاورات میں بھی میری نظر سے نہیں گزری، خدا جانے اہل حیدرآباد نے کہاں سے لے لیا۔[۵۹۶] والسلام سید سلیمان ۸ ستمبر ۲۷ء

---

۵۹۳ یہ ساری تحقیق میرے ایک سوال کے جواب میں ہے۔ حدیث کے ابواب فتن میں "طیلسانیین" کا ذکر محل ذم میں آیا ہے، یعنی پیروان دجال کے لئے۔ حیدرآباد میں یہ لفظ بطور "گریجویٹ" کے ترجمہ کے چلا ہوا تھا۔

۵۹۴ یہ سفر سیرت نبوی پر انھیں لکچروں کے لئے تھا، جو بعد میں خطبات مدراس کے نام سے شائع ہوئے۔

۵۹۵ ملاحظہ ہو مکتوب ۱۷۲، حاشیہ ۵۹۳ ۔ ۵۹۶ ایضاً

دار المصنفین، اعظم گڈھ

محب محترم دام کرمہ السامی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میں ۲ر نومبر کی شام کو حیدرآباد سے لکھنؤ پہنچا، معلوم ہوا کہ آپ یہاں موجود ہیں، رقعہ دے کر آدمی بھیجا تو معلوم ہوا کہ آپ نہیں ہیں، افسوس ہوا۔ بہت سی باتیں آپ سے کرنی تھیں، اور خصوصاً حیدرآباد کی پوری روداد آپ سے دہرانی تھی، یہ تو سُن چکے ہوں گے کہ احباب مدراس نے میری کیسی ہمت افزائی فرمائی، ۲۷ ہزار کی رقم انھوں نے ایک ہفتہ میں جمع کر دی، ۲۰ ہزار نقد اور ۷ ہزار کے وعدے ہیں[۵۹۷]۔ غالباً اس سے دار الاقامہ کی کوفت سے نجات مل جائے، اور تعلیم کی طرف توجہ کا موقع ملے۔ اس سفر میں دار العلوم جیسے نصب العین کے مدارس کی سخت ضرورت محسوس ہوئی۔ میں ندوہ اور دار المصنفین کے کام تنہا نہیں کر سکتا، آپ احباب سے توقع تھی وہ پوری نہیں ہوئی۔ آپ کے نزدیک ندوہ کا کام کرنا جرم ہے، موجودہ حالات کو باقی رکھنا بےشک جرم[۵۹۸] ہے۔ مگر اس کی اصلاح و ترقی میں حصہ لینا جرم نہیں۔ امسال اب تک آپ نے شرکت اجلاس پر بھی آمادگی نہیں ظاہر فرمائی، حالانکہ بدستور سابق روایاتِ قدیمہ کو قائم رکھنا بھی ضروری ہے۔

حیدرآباد میں مولانا عبد الباری کا مہمان رہا، میزبانی کے فرائض حد میزبانی سے زیادہ ادا فرمائے، تمام امراء و وزراء و اکابرِ حیدرآباد و اساتذۂ عثمانیہ سے ملاقاتیں ہوئیں، ایک دو میلاد کی مجلسیں بھی پڑھیں، جن میں سے ایک میں اعلیٰ حضرت نے بھی شرکت فرمائی۔ مولوی شبیر احمد صاحب دیوبندی[۵۹۹] بھی تھے، اُن کی تقریر بھی ہوئی، اُن کی تقریر کی واہ واہ اور سبحان اللہ سے بڑی داد دی۔ ایک جلسہ میں مفتی ضیاء یار جنگ صدر تھے، انھوں نے میری تقریر بہت پسند کی۔

۵۹۷ھ یہ سب ندوہ کے لئے تھا

۵۹۸ھ طلبہ پر اُس زمانہ میں جوشِ تجدد سوار تھا۔

۵۹۹ھ یعنی مولانا شبیر احمد عثمانیؒ

دربار میں ذکر ہوا تو فرمایا کہ سید سلیمان کی تقریر عالمانہ تھی اور مولوی شبیر احمد صاحب کی واعظانہ مولوی شبیر احمد صاحب سنا ہے کہ مفتی کی جگہ کے لئے کوشش کرتے آئے ہیں اور میری نسبت بھی یہی بدگمانی کی گئی، اور اس کی وجہ سے میری نسبت ایک سازش کا سلسلہ بھی چلا۔ اعلیٰ حضرت نے بڑی عزت کی، ملاقات میں مصافحہ کیا، کرسی دی، ۴۵ منٹ تک باتیں کرتے رہے، زیادہ تر سرسید کی تاویلات، مولوی حالی کے مذہب، مولوی شبلی کے عقائد اور میرے ذاتی عقیدہ اور سلطان ابن سعود کے معاملہ کی نسبت سوالات کرتے رہے۔ میں نے چند کتابیں بسلسلہ سیر الصحابہؓ پیش کیں جو وہاں مل سکتی تھیں، اور ندوہ و دار المصنفین کی طرف سے مزید امداد کے لئے معروضہ پیش کیا، حکم ہوا کہ "امورِ مذہبی، صدر الصدور اور کونسل اپنی رائیں پیش کریں، میرے نزدیک تو یہ امداد کافی ہے، اگر اضافہ کیا گیا تو اور مدرسے بھی اضافہ کی درخواست کریں گے" اس کے معنی وہاں کے مبصرین فرامین یہ ظاہر کرتے ہیں کہ یہ الفاظ خیر پر دلالت کرتے ہیں۔

مہاراجہ[۶] سے بھی ملاقات ہوئی، انھوں نے ایک دن شب کو دعوت بھی فرمائی، میں نے دونوں ملاقاتوں میں آپ کا تذکرہ کیا، فرمایا کہ ان کے انقلاب طبیعت کے بعد تو پھر اُن سے ملاقات نہیں ہوئی[۷]۔ زیادہ تر وہ مجھ سے وحدۃ الوجود کے متعلق باتیں کرتے رہے، اور میرے ذاتی خیالات بھی دریافت کئے، میں نے کہا کہ میں تو ظاہر پرست مولوی ہوں، مگر دوسروں کو برا نہیں کہتا۔ دعوت کی رات میں مولوی عبدالقدیر صاحب بدایونی اور سجادہ نشین صاحب اجمیر بھی مدعو تھے۔

غرض اس دفعہ حیدرآباد کو اندر سے دیکھنے کا موقع ملا۔ بعض حیثیتوں سے خوشی

ف۶ یعنی مہاراجہ کشن پرشاد شاد جن پر رنگ توحید غالب تھا، اور اپنے کو رسول اللہ صلعم کے عاشقوں میں شمار کرتے تھے۔

ف۷ "انقلاب طبیعت" یعنی الحاد سے از سر نو اسلام میں داخل ہونے کے بعد

اور بعض حیثیتوں سے سخت رنج ہوا۔ شروانی صاحب کی جگہ کے لئے کہ اُن کی توسیع کا مسئلہ پیش تھا مولوی عبدالقدیر صاحب کوشش کرنے آئے تھے،[۶۰۲] یہ افواہ ہے، مگر اعلیٰ حضرت نے ایک سال کی توسیع اُن کی اور منظور کرلی ہے۔

میں[۶۰۳] ۲۲ر نومبر کو لکھنؤ پہنچوں گا، آپ بھی میرے ساتھ امرتسر چلتے تو خوب تھا۔

ہاں جناب! مدراس کے خطبات اسلامیہ کے لئے امسال ایک صاحب کی تلاش ہے، موضوعِ سخن تاریخی، اخلاقی، مذہبی، ہر ایک ہوسکتا ہے۔ ایک موضوع تصوف اور اسلام بھی ہے۔ اس پر کون صاحب موزوں ہوسکتے ہیں، میرے نزدیک ایک "دریابادی بزرگ" مناسب ہیں، آپ کی کیا رائے ہے؟ ایک مہینہ کا قیام زیادہ نہیں، کل ۸ خطبے ہوں گے، یہ لکھنا فضول ہے کہ مصارف قیام و سفر کے لئے وہ ایک ہزار پیش کریں گے۔[۶۰۴]

آپ کا پیام پیام تعلیم[۶۰۵] میں پڑھا، بہت اچھا لکھا گیا ہے، میں تو اس پیام کو "پیام صلح" سمجھتا ہوں۔ سُنا ہے کہ مالی حالت نہایت سقیم ہے، بایں ہمہ وہ اپنے پروپیگنڈے پر خاصہ خرچ کر رہے ہیں، بھوپال کے دن پھرنے کی توقع پر جی رہے ہیں۔

اے کاش دارالعلوم کے لئے آپ کے دل میں جگہ ہوسکتی؟ ندوہ کی طرف سے الندوہ کے نئے ڈھنگ میں دوبارہ اجراء کا خیال ہے، مگر کون کرے؟ مولوی عبدالرزاق کیا موزوں ہوں گے افسوس ہے کہ مولانا ابوالکلام کی صحبت میں اُنھوں نے پایا نہیں، بلکہ کھویا، اُن کے خیالات اب معمّا ہیں۔

۶۰۲ء یعنی مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی صدریار جنگ۔ مولوی عبدالقدیر صاحب بدایونی

۶۰۳ء ندوہ کے جلسۂ سالانہ میں۔ اُس وقت تک ہر سال ندوہ کا جلسہ کسی نہ کسی شہر میں ہوا کرتا تھا۔

۶۰۴ء اُس وقت تو یہ بات آئی گئی ہو گئی۔ کوئی ۳۰ سال بعد ۵۰ء میں ایک دوسرے فنڈ سے انتظام کر کے افضل العلماء ڈاکٹر عبدالحق نے اِس ظلوم و جہول سے لیکچر "سیرت نبوی قرآنی" پر دلوائے۔

۶۰۵ء جامعہ ملیہ (دہلی) سے ایک رسالہ اس نام سے نکلتا تھا۔

مولوی عبدالباری صاحب کی تاکید ہے کہ دسمبر تک اُن کے لئے اطراف لکھنؤ میں جگہ نکالی جائے، آپ بھی کوشش کیجئے، تو حرم سرا کے ساتھ حرم کا سامان ہو۔ والسلام

سید سلیمان ندوی ۱۱ر نومبر ۱۹۲۶ء

(۱۷۵)

دارالمصنفین، اعظم گڈھ

محترم وعلیکم السلام

کارڈ مورخہ ۱۰ر نومبر ملا۔ آپ اپنے خطبہ مدراس کے متعلق منظوری لکھ دیجئے۔[۶۰۶] اور عنوانات ہشت گانہ قائم کرکے خاکہ بنا لیجئے۔ مدراس سے تقاضہ آیا ہے اس لئے رسمی منظوری کی ضرورت ہے، نیز یہ کہ کون سا مہینہ مناسب ہوگا۔ میرے خیال میں زیادہ سے زیادہ مارچ مناسب ہوگا۔ جواب جلد عنایت فرمائیے۔

ہسٹری آف اردو لٹریچر[۶۰۷] منگاؤں گا، پتہ کیا ہے؟ خلفائے راشدین کی پسندیدگی کا شکریہ۔

میں بضرورت اواخر دسمبر میں مکان ایک ہفتہ کے لئے جاتا ہوں۔ والسلام

سید سلیمان ۱۶ر دسمبر ۱۹۲۶ء

(۱۷۶)

دارالمصنفین، اعظم گڈھ

محترم وعلیکم السلام

میں مدراس آج ہی اطلاع دیتا ہوں، آپ کے پاس باقاعدہ اطلاع آجائیگی۔

---

۶۰۶ ملاحظہ ہو حاشیہ ۶۰۳۔ سید صاحب خود سیرۃ نبوی پر مدراس میں لکچر دے آئے ہیں، اور آئندہ سال کے لئے وہی منصب مجھے دلوانے کی فکر میں ہیں

۶۰۷ از رائے بہادر ڈاکٹر رام بابو سکسینہ

عنوانات تو ٹھیک ہیں، لیکن ماہ رمضان میں اجتماع مشکل ہے، اس لئے رمضان کے بعد رکھئے۔ ایک آدھ ماہ بعد ہی سہی، یا شعبان ہی میں طے کر دیجئے۔

مولوی عبدالباری صاحب کا کیا پروگرام ہوگا؟ اگر دلیسنہ[۶۰۸] ڈاکخانہ استھاواں ضلع پٹنہ کے پتہ سے مطلع فرمائیے۔ والسلام

سید سلیمان ندوی ۳۰؍دسمبر ۱۹۲۷ء

(۱۷۷)

دارالمصنفین، اعظم گڈھ

محترم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

میں پرسوں وطن سے واپس آیا ہوں، آپ کا ایک بواسطہ خط یا نصف خط مجھے ملا تھا، جواب بواسطہ دینے کا کوئی ذریعہ نہ تھا، خموش رہا۔ آپ کے بدایونی ہمنام کا خط اس سے قبل میرے نام آیا تھا، مگر اس میں کہیں کا کوئی پتہ نہ تھا اور معاملہ اہم تھا اس لئے جواب نہ دیا، یہ کس کے مقدور کی چیز ہے۔

یہ خط اس ضرورت سے بواسطہ لکھ رہا ہوں کہ آجکل معارف مضامین کی حیثیت سے دیوالیہ ہو رہا ہے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ اڈیٹر سہیل ہمارے لئے بھی تھوڑا سا وقت نکال سکیں، سہیل[۶۰۹] وغیرہ سے تو معارف کی قسمت بڑی نہیں۔ والسلام

سید سلیمان ۱۷؍اپریل ۱۹۲۸ء

۶۰۸ـــ مسودہ میں یوں ہی ہے، کوئی لفظ یا فقرہ چھوٹ گیا ہے۔

۶۰۹ـــ سہیل کے نام سے ایک ادبی سہ ماہی علیگڈھ سے رشید صدیقی کی ادارت میں نکلا تھا، اور انھیں کے اصرار پر میں نے ایک ادبی و شعری مضمون اس کے لئے بھیج دیا تھا ـــــ سید صاحب کی ان تحریروں کو اب پڑھ کر میں شرم سے کٹ جاتا ہوں کہ وہ اپنے مرتبہ سے اتر کر میری کس کس طرح عزت افزائی بسلسلہ معارف کرنا چاہتے تھے۔

(۱۷۸)

دارالمصنفین، اعظم گڈھ

محترم وعلیکم السلام

دو نوازش نامے ملے، یونیورسٹی کی کمیشن رپورٹ کل بھیج چکا ہوں۔ مسودہ قانون صغر سنی[۶۱۰] کے متعلق ایک بڑا ساتذرہ لکھا ہے۔

کل معلوم ہوا کہ "بک آف نالج کی نظرثانی کا کام کمپنی نے صلاح الدین خدابخش کے حوالہ کردیا[۶۱۱]۔ ابھی ترمیم کا موقع باقی ہے۔ بہر حال میرے نزدیک صلاح الدین اور مسٹر جیمس برابر ہیں۔ اگر ہمارے ہاں کام ہوا تو آپ کا مشورہ ضروری ہے۔

کیا عارف کو آپ اپنی دولتِ علم کی زکات عنایت نہ فرمائیں گے[۶۱۱ الف]۔ کل بسلسلۂ وفد جامعہ ڈاکٹر ذاکر صاحب[۶۱۲] مع احراری آئے ہیں، شاید ایک ہزار کی رقم ہو جائے۔

والسلام سید سلیمان ۱۹ اپریل ۱۹۲۸ء

(۱۷۹)

اعظم گڈھ، شبلی منزل

محترم عجل اللہ شفاکم

السلام علیکم۔ میں کل ایک ہفتہ کے بعد ایک دیہاتی سفر کے دورہ سے مع اہل و عیال

---

۶۱۰ یہ وہی قانون ہے جو آگے چل کر شاردا ایکٹ کے نام سے مشہور ہوا۔

۶۱۱ تفصیل اب یاد نہیں، اتنا خیال پڑتا ہے کہ اسلامی نقطۂ نظر سے کوئی بڑی قابلِ اعتراض بات اس میں نکلی تھی۔ کمپنی سے مراد پبلشر ہے۔ "بک آف نالج" انگریزی کی ایک مشہور کتاب معلومات عامہ کی ہے۔ مسٹر صلاح الدین خدابخش بانکی پور کے بیرسٹر اور انگریزی کے اہلِ قلم، خود اپنے عقائد کے لئے بدنام تھے۔

۶۱۱ الف اب جب سید صاحب کے ان تعارفوں خصوصاً ان کی لجاجت آمیز لہجہ کو پڑھتا ہوں تو شرم سے کٹ جاتا ہوں۔

۶۱۲ یہ وہی ڈاکٹر ذاکر صاحب ہیں جو اس مجموعہ کی ترتیب کے وقت جمہوریۂ ہند کے نائب صدر ہیں۔ اس وقت جامعۂ ملیہ کے پرنسپل تھے۔

واپس آیا، واپس آکر مولوی عبدالباری صاحب کے کارڈ سے آپ کی ناسازی طبع کا حال معلوم ہوا، پھر آج ہمدرد سے مزید حالت معلوم ہوئی جس سے دل منتشر ہے، ابھی تار دیا ہے۔ شاید رات تک جواب آجائے[۶۱۳]

اُمید ہے کہ اس وقت آپ کے قریب جو صاحب تشریف فرما ہوں وہ دو کلمہ خیریت لکھ کر مطلع فرمائیں۔ والسلام

سید سلیمان ۱۱ر جون ۱۹۲۸ء

(۱۸۰)

اعظم گڈھ جوابی تار ۱۱ر جون ۲۸ء

بہ نام مولانا عبدالماجد۔ خاتون منزل، گولہ گنج۔ لکھنؤ

کل ہی واپس آیا ہوں۔ متردد ہوں۔ خیریت کا تار دیجئے[۶۱۴]۔

سید سلیمان

(۱۸۱)

دارالمصنفین، اعظم گڈھ

محترم السلام علیکم

نوید صحت سے مسرت بے اندازہ ہوئی، اُمید ہے کہ دیوبند کے سفر سے مراجعت ہوگئی ہوگی، آج لکھنؤ کا قصد ہے، مطلوب الرحمان کے متعلق کچھ کیا جائے گا۔

جامعہ کی مطبوعہ کتاب پر محمود شیر صاحب نے جو کچھ لکھا ہے اُس کو سرسری دیکھا ہے

۶۱۳ء میں اس وقت شدید تپ میں مبتلا ہو گیا تھا اور لاری پر ڈال کر دریاباد سے لکھنؤ لایا گیا تھا۔ مولانا محمد علی یورپ گئے ہوئے تھے اُن کا روزنامہ ہمدرد (دہلی) میری نگرانی میں تھا۔

۶۱۴ء شروع جون میں سفر دہلی سے واپس ہوتے ہی تپ شدید میں مبتلا ہو گیا تھا۔ ہمدرد (دہلی) وغیرہ میں علالت کی اطلاعیں چھپی تھیں، سید صاحب پڑھ کر بیچین ہو گئے تھے۔ ملاحظہ ہو مکتوب سابق

اصل کتاب میرے پاس نہیں آئی ہے۔

"نامۂ دار المصنفین" بجیب اشرف صاحب شاید لکھیں ۶۱۵۔ نیاز سے آپ بے نیاز رہیں، زیادہ اہمیت نہ دیجئے کہ یہی اُن کی منتہائے آرزو ہے ۶۱۶۔ والسلام

سید سلیمان ندوی ۴ رجولائی ۲۸ء

(۱۸۲)

دار المصنفین، اعظم گڑھ

محترم - دام کرمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ امید ہے کہ مزاج سامی بہ خیر ہوگا۔

مولوی ابوالاعلیٰ صاحب مودودی نے اسلام اور جنگ پر جو سلسلۂ مضمون لکھا تھا اور الجمعیۃ میں شائع ہوا تھا، اُس پر موصوف نے مع اضافہ ابواب کثیر تین ساڑھے تین سو صفحوں کی ایک کتاب لکھی ہے جو معیار کے مطابق اور پُر معلومات ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ اس کو دار المصنفین شایع کرے، اور اس کے معاوضہ میں وہ اُن کو دائمی رُکن بنائے اور اپنی مطبوعات سالانہ و معارف اُن کو دیا کرے، میرے نزدیک یہ شرط کچھ زیادہ نہیں ہے۔ میں مشورہ کے لئے آپ کے پاس فہرست بھیجتا ہوں، تاکہ اپنی رائے سے آپ مطلع فرما سکیں ۶۱۷۔

آجکل معارف کے مضامین نکاح سے شروانی صاحب مجھسے ناراض ہو گئے ہیں ۶۱۸، یا للعجب!

والسلام۔ سید سلیمان ندوی ۲۶ رجولائی ۲۸ء

---

۶۱۵ میں نے لکھا تھا کہ ہمدرد کے لئے ہر مہینہ ایک نامۂ دار المصنفین کسی سے بھجواتے رہیئے۔

۶۱۶ نیاز کے رسالہ نگار کے حملے اب شعائرِ اسلام پر بہت زیادہ ہونے لگے تھے، سید صاحب کی رائے اُس وقت یہ تھی، کہ ردّ و جواب سے، ایسے فتنہ گروں کے فتنے اور زیادہ بڑھ جاتے ہیں۔

۶۱۷ یہ رائے مجھ سے بہ حیثیت رُکن مجلس دار المصنفین حسب ضابطہ طلب کی گئی تھی — مولانا مودودی کی یہ وہی کتاب ہے جو "الجہاد فی الاسلام" کے نام سے شائع ہوئی۔ اُس وقت تک میرا اور سید صاحب دونوں کا خیال مولانا مودودی سے متعلق بہت اچھا تھا۔

دار المصنفین، اعظم گڈھ

محترم۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مودودی کی فہرست آپ نے واپس نہ کی، اُس کو مولوی عبدالباری صاحب کے پاس بھیجا ہے۔ آپ سے کتاب کے سنجانب دار المصنفین کے شائع ہونے کا سوال کیا تھا، اس کا جواب نہ ملا۔ مہربانی فرماکر اس کا جواب دیجئے، اور فہرست واپس بھیج دیجئے۔ فہرست اس لئے بھیجی تھی کہ کتاب کے متعلق اندازہ لگانے کا موقع ملے۔

فیہ مافیہ[۶۱۹] کا پروف عزیزی تو میں نے دیکھا ہے، اور آخری پروف بھی دیکھ لوں گا، مگر اُن کی عبارت بڑی پیچیدہ ہوتی ہے۔

برادرم مولوی عبدالرزاق کے انقلابِ خیال پر ہمدردانہ افسوس و تأسف ہوتا ہے۔ گو وہ اس کا تخم مصر سے لائے، مگر یہاں ندوہ میں مولانا امیر علی مرحوم[۶۲۰] کی صحبت میں وہ بہت کچھ درست ہو گئے تھے، مگر اس کے بعد ایک ایسے شخص کی صحبت نے اُن کو متاثر کیا جن کی نسبت کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا۔[۶۲۱]

---

۶۱۸ سید صاحب کو بحیثیت ایڈیٹر معارف یہ جو تجربہ ہوا، کچھ نیا نہیں۔ ہر ایڈیٹر کے لئے دوستوں کی طرف سے ملامت کچھ لازمی سی ہے۔ یہاں شروانی صاحب سے مُراد مولانا محمد حبیب الرحمٰن خاں شروانی علیگڈھ ہیں جو سید صاحب کے بڑے مخلص اور قدر دان تھے۔

۶۱۹ وہی ملفوظات مولانائے رومی، جو پہلی بار میری تہذیب کے بعد طبع ہو رہی تھی۔

۶۲۰ ساکن ملیح آباد۔ صدر دار العلوم ندوہ۔ مؤلف تفسیر مواہب الرحمٰن (۳۰ ضخیم جلدوں میں)، مترجم ہدایہ و عالمگیری وغیرہ ایک فاضل بے بدل تھے، اور تقویٰ میں اپنی نظیر آپ۔ سید صاحب کے ہمدردانہ تأسف کا تعلق مولوی عبدالرزاق خاں ندوی کے مذہبی خیالات سے ہے۔

۶۲۱ اشارہ مولانا ابوالکلام آزاد کی جانب ہے۔

میں نے دارالعلوم سے استعفا دے دیا[۶۲۲] حالات ہی کچھ ایسے تھے، گو اس کا افسوس ہے کہ دارالعلوم اس موجودہ حالت سے بھی زیادہ تباہ ہو جائے گا۔ والسلام

سید سلیمان ندوی ۲؍اگست ۲۸ء

(۱۸۴)

دارالمصنفین، اعظم گڈھ

محترم۔ دام لطفہ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ مولوی ابوالجلال صاحب چند ماہ سے یہاں سے الگ ہوکر ہمارے ہی ذریعہ سے مدراس ایک عربی مدرسہ میں مدرس ہو کر چلے گئے، میں نے ان کی جگہ مولوی سید محمد صاحب ندوی کا تقرر مناسب سمجھا ہے، بمشاہرہ ۳۰ روپے ماہوار۔ مولوی مسعود علی صاحب۔ اور مولانا حمید الدین صاحب نے موافق مشورہ دیا ہے، امید ہے کہ آپ بھی اس کو پسند فرمائیں گے، مہربانی فرماکر آپ اپنی رائے سے جلد مطلع فرمائیے۔[۶۲۳]

سید سلیمان ناظم دارالمصنفین۔ ۴؍اگست ۲۸ء

(۱۸۵)

اعظم گڈھ

مجی! وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ

والا نامہ نے مفتخر کیا، میں پہلے آپ کے فقیہانہ اقتباسات وجوابات کا مطلب نہیں سمجھا تھا، بارے ہمدرد کے ایک مقالہ نے جس میں گمراہ کن استفتا کے فتوی اور "علامہ" کی حیضی ہوئی ڈگری کا ذکر تھا، میں سمجھا شاید حج کے متعلق زمیندار میں میرا کوئی فتوی شایع کیا گیا ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ کلکتہ سے ایک صاحب نے ایک پرائیوٹ فتوی پوچھا تھا،

۶۲۲؎ یعنی دارالعلوم ندوہ کی معتمدی تعلیمات سے۔ یہ علیحدگی بحمد اللہ عارضی ثابت ہوئی۔

۶۲۳؎ یہ سید صاحب کا باضابطہ مراسلہ بہ حیثیت ناظم دارالمصنفین ہے۔ میری رائے بہ حیثیت کارکن دارالمصنفین دریافت کی ہے۔

میں نے اُس کا جواب دے دیا۔[۶۲۴]

آپ نے جو عبارتیں نکالی ہیں، اُن کے جوابات خود انھیں کتابوں میں ہیں اور اُن کی غلطیاں دکھائی گئی ہیں۔ اس فتوی سے پہلے قرامطہ کا حال اور تاریخ بھی ملاحظہ کرنا ضروری ہے۔[۶۲۵]

میرے اور آپ کے لئے اب یہ بہتر ہے کہ عزلت جبال والی حدیث فتنہ پر عمل کریں،[۶۲۶] ذا جتنب الفرق کلھا۔ میری خاموشی کے باوجود مجھے چھیڑا جاتا ہے، مگر مجھے امید ہے کہ میں اپنی خاموشی سے اُن کو بھی خاموش کر دوں گا۔

میں انشاء اللہ کل ۳۰ کو روانہ ہوں گا اور ۳۱ کی صبح لکھنؤ پہنچوں گا، اور یکم کو کانپور جاؤں گا، پھر واپس آؤں گا۔ والسلام

سید سلیمان ۲۹ راکتوبر ۲۸ء

(۱۸۶)

دار المصنفین، اعظم گڈھ

محترم وعلیکم السلام

مضمون ملا، شکریہ۔ اس مضمون کے ترجمہ کرانے کا خیال ہی تھا کہ یہ پہنچ گیا، اور ترجمہ

۶۲۴ـ شریفی سعودی جھگڑے کے ردِ عمل کے طور پر ہندوستان میں قلمی جنگ چھڑی، اب بھی جاری تھی۔ اور اب زمیندار و ہمدرد مختلف کیمپوں میں تھے۔ سید صاحب ممدوح الطرفین تھے۔ مولانا محمد علیؒ نے ایک بار ہمدرد میں لکھا تھا کہ سید صاحب جب زمیندار کے مسلک کے موافق کچھ لکھ دیتے ہیں تو انھیں زمیندار کے کالموں میں "علامہ" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے، اور جب صورت اس کے برعکس پیش آتی ہے، تو معاً اُن سے علامی کی ڈگری چھین لی جاتی ہے۔

۶۲۵ـ فرنگی محل اور بعض دوسرے علماء کی طرف سے ایک فتوی التوائے حج کا چھپا تھا۔ یعنی اگر سعودی حکومت اپنی زیادتی سے باز نہ آئی، تو اس سال حج ملتوی کیا جا سکتا ہے، جیسا کہ فتنۂ قرامطہ کے زمانہ میں ایک بار پہلے بھی ہو چکا ہے۔ اس فتوی کی کسی حد تک تائید میں مولانا محمد علی بھی تھے، اُن کا کہنا تھا کہ اگر کوئی صورت سعودی حکومت کی اصلاح حال کی نہ باقی رہے، تو آخر میں اس پر بھی عمل کی نوبت آسکتی ہے، نہ یہ کہ اس پر اسی وقت عمل شروع ہو جائے۔ سید صاحب کسی حد تک بھی اس کے روادار نہ تھے۔

کی تکلیف سے نجات مل گئی۔ مترجم صاحب کو جانتا ہوں، میرے قدیم شناسا، اور ایک حیثیت سے تھوڑے سے قریب بہ شاگرد ہیں! اصلی شاگرد یہ مولوی عبد الحلیم صاحب صدیقی کے ہیں۔

آپ کا خط جو سلطان الاولیاء اور فرشتہ کے متعلق آپ نے لکھا تھا ایک خاص ضرورت سے دسمبر کے معارف میں دے دینا پڑا۔[۶۲۷]

رقعات عالمگیری[۶۲۸] کو حضور نظام کے ساتھ معنون کرنے کی درخواست بدستخط مولانا شروانی صاحب و نواب مہدی یار جنگ حضور میں پیش ہو گئی ہے۔[۶۲۹] مولوی عبد الباری صاحب کا کوئی پتہ نہیں ہے۔

شروانی صاحب اجمیر کی دعوت دے رہے ہیں۔[۶۳۰] والسلام

سید سلیمان ۱۲ر دسمبر ۲۸ء

(۱۸۷)

دار المصنفین، اعظم گڈھ

محترم دام لطفہ

السلام علیکم۔ ہم دونوں یہاں ہیں۔[۶۳۱] والسلام

سید سلیمان ۳ر جنوری ۲۹ء

۶۲۶ؔ یعنی حسب ارشاد نبوی، اُمت کے شدید انتشار و خلفشار کے دور میں سب سے کنارہ کش ہو کر گوشہ نشین ہو جائیں۔

۶۲۷ؔ فرشتہ سے مُراد تاریخ فرشتہ ہے اُس کی ایک غلطی پر بحث معارف کے دسمبر ۲۸ء نمبر میں موجود ہے۔

۶۲۸ؔ مُرتبہ مولوی نجیب اشرف ندوی، ایم اے رفیق دار المصنفین

۶۲۹ؔ مولانا شروانی اس وقت تک صدر الصدور اُمور مذہبی مملکت آصفیہ دکن تھے۔

۶۳۰ؔ مولانا شروانی باوجود اتباعِ شریعت، عرسِ اجمیر میں حاضری دیا کرتے تھے۔

۶۳۱ؔ یعنی خود سید صاحب اور مولوی مسعود علی صاحب۔ میں نے مع اہلیہ، ارادہ حج کا کر لیا تھا۔ قبل روانگی سید صاحب سے ملنا ضروری تھا، علمی رہنمائی اور مشوروں کے لئے۔ یہ جواب میرے تار کا ہے۔

دارالمصنفین، اعظم گڈھ

محترم دام کرمکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ والا ناموں نے سرفراز کیا۔ سیرۃ کے ٹکڑے باہم اس طرح دست و گریباں ہیں کہ ایک کو لینا غلط فہمیوں کا موجب ہو سکتا ہے، دوسرے یہ کہ ہنوز وہ مُبیضہ نہیں ہوئے ہیں، ایک ٹکڑا عبادات کا مُبیضہ ہو چکا ہے، وہ بھیجتا ہوں، تاہم اس اصل کی ضرورت رہے گی کہ مُبیضہ کی تصحیح ہو سکے۔

ضروریاتِ سفر کی جو فہرست آپ نے بھیجی ہے،[۶۳۲] بالکل مکمل ہے، صرف اچار اور کچھ شیشیوں کی ضرورت ہے جو آپ یہیں سے ساتھ رکھ لیں گے۔ دواؤں میں دست اور پیچش کی دوائیں ضرور ہوں۔

ہاں صاحب ستو تھوڑا ضرور ساتھ لیتے جائیے، خوب کام دیتا ہے اور ٹھنڈک پہنچاتا ہے۔[۶۳۳] خصوصاً چاول کا۔ کپڑا دھونے کا صابن بھی ضروری ہے۔

منیٰ اور عرفات میں کھانا پکانے کا انتظام وہیں کیجئے گا۔ کھچڑی پکے گی، اور یہی اکثر رفیق رہے گی۔ ایک آدھ وقت کا کھانا مکہ معظمہ ہی کا پکا ہوا ساتھ رہے گا، مگر گرمی شدید ہونے کے باعث زیادہ نہیں چلے گا۔[۶۳۴]

ایک اور چیز ضرور یاد آئی۔ دور سے اپنے خیمہ کو یا شغدف کو پہچاننے کے لئے کسی رنگ یا خاص علامت کی جھنڈی مکہ معظمہ میں بنوا لیجئے، جو چلنے میں شغدف میں یا قیام کی حالت میں چھولداری میں لگا لیجئے گا، تاکہ جلد پتہ مل سکے۔[۶۳۵] والسلام

سید سلیمان، ۲ محرم ۱۳۴۸ھ - ۱۰ جون ۱۹۲۹ء

۶۳۲ؐ اُسی غرضِ حج کے سلسلہ میں، سید صاحب نے پہلا حج تین سال قبل ۱۹۲۶ء میں کیا تھا۔ بہ حیثیت صدرِ وفدِ خلافت۔

۶۳۳ؐ سید صاحب کا یہ مشورہ پوری طرح مفید ثابت ہوا۔ ۶۳۴ؐ اُس سال حج مئی کے مہینہ میں پڑ رہا تھا۔

۶۳۵ؐ یہ بھی بڑے کام کی بات نکلی — میں نے اس پر عمل نہ کیا، تو نتیجہ بھی خوب بھگتا۔

(۱۸۹)

۷۸۶

دار المصنفین۔ اعظم گڈھ

هنيئاً لمن زار المدينة والحرم
تقبل منه الله بالفضل والكرم [۶۳۶]

سید سلیمان ۲ محرم ۱۳۴۸ھ۔ ۱۱ جون ۲۹ء

(۱۹۰)

ندوہ، لکھنؤ

محترم السلام علیکم

چونکہ آپ نے میرے دو سطری تہنیت کا جواب براہ راست نہیں دیا، اس لئے مراسلت کا سلسلہ آگے نہ بڑھ سکا۔ حالانکہ مجھے آپ سے بہت کچھ سُننا تھا، بہرحال میں آج کورٹ میٹنگ میں علی گڈھ جارہا ہوں، انشاءاللہ ۸ر کو لکھنؤ واپس آؤں گا، اور ۱۰ر کو شاید مع ڈاکٹر ذاکر صاحب دریاباد حاضر ہوں گا۔ [۶۳۷]

مولانا عبدالباری سے ملاقات نہ ہو سکی۔ کل وہ چلے گئے ہیں آج ۶ر کی صبح کو آیا!

والسلام

سید سلیمان ۶ر جولائی ۲۹ء

(۱۹۱)

دفتر دار المصنفین، اعظم گڈھ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ

عنایت ناموں کا شکریہ۔ استفسار نامہ کا کچھی جواب یہ ہے کہ طبقات ابن سعد جزء وفات

---

۶۳۶ یہ تہنیت نامہ سفر حج سے میری واپسی پر موصول ہوا

۶۳۷ چنانچہ دونوں صاحب ۱۰ر کو دن بھر کے لئے آئے، یہ ڈاکٹر ذاکر حسین خاں، جو اُس وقت جامعہ ملیہ کے پرنسپل تھے، وہی ہیں جو بعد کو علی گڈھ کے وائس چانسلر ہوئے، اور پھر بہار کے گورنر، اور ان سطور کی تحریر کے وقت، ماشاءاللہ نائب صدر جمہوریہ ہیں۔

ہیں مختلف روایتوں کے اندر وہ الفاظ موجود ہیں جو عبدالرزاق صاحب کی کتاب میں ہیں، مگر یہ تمام روایتیں لغو اور ناقابل اعتبار ہیں[۶۳۸]۔

میں نے نکاح نابالغہ پر اُس وقت پے بہ پے نوٹ اور مضامین لکھے، جب آپ سب صاحبان خاموش تھے، مگر آپ کو اپنے حوالہ کے لئے مولانا کفایت اللہ صاحب اور جمعیۃ العلماء اور مولانا محمد علی ہی صاحب یاد رہے[۶۳۹]، دوستانہ گلہ ہے۔

میں نے یعقوب صاحب[۶۴۰] کو جو کچھ لکھا ہے وہ میرے شایع شدہ نوٹوں اور تحریروں کے خلاف نہ تھا، میں نے یہ لکھا ہے کہ نصوص شرعی کے اشارات سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ نکاح بحالت بلوغ مستحسن ہے، اگر مسلمانوں کی حالت کا اقتضاء یہ ہو کہ عدم بلوغ کے غیر مستحسن نکاح سے لوگوں کو روکا جائے تو مسلمانوں کا امام ایسا کر سکتا ہے، مگر غیر مسلم حکومت میں ایسا نہیں ہو سکتا، بجز اس کے مسلمان قضاۃ کا تقرر ہو، اور وہ اسلامی مصالح کی بنا پر کوئی حکم دیں اور اُس پر کوئی تعزیر جاری کریں، مگر نکاح اور اُس کے لوازم ناجائز نہیں ہو سکتے۔ میں نے اپنی یہ رائے مولانا کفایت اللہ اور مولانا محمد علی لاہوری[۶۴۱] کو لکھ بھیجی تھی۔

"لیگ اگینسٹ ملّا ازم" کا ایک جواب میں نے دو تین روز ہوئے مدینہ میں بھیج دیا ہے، قند میں زہر ہے، پڑھئے گا۔

والسلام

سید سلیمان ندوی ۲۳ ستمبر ۲۹ء

سید صاحب علیگڑھ، کورٹ کے بجائے کسی اور میٹنگ میں جا رہے ہوں گے اس لئے کہ اول تو کورٹ کی میٹنگ کا وقت اپریل یا اکتوبر ہوتا ہے نہ کہ جولائی۔ دوسرے کورٹ کا ممبر میں خود بھی تھا، اور پابندی سے اس میں جایا کرتا تھا۔

۶۳۸ ملیح آبادی صاحب نے اپنے رسالہ "رحلت مصطفیٰ" میں حضورؐ کے جسم بعد از وفات سے متعلق ایک بڑی تکلیف دہ روایت طبقات ابن سعد کے حوالہ سے لکھ دی تھی۔ میں نے اس کی تحقیق سید صاحب سے چاہی تھی۔

۶۳۹ بیچ کے کسی شذرہ کی طرف اشارہ ہے۔ ممانعت عقد نابالغان کا قانون اُس وقت اسمبلی میں پیش تھا۔ اور مولانا محمد علی، مفتی کفایت اللہ صاحب وغیرہ اسے مداخلت فی الدین قرار دے کر زبردست احتجاج اس کے خلاف کر رہے تھے۔

(۱۹۴)

دفتر دار المصنفین، اعظم گڈھ

محترم اوصلکم اللہ الی متمناکم

وعلیکم السلام۔ آپ تھانہ بھون میں، اس چلہ کی سردی میں ایک چلہ بسر کریں گے،[٦٤٣] کل میسر لما خلق، حق ہے۔

مدینہ نے میرا مضمون نہیں چھاپا، وجہ نہیں معلوم، شاید کہ وہ خود اس کا حامی ہو، اور تو کوئی وجہ نہیں۔[٦٤٤]

اسلامک ریویو والا مضمون "تصوف اور مصلح اعظم" اشاعتِ اسلام میں آگیا۔[٦٤٥] آپ کے مضمون کے لہجہ کا نوجوانانِ جامعہ پر الٹا اثر پڑتا ہے، میرا اندازہ ہے، اطلاع نہیں۔ قیاس ہے، خبر نہیں۔[٦٤٦]

پچ کے شذرہ میں حوالہ صرف انھیں لوگوں کی سعی و جہد کا تھا۔

٦٤٠ سر محمد یعقوب مراد آبادی (علیگ) انڈین لیجسلیٹو اسمبلی کے ڈپٹی اسپیکر، مسلمان لیڈروں میں اس وقت پیش پیش تھے۔

٦٤١ یہ نشہ قابلِ لحاظ ہے کہ لاہور کی جماعت "احمدیہ" کے امیر کے لئے سید صاحب لفظ "مولانا" لا رہے ہیں۔

٦٤٢ یہ "اینٹی ملا لیگ" انھیں ملیح آبادی صاحب نے کلکتہ میں قائم کی تھی۔

٦٤٣ حکیم الامت مولانا تھانوی کے مواعظ وغیرہ پڑھ کر ادھر سال ڈیڑھ سال سے مجھے اُن سے خصوصی عقیدت پیدا ہو گئی تھی، اور میں وہاں حاضری دینے لگا تھا۔ اس وقت لمبی حاضری دو ہفتہ کے ارادہ سے تھی۔ ایک سالم کرایہ کا مکان اس مدت کے لئے لے لیا تھا۔ بھائی صاحب سہارنپور میں ڈپٹی کلکٹر تھے اس لئے اور زیادہ سہولت پیدا ہو گئی تھی۔ سید صاحب بھی اس وقت تک مولانا سے بدعقیدہ نہیں رہے تھے۔ بلکہ کچھ رجحان اُن کی جانب پیدا ہو گیا تھا۔ میرے قیام کے چلے اور سردی کے چلے میں جو مناسبت ہے، ظاہر ہے اور یہ مناسبت لفظی کی رعایت، سید صاحب اور اُن کے ہونے والے مرشد میں مشترک تھی۔

٦٤٤ اب خیال نہیں کہ اس وقت مدینہ (بجنور) کس کے ہاتھ میں تھا، ممکن ہے کہ بزمی بھوپالی کے ہاتھ میں ہو۔ بہرحال یہ واقعہ بھی تاریخ میں محفوظ رہنے کے قابل ہے، کہ جس فاضل بے بدل کا مضمون ہر اخبار کی عزت افزائی کے لئے کافی تھا، اُس کے عطا کئے ہوئے مضمون کو قبول کرنے سے انکار کر دیا! — مضمون (جیسا کہ پچھلے ہی خط میں گذر چکا ہے) ملیح آبادی کی "اینٹی ملا لیگ" سے متعلق تھا۔

شروانی صاحب کے اس عتاب کی وجہ نہیں کھلتی، کیا وہی مشرقیت اور مغربیت کی جنگ[۶۴۷] لکھنؤ کے ادبی مناظرہ میں مجھ سے بھی استفسار تھا، میں نے تو بے زباندانی کے عذر پر ٹالا[۶۴۸]

شاردا بل پر اپنا خیال اور واقعہ نومبر کے "معارف" میں لکھ دیا۔

۱۳ر اکتوبر کو اعظم گڈھ سے لکھنؤ جا رہا تھا، راستہ میں درد گردہ کا شدید دورہ ریل میں ہوا، رات بھر تا لکھنؤ قیامت گزرتی رہی، ڈاکٹر عبد العلی صاحب کا علاج ہے۔ ۱۵ر کو پھر جا رہا ہوں، جہاں آپ ہیں، اُس کی نسبت میں اپنا حال کیا کہوں[۶۵۰]۔

حسرت! لعل اللہ یرزقنی صلاحًا

دعائے خیر کا طالب سید سلیمان ۱۲ر نومبر ۲۹ء

---

[۶۴۵] انگریزی ماہ نامہ اسلامک ریویو (ووکنگ) کے اردو ایڈیشن کا نام اشاعتِ اسلام تھا، جو لاہور سے نکلتا تھا۔

[۶۴۶] سید صاحب کا اندازہ صحیح تھا۔ جامعہ والے مجھے اپنا مخالف سمجھنے لگے تھے۔

[۶۴۷] مولانا شروانی اور حیدری صاحب فنانس منسٹر کے درمیان حیدرآباد میں کشمکش اب اچھی خاصی شروع ہو گئی تھی، اور اعلیحضرت نظام کی وہ نظرِ عنایت نہیں رہی تھی، بلکہ ایک گونہ زیرِ عتاب تھے۔

[۶۴۸] مناظرہ زبان لکھنؤ کے بعض محاوروں سے متعلق تھا۔ ایک طرف مرزا محمد عسکری لکھنوی اور ظفر الملک علوی کاکوروی تھے اور دوسری طرف حکیم آشفتہ۔ استفسارات میرے پاس بھی آئے تھے۔ اخبارات اور رسالے اس بحث سے گونج رہے تھے۔

[۶۴۹] وہی نکاح نابالغ کو جرم قرار دینے والا مسودۂ قانون، جو اس وقت اپنے محرک، پنڈت ہربلاس شاردا کے انتساب سے شاردا بل کے نام سے موسوم ہوا۔

[۶۵۰] میں اس زمانہ میں تھانہ بھون میں کئی ہفتوں کے لئے مقیم تھا۔ سید صاحب نے حضرت تھانوی سے تعلق اپنے جذبات عقیدت کو بہت دنوں دبائے رکھا۔ بیعت کی نوبت تو کہیں اس کے گیارہ برس بعد آئی۔

(۱۹۳)

۴۸۶

دار المصنفین، اعظم گڈھ

محترم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ

آپ کو غلط خبر ملی، میں ۲۹ر کو لکھنؤ سے چل دیا تھا، اُس خلوت میں[۶۵۱] میرا بھی "ذکرِ خیر" آیا یہ میری سعادت ہے۔ پرسوں میرے نام "النور"[۶۵۲] کا وہ نمبر آیا ہے، جس میں استفتاء ربوا حیدرآباد کا طویل جواب ہے۔ رسالہ کی لوح پر لکھا ہے کہ مولانا حکیم الامت کے حسب الحکم مرسل ہے۔ اس پر یُزدر تقریظ لکھ کر بھیج دیجئے۔ میں مولانا کے اس حُسنِ ظن کا کس طرح شکریہ ادا کروں، چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک!

آپ تجویز "نظامِ مذہبی" کی نسبت کیا رکھتے ہیں؟ اور اگر آپ متفق ہیں تو کس طرح، کیونکر، کن اختیارات کے ساتھ، اور کس کس دائرہ کو محیط۔ اس کا اندرونی مقصد ایک قسم کی مسلمانوں کو مذہبی "اٹانومی" ہے اور اس سے وہ تمام خطرات جو سوراج کے نام سے مسلمانوں کو پیش آتے ہیں دور ہو جائیں گے۔ اگر اس چیز کو ہوشیاری سے اُٹھایا جائے تو کامیابی یقینی ہے۔

سیرۃ کے حصہ سوم کے جن الفاظ مندرجہ صفحہ ۲۹۹ پر کسی کو اعتراض ہو تو اُس سے کہئے کہ وہ طبع دوم صفحہ ۳۹۳ ملاحظہ فرمائیں اُس میں ترمیم کردی گئی ہے" اور اپنے خیال میں وہ آنحضرت صلعم کو (دعوائے نبوت میں) نعوذ باللہ جھوٹا اور کاذب" کیا یہ ترمیم کافی نہیں؟ شاید یہ خطّہ حیدرآباد کے کوئی صاحب ہوں گے۔ ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب کا خط اچھا تھا، اور اس کی روح مسالمانہ تھی۔[۶۵۳]

---

۶۵۱ یعنی حضرت تھانویؒ کی مجلس میں ــــ مسترشد کا دل اسی وقت گھائل ہو چکا تھا۔

۶۵۲ ماہنامۂ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ (تھانہ بھون) سے شایع ہونے والا۔

۶۵۳ مکتبہ جامعہ ملیہ سے شایع ہونے والی ایک لغو کتاب سے متعلق جس پر سچ (سابق صدق) نے شدید اعتراضات کئے تھے۔ ڈاکٹر ذاکر حسین خاں اُس وقت جامعہ ملیہ کے پرنسپل تھے۔

مولانا سید علی زینبی صاحب کی دار العلوم سے علیحدگی کی افواہ میں نے سنی ہے، مگر باقاعدہ نہ انھوں نے اطلاع دی اور نہ مجھ سے زبانی ہی اس کا ذکر کیا، بہرحال اگر ایسا ہوا بھی تو علی سبیل التدریج والترقی ادب کی تعلیم کی سب سے نیچے کی جگہ خالی ہوگی، وہ مولوی محمد ایوب صاحب[۶۵۴] کے لئے موزوں نہ ہوگی، اور دار العلوم کی موجودہ اقتصادی حالت کو پیش نظر رکھتے ہوئے درجہ تکمیل ادب کے کسی مستعد لڑکے کو اعزازی طور سے دی جائیگی۔ میں خود اس کا متمنی ہوں کہ فرنگی محل سے تعلقات پیدا ہوں، لیکن حالات پر قابو نہیں۔

والسلام سلیمان ۲۰ر دسمبر ۱۹۲۹ء

(۱۹۴)

دار المصنفین، اعظم گڈھ

مخترم السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ نے اپنے رقعات کے ذریعہ کئی دفعہ یاد فرمایا، مگر میں جواب نہ دے سکا۔ صحت کی خرابی مغموم وافسردہ رکھتی ہے، مجھ سے زیادہ خسر الدنیا والآخرۃ کون ہوگا۔ ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ۔

مفتی عبد اللطیف صاحب کے عربی استفتائے ربوا کا جو جواب مولوی ظفر احمد صاحب نے لکھا ہے، مجھ سے اس کی تقریظ کی خدا جانے کیونکر فرمائش کی تھی، کیا اس کے اندر آپ کا تو ہاتھ نہیں، بہرحال آٹھ صفحوں میں عربی میں اصل مسئلہ پر تکملہ و تقریظ لکھ کر بھیج دیا، مولانا اشرف علی صاحب نے استحسان کیا، اسی سلسلہ میں مولانا سے بھی مکاتبت کی جرأت ہوگئی[۶۵۵]۔

کتابیں پہنچیں، شکریہ۔ مولانا شروانی شاید آٹھ نو رمضان المبارک کو دار المصنفین آئیں، میں وطن جا رہا تھا، رک گیا۔ اب آپ فرمائیں، ان دنوں میں نقل و حرکت

---

[۶۵۴] یہ ایک صاحب فرنگی محل کے تھے۔

[۶۵۵] تکوینی انتظام کیسے لطیف طریقہ پر سید صاحب اور حضرت تھانوی کے درمیان ربط قائم ہوگیا!

ممنوع تو نہیں، سال[۶۵۶] کا آخر بھی ہے، حسابات سب تیار ہیں۔ اگر آپ نہ آسکیں تو پھر تین ہی آدمیوں کا جلسۂ کارکن ہو جائے۔

سید سلیمان ۲۹ر شعبان ۵۲ھ (یکم فروری ۳۴ء)

(۱۹۵)

دفتر دار المصنفین، اعظم گڑھ

محترم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ

مولانا شروانی اسی رمضان میں، ۷ر فروری کو دربار وسیرائے میں شرکت کریں گے، یہ یقین ہے، اس کے بعد ۸ر کو ۹ر کو ۱۰ر کو جب جی چاہے آئیں، لکھنؤ سے آئیں گے۔

قرآن و سائنس کے نوٹ پر میں اپنی غلطی نہ سمجھ سکا۔ یعنی کیا یہ کہ قرآن پاک کی آئتیں جن عجائب قدرت کا ذکر موعظت واعتبار اور تدبر و تفکر کے لئے کرتی ہیں، ان سے مختلف علوم اور سائنس کا اشارہ سمجھنا غلطی ہے۔ یہ اگر غلطی ہے تو تیسری صدی سے آج تک ہوتی آئی ہے۔ اس قدر متشدد نہ بنیئے[۶۵۷]۔ بہرحال آپ ذرا چند سطروں میں لکھئے کہ کیا مقصود ہے؟ والسلام۔

سید سلیمان ۵ر رمضان ۵۲ھ (۵ر فروری ۳۴ء)

(۱۹۶)

دفتر دار المصنفین، اعظم گڑھ

محترم دام لطفہ

السلام علیکم۔ مولانا شروانی صاحب آئے بھی اور گئے بھی، اور آپ کا انتظار ہی رہا۔ دوسرے دن آپ کا رقعہ مل گیا تھا۔ شروانی صاحب کو خود حیرت تھی کہ آپ

---

[۶۵۶] یعنی بوجہ ماہ رمضان۔

[۶۵۷] اب تفصیل یاد نہیں۔ بہرحال زندگی کے اس دور میں سید صاحب نے مجھے میرے مولویانہ تشدد پر ایک سے زائد بار ٹوکا تھا

کیوں نہ آئے، آپ کا رقعہ انھوں نے بھی دیکھا، بہرحال اگر آپ آسکتے تو بہتر ہوتا۔ اُن کی آمد مختلف حیثیتوں سے کامیاب رہی، خود اُن کو بھی خوشی ہوئی۔ ملت میں کسی نامہ نگار نے حالات لکھے تھے، آپ کی نظر سے گزرے ہوں گے۔ مسجد کی بنیاد بھی موثر تھی،[۶۵۸] دو ہزار کی رقم مسجد کی تعمیر کے لئے نواب سر مزمل اللہ خاں سے وصول ہوئی، باقی تین ہزار مئی میں وصول ہوں گے، کام کی ابتدا ہو رہی ہے۔

رسائل انگریزی کا پیکٹ ملا۔

رقعات عالمگیری پر مفصل تبصرہ چاہیئے۔ اسلام اور قانون جنگ کا نام "الجہاد فی الاسلام"[۶۵۹] کردیا ہے، ماڈرن مخلوق نام پر گرتی ہے۔

امسال مجلس کا رکن کا جلسہ اب تک نہیں ہوا ہے، کیا گرمیوں میں ہو۔

رمضان کی برکت دیکھئے کہ آپ نے کارڈ دار المصنفین لکھنؤ کے نام بھیجا مگر وہ ڈاکخانہ لکھنؤ سے شبلی منزل اعظم گڈھ کے پتہ سے واپس آگیا۔ والسلام

سید سلیمان ۲۵؍ رمضان المبارک ۱۳۴۸ھ (۲۵؍ فروری ۱۹۳۰ء)

(۱۹۷)

(۶۷۱)

دفتر دار المصنفین، اعظم گڈھ

محترمی! وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ

یاد آوری کا شکر گذار، کلمات تعزیت اُس کو سُنا دیئے، جس کو اپنی گود کے خالی ہونے کا زیادہ غم تھا۔ چھ مہینہ کی ننھی بچی تھی،[۶۶۰] شہلا نام رکھا تھا، مولوی مسعود علی صاحب

۶۵۸؎ دار المصنفین کے احاطہ میں خوشنما اور قابلِ دید مسجد کا سنگ بنیاد مولانا شروانی نے رکھا تھا۔

۶۵۹؎ مولانا ابو الاعلیٰ مودودی کا سلسلۂ مقالات الجمعیۃ میں "اسلام اور قانون جنگ" کے نام سے نکلا تھا، کتابی صورت میں اس مجموعہ کا نام "الجہاد فی الاسلام" سید صاحب ہی نے رکھا۔

۶۶۰؎ محترمہ سیدانی صاحبہ اس وقت مولوی مسعود علی صاحب کے وطن بھیارہ (ضلع بارہ بنکی) میں مہمان تھیں، وہیں سید صاحب کی چند ماہہ بچی کا انتقال ہوا۔ عبد العلی اور زین العابدین دونوں نام بھیارہ والوں کے ہیں۔

کے یہاں قیام تھا۔ میں اعظم گڑھ اور وہ دہلی، بیچارے عبدالعلی اور زین العابدین سے جو کچھ ہو سکا کیا۔ مجھے تار آیا، جب پہنچا تو اُس کے دوسرے دن اُس کا انتقال ہو گیا۔ مولوی مسعود علی صاحب بھی پہنچ گئے تھے انھوں نے کہا آپ سے اور ہم سے ہر قسم کا دنیاوی اتحاد تھا، لیکن زندگی بعد الموت کا اتحاد بھی اب پیدا ہو گیا، اور قبرستان بھی ایک ہو گیا۔[٦٦١] تمیمہ بخیریت ہے، اور اس سے چھوٹی بچی شکیلہ بھی بخیریت ہے۔[٦٦٢]

میں ادھر اُس کے بعد یکے بعد دیگرے امراض میں مبتلا رہا، سب کر کرا کے واپس آ رہا تھا کہ راستہ میں جوش چشم ہوا، چند روز اُس میں لگے، اچھا ہوا تو زبان میں چھالے پڑ گئے، یہ خشک ہوئے تو پیچش کا دور آیا، اُس سے نجات ملی تو دانتوں میں درد کا آغاز ہوا، اور آخر نشتر پر اُس کا انجام ہوا، غرض تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم۔ انہیں خلجانوں میں مع دوسرے اسباب کے حیدرآباد کے اُردو ٹائپ کانفرنس میں نہ جا سکا۔ عین وقت پر مولوی عبدالباری صاحب کا تار آیا کہ ۱۲ر کو لکھنؤ پہنچ جائیں گے، اب سے ہمت اور ہار گئی۔

سُنا ہے کہ حیدرآباد سے صدر الصدور کے بعد ناظر دینی دارالترجمہ کا عہدہ بھی ٹوٹ گیا، معلوم نہیں مولانا عمادی کہاں پھینکے گئے۔[٦٦٣]

آپ کا ایک خط بنام مولانا محمد علی "خلافت" نے چھاپا ہے، میرے نزدیک اس کی اشاعت مناسب نہ تھی،[٦٦٤] یہ کیسی دیانت ہے کہ کسی کا خط کسی کے نام پھاڑ کر کوئی پڑھ لے، اور جب جی چاہے چھاپ لے۔ مجلس عاملۂ خلافت کا بیان انتہائی استبداد

٦٦١ـ اُس وقت واقعی سید صاحب اور مولوی مسعود علی صاحب کے درمیان اتحاد و اخلاص اسی درجہ کا تھا۔

٦٦٢ـ سید صاحب کی دو بڑی بچیوں کے نام: پہلی تمیمہ سلمہا (زوجہ سید ابو عاصم بی اے ال ال بی، کراچی) میں نے اسی بچی کو گودوں میں کھلایا ہے۔ دوسری شکیلہ سلمہا (زوجہ سید حسین صاحب، اڈیشنل کمشنر، یو۔ پی)

٦٦٣ـ مولانا عبداللہ عمادی اُس وقت تک اسی عہدہ ناظر دینی سررشتہ ترجمہ پر تھے۔

الرای کا مظاہرہ ہے، بہرحال میں تو صائم عن السیاسۃ ہوں، مجھے اتنا بھی لکھنا نہیں چاہیئے تھا۔ کدھر کا قصد ہے؟ جہت متعین ہو سکتی ہے۔ امسال کیا دار المصنفین کا اجلاس انتظامی نہ ہوگا؟ مولوی عبد الباری صاحب نے بھی زمانہ متعین کیا تھا۔ اب آپ وہ مشورہ کر کے تاریخ مقرر کر لیں، ہمیں بھی وطن جانا ہے، ایک سال سے زیادہ سے مہجور ہوں۔ والسلام۔

سید سلیمان ۲۰؍اپریل ۳۰ء

(۱۹۸)

۸۶ء

اعظم گڈھ

مجبی دام لطفہ

السلام علیکم۔ سچ کی بندش[۶۶۵] بڑی تکلیف دہ ہے، خدا کرے یہ توقف عارضی ہو۔ مگر سچ کی بندش سے آپ کی زبان بندی تو ہو نہیں سکتی، تو اس کے لئے کیا تدبیر ہے، کیا مولانا روم کے مشورہ پر عمل ہوگا ع

چشم بند و گوش بند و لب بہ بند

"ندوی کے فتوی[۶۶۶]" پر آپ نے جو کچھ لکھا ہے وہ صحیح ہے، مگر یہ بھی صحیح ہے کہ ندوہ کے بجائے آپ کو مولوی حفیظ اللہ صاحب کو مخاطب کرنا چاہیئے تھا، نہ کہ ندوہ کو، خصوصاً اس حال میں کہ وہ اعلان برأت کر چکا ہے اور مضمون چھپنے سے پہلے آپ تک

---

[۶۶۴] یہ وہ زمانہ ہے کہ مولانا محمد علیؒ اور اُن کے قدیم رفیقوں کے درمیان شدید اختلافات پیدا ہو گئے تھے، ہمدرد اور کامریڈ دونوں نقصانِ عظیم اٹھانے کے بعد بند ہو چکے تھے، اور مولانا کی صحت بالکل جواب دے چکی تھی۔ میں نے کوئی خط اُن کی خصوصی ہمدردی میں انھیں لکھا ہوگا۔ اسی کے ۷، ۸ مہینہ بعد مولانا کا انتقال بھی ہو گیا۔

[۶۶۵] سچ (صدق کے نقش اول) کو سرکاری حکم سے عارضی طور پر بند کرنا پڑا تھا۔

[۶۶۶] عین اُسی زمانہ میں سرکار انگریزی کی حمایت میں ایک فتویٰ شمس العلماء مولانا حفیظ اللہ صدر مدرس ندوہ کی طرف سے شائع ہوا تھا، اور سچ نے اس پر بڑی لے دے کی تھی۔

پہنچ بھی چکا تھا، شاید آیندہ اس اصلاح کا موقع مل سکے۔

رقم صاحب[۶۶۷] کے ساتھ مجھے بھی ہمدردی ہے، مہربانی کرکے اُن کے کتابی خط کا نمونہ جو بہتر سے بہتر وہ لکھ سکتے ہوں بھجوا دیجئے۔ ساتھ ہی یہ بھی تصریح ہو کہ رقم صاحب فی جزو اُجرت کی "رقم" کیا لیں گے؟

سرغنہ طلبہ کے معاملہ میں میں بے قصور ہوں[۶۶۸]، شاید واقعہ کی پوری اصلیت آپ کو نہیں معلوم، اس منحوس سانحہ کے آغاز سے آج تک میرا رویہ طلبہ کے ساتھ باوجود ان کے طرزِ عمل سے اختلاف شدید کے، اس قدر سخت نہیں رہا ہے جس قدر میرے رفقا اور ارکان کا۔ میں ایک طرف اس فتنہ کو روکنے کی، اور دوسری طرف ارکان اور رفقاء کو نرم پالیسی اختیار کرنے کی جو کوششیں مناسب تھیں کر چکا، آخری صورت یہ تھی کہ خود مدرسین و مہتمم نے ایک تجویز پیش کی تھی، میں نے اس کی تائید کی، نواب صاحب نے قبول کیا، ڈاکٹر صاحب[۶۶۹] نے دیکھا اور پسند کیا، پھر میں نے یہ پوچھ کر تسکین کر لی کہ آپ میری خاطر یا جبر و اکراہ سے تو اُس کو پسند نہیں کرتے بلکہ آپ اپنے ضمیر کے مطابق کہیئے، اُنھوں نے اس شبہ کی تردید کرکے دوبارہ پسندیدگی ظاہر کی، میں چلا آیا۔ اُس کے بعد نواب صاحب کا خط آیا جس میں اُس تجویز کو انھوں نے رد کر دیا۔ کل مولوی عبدالباری صاحب کا خط آیا، جس سے اصل حقیقت معلوم ہوئی، اس خط کو برداشت کرنا بہت مشکل کام تھا، بہرحال میں نے وہ کیا جو میری غیرت کا تقاضا تھا، اس خط کی نقل میں آپ کو بھیجتا ہوں، اس سے آپ واقعات کا اندازہ

---

[۶۶۷] منشی امیر علی رقم۔ ایک اچھے شاعر، میرے مخلص خصوصی، اور ٹیچ کے کاتب تھے۔ ٹیچ کی بندش سے بیچارہ بھی بے روزگار ہو گئے تھے۔

[۶۶۸] دارالعلوم ندوہ میں اسٹرائک ہوئی تھی۔ اور ارکان نے بہ شمول مولانا عبدالباری ندوی سرغنہ طلبہ کی تادیب طے کی تھی میں اُس وقت تک رکن نہ تھا، سید صاحب بیچارہ پر الزام نرمی کا، اُن کے بعض رفیقوں نے قائم کیا تھا۔

[۶۶۹] نواب صاحب سے مُراد نواب علی حسن خاں صاحب (بھوپال والے) اور ڈاکٹر صاحب سے مُراد ڈاکٹر عبدالعلی ناظم ندوہ ہیں۔

کرلیں گے اور اصلیت کا پتہ لگا لیں گے۔

براہ عنایت ان حقائق مستورہ پر پردہ ہی پڑا رہنے دیجئے۔[٦٧٠]

واذا رمیتُ یصیبنی سہمی

اس لئے بجز خاموشی کے چارہ نہیں۔ والسلام

سید سلیمان   جولائی ۱۹۳۰ء

نقل خط مولوی عبدالباری صاحب

ہارڈنگ روڈ، لکھنؤ۔ ۲۰/ جولائی ۳۰ء

سیدی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

میں نے نہایت رنج و مایوسی کے ساتھ یہ سُنا کہ جلسہ میں تو آپ نے رفقائے کار کی تائید کا اعلان فرمایا تھا، لیکن بعد کو جلسہ کی اصل تجویز ہی کو حکمت عملی سے اُلٹنے کی تجویز فرمائی گئی۔

جلسہ کی صاف تجویز یہ ہے کہ سرغناؤں کو کسی صورت میں داخل نہ کیا جائے گا۔ کل میں نے ڈاکٹر صاحب اور نواب صاحب سے پوچھا کہ جلسہ کے دن تک تو آپ دونوں اور مولانا حفیظ اللہ صاحب و مولانا حیدر حسن صاحب، سب کے نزدیک "رئیس" و "قدوائی" سرغنا تھے[٦٧١]، کیا اب نہیں رہے۔ معلوم ہوا کہ احاطہ دارالعلوم سے لے کر دفتر نظامت تک جو کچھ ردوبدل ہو رہا ہے وہ محض جناب کے دباؤ اور مروت سے ہے۔ ورنہ نائب ناظم و ناظم دونوں بدستور اُن کو سرغنا سمجھ رہے ہیں، بہرحال میں نے سرِ دست زبانی گفتگو میں اور آپس ہی میں سلجھانے کی کوشش کی ہے لیکن اگر آپ کی "رفقاء کار" کی تائید کے یہی معنی ہیں تو پھر اس کارروائی کو ضابطہ میں لانے کی اجازت مرحمت ہو۔

٦٧٠؎ یعنی کسی اخبار میں کچھ نہ لکھئے۔

٦٧١؎ "رئیس" سے مراد آج کے مشہور و مقبول اہل قلم مولوی سید رئیس احمد جعفری ندوی ہیں، مصنف سیرۃ محمد علی وغیرہ "قدوائی" سے مراد مولوی عبدالسلام قدوائی ندوی ہیں، اُستاد دینیات جامعہ ملیہ دہلی، مصنف "عربی کے دس سبق" وغیرہ۔

اس لئے کہ میرے نزدیک اگر یہ سرغنا نہیں، تو پھر جلسۂ انتظامیہ کے سامنے جو کاغذات و بیانات پیش ہوئے اُن کی رو سے کوئی سرغنا نہیں۔

آپ مولوی حفیظ اللہ صاحب کے وجود کو دارالعلوم کے لئے صرف غیر مفید و بیکار خیال فرماتے ہیں، اور اپنے رفیق کار معتمد سے اُن کی بیجا حمایت و مروت کی شکایت ہے، میں ان طلبا کے وجود کو دارالعلوم کے لئے غیر مفید نہیں انتہائی مضر و زہر خیال کرتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ آپ کی رعایت و حمایت کے حدود اُن "رفیق کار" سے بہت آگے ہیں، اگر اور طلبہ بھی ایسے ہی ہیں تو اُن کے ساتھ بھی یہی سلوک فرمائیں۔

معاف فرمائیے گا آپ کے ذہن میں تحریر و تقریر، علم و ذہانت کی جو قدر و قیمت بھی ہو، لیکن میرے نزدیک بے دینی و فساد کے ساتھ جمع ہو کر ان کی قطعاً کوئی قیمت نہیں، بلکہ میں پڑھنے کے لئے شیطان کو اور زیادہ خطرناک خیال کرتا ہوں، اور اُن میں فوری تبدیلی کی قطعاً کوئی توقع نہیں رکھتا، بلکہ اوپر بھی جو کچھ ڈاکٹر صاحب سے معلوم ہوا وہ اسی کی شہادت ہے، کہ ان سرغناؤں (جن کو شاید آپ معصوم خیال فرماتے ہیں) کی کجیٔ فطرت بدستور ہے۔

بہر حال، آپ حضرات پر سرغناؤں کی تعین کو جلسۂ انتظامیہ نے جو چھوڑا تھا اُس کا مقصد یہ ہرگز نہ تھا کہ اس طرح ڈاکٹر صاحب اور نواب صاحب کی بادلِ ناخواستہ، وہ بھی آدھی رضامندی سے فائدہ اُٹھانا آپ کے لئے مناسب تھا۔

آپ اس معاملہ کو جیسا ہلکا خیال فرماتے ہیں، میں اتنا ہی سنگین خیال کرتا ہوں۔ ڈاکٹر صاحب اور نواب صاحب سے کل میں نے نہایت سخت گفتگو کی، آپ سے بھی عرض ہے، کہ میرے لئے صرف دو راہیں، یا پھر از سرِ نو اس جنگ کو شروع کیا جائے، یا کم از کم میں اپنا تعلق دارالعلوم ندوہ سے قطعاً الگ کر لینا چاہتا ہوں، اور ان حالات میں صراحۃً شر و فساد اور معصیت کی شرکت جانتا ہوں، لہذا ذاتی تعلقات کی بنا پر عرض ہے کہ یا تو اس کی اجازت مرحمت ہو ورنہ جلسہ انتظامیہ کی تجویز کے الفاظ نہیں روح پر عمل فرمایا جائے، اور یہ تو الفاظ

پر بھی عمل نہیں۔ امید ہے، صاف جواب کے علاوہ اس غبی کو آپ اس معاملہ میں زیادہ سمجھانے کی کوشش نہ فرمائیں گے۔ والسلام

عبدالباری عفی عنہ

(۱۹۹)

۷۸۶

دار المصنفین، اعظم گڈھ

محترم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ

مجھے مضمون مرسلہ سے اتفاق نہیں، دلائل بےحد کمزور، احادیث تمام تر ضعیف و مجروح، اقوال علماء سے استناد امور غیب پر ناجائز۔ حافظ ابونعیم، بیہقی، ابوالخطاب، سیوطی وغیرہ سے جو حدیث کے نام سے عبارت...... ۶۷۲ انعقاد مجلس کی سنت پر نقل کیا ہے جو دوسرے کالم کے اخیر میں ہے، وہ میرے جانتے تمام تر موضوع ہے۔ وعن ابن عباس ان ابا کان یحدث بالکل لغو ہے۔

بہرحال رسول اکرم صلعم کے وقائع وسیر کا ذکر اور اس کے لئے اجتماع...... ۶۷۳ ہے اور موجب برکات، مگر ان عقائد کے ساتھ جن کا اس مضمون میں ذکر ہے قطعی ناجائز۔ اللہم احفظنا۔

آپ کا ایثار اس حد تک قبول ہوا کہ اکاڈمی نے ایگزیکٹو ممبروں میں میرا نام داخل کر لیا ہے ۶۷۴ آج کل کی فرصت اتفاقی میں کیا دار المصنفین میں آپ کا کچھ دنوں قیام خوشی اور مسرت کا ۶۷۵

---

۶۷۲ لفظ کرم خوردہ ہے۔ غالباً کوئی مضمون جواز محفل میلاد وغیرہ کے باب میں روزنامہ رہبر دکن (حیدرآباد) میں نکلا تھا۔ ۶۷۳ لفظ کرم خوردہ ہے۔

۶۷۴ یو۔ پی کی نیم سرکاری ادبی و علمی انجمن ہندوستانی اکاڈمی مراد ہے۔ اپریل ۲۷ء میں قائم ہوئی۔ مجھے بالکل ابتداء ہی سے اس کونسل کا ممبر بنا لیا گیا۔ اس کی ایک مختصر مجلس انتظامی (ایگزیکٹو کمیٹی) بھی تھی، اس کے لئے غالباً بجائے اپنے میں نے نام سید صاحب کا پیش کر دیا تھا۔

۶۷۵ یعنی جب بیچ کی اشاعت ملتوی ہے۔۔۔ سید صاحب کس کس طرح مجھے اعظم گڈھ گھسیٹ بلانے کی فکر میں لگے رہتے۔ آج جب ان کی اس انتہائی شفقت کا خیال آ جاتا ہے، تو شرم سے کٹ کٹ کر رہ جاتا ہوں۔

باعث اور رفقاء کی خوش وقتی کا موجب ہوتا۔ کب تک کی امید رکھوں؟ والسلام

سید سلیمان ۵ راگست ۳۰ء

(۲۰۰)

دار المصنفین، اعظم گڈھ ۷۸۶

مجبی زاد لطفہ،

السلام علیکم۔ اس معاملہ[۶۷۶] میں ہمارے اور آپ کے عزیز دوست ڈاکٹر عبد العلی صاحب بھی مولوی عبد الباری صاحب کے بعد دوسرے درجہ پر ہیں۔ کیا آپ نے ان پر بھی اپنا نقطۂ نظر واضح کیا، ضرورت تو ہے۔

میں فکر میں ہوں کہ رئیس احمد اور عبد السلام کو اپنے پاس بلالوں[۶۷۷] مگر افسوس ہے کہ مولوی عبد الباری صاحب سے اس کا یوں ہی سرسری ذکر آیا تو اس کی بھی مخالفت[۶۷۸] کی، مگر میں کوئی اور تدبیر کرنا چاہتا ہوں کہ باقاعدہ دار المصنفین سے وظیفہ کا تعلق نہ ہے۔

اکاڈمی کے ارکان اس دفعہ سب گورنمنٹ سروینٹ لوگ بنائے گئے ہیں۔ ڈاکٹر شفاعت احمد صاحب کا خط آیا تھا کہ وہ بھی میرے لئے کوشاں تھے، کہ تمہارا عدم انتخاب تمہارے سیاسی خیالات (امروہہ[۶۷۹]) کی وجہ سے ہے۔ میں نے جواب دیا کہ جو حکومت کسی سیاسی اختلاف کی

---

۶۷۶ یعنی ندوہ کے اسٹرائک کرنے والے طلبہ سے سختی کے معاملہ میں ——— میں اُس وقت تک باہر کا شخص تھا۔ لیکن طلبہ اور ارکان ندوہ دونوں کے بیانات سن کر اس رائے پر پہنچا تھا کہ لڑکے اس کے مستحق نہ تھے کہ اُن کے ساتھ برتاؤ میں علاوہ سختی کے تحقیر و تذلیل بھی کی جائے۔

۶۷۷ اُس وقت کے یہ دونوں ہونہار طالب علم یعنی مولوی سید رئیس احمد جعفری خیر آبادی، اور مولوی عبد السلام قدوائی سید صاحب کی اس شفقت و کرم کے ممنون، سید صاحب کی زندگی بھر رہے۔

۶۷۸ یعنی ان دونوں کے دار المصنفین آجانے کی۔ بعد کو دونوں صاحبوں کا داخلہ جامعہ ملیہ میں ہوگیا۔

۶۷۹ امروہہ میں جمعیۃ العلماء کا اجلاس حال میں ہوا تھا۔ سید صاحب اُس میں شریک تھے، اور جمعیۃ اُس وقت ایک نیم باغیانہ جماعت سمجھی جاتی تھی۔

وجہ سے کسی کو اپنی ادبی مجلس کا ممبر نہ بنائے وہ ہمدردی کے لائق نہیں۔

اچھا ہے سچ سے ذرا فرصت پاکر تالیفات و تصنیفات پر نظر ثانی کرنے کا آپ نے موقع پالیا، اگر معارف سے مجھے اس طرح فرصت مل جائے، تو میں بڑا خوش ہوں، مگر کیا اس عالم میں آپ کی جناب سے معارف کو کچھ ملے گا، دیکھیں تو سہی کہ کس طرح آپ نے تبدیلی کی ہے، اور زبان کو بالکل صاف کر دیا ہے۔[۶۸۰]

امجد حیدر آبادی کی ایک نئی کتاب جمال امجد چھپی ہے، کیا زبان و طرز ادا (کہیں کہیں دھینیت ہے) اور کیا اثر روئے خیالات، بہت پسند آئی۔ نگار[۶۸۱] ماہ جولائی میں نصف مضمون چھپا ہے، میرے بعض سنجیدہ دوست نگار میں مضمون جواب لکھنے پر برہم ہیں، آپ کو بھی اختلاف تھا مگر مصلحت اس کی متقاضی تھی، رسالہ منگوا کر ضرور پڑھئے۔

مقبول احمد[۶۸۲] کا ایک خط آیا ہے جس میں اُنھوں نے معافی مانگی ہے، اُن کا تبادلہ بلیا ہو گیا ہے۔ "عرب و ہند" اگر آپ کے پاس اکاڈیمی کے پاس سے نہ آئی ہو تو بھیجی جائے، کیا آپ اظہار خیال فرمائیے گا۔ والسلام۔

سید سلیمان ۲۲ جولائی ۱۹۳۰ء

(۲۰۱)

دفتر دار المصنفین، اعظم گڈھ

محبّ مکرم دام لطفہ

السلام علیکم۔ کتابیں پہنچیں، معلوم نہیں کس ظالم نے مبارک سے وہ صفحات نکال لئے۔

---

[۶۸۰] آپ نے لکھا تھا کہ اس فرصت کے زمانہ میں اپنی بعض قدیم کتابوں اور مضامین پر نظر ثانی کر کے اُن کی زبان صاف و ہموار کر رہا ہوں۔

[۶۸۱] نیاز فتحپوری کا معلوم و معروف، اور اُس وقت مخالفتِ اسلام کے لحاظ سے رسوائے زمانہ ماہنامہ — سید صاحب نے آخر ایک جوابی مضمون اس میں بھیجا تھا۔

[۶۸۲] نگار میں "حق گو" کے نام سے مضمون نگاری کیا کرتے تھے۔ حدیث سے انکار بلکہ اس کا مضحکہ کرنے میں قلم بہت رواں تھا۔ ڈپٹی کلکٹر اس وقت تک اعظم گڈھ میں تھے۔

آپ کو معلوم ہوا ہوگا کہ ہمارے آپ کے دوست غازی صاحب "لام" پر جا رہے ہیں،[۶۸۳] دیکھئے کیا ہو، مستقل مشورہ کی ضرورت ہے۔

اب آپ کا قیام لکھنؤ میں کب تک ہے۔[۶۸۴]

آپ نے معارف کے لئے کسی کتاب پر ریویو بھیجنے کے لئے کہا ہے، وہ کب تک ہوگا یا کوئی اور مضمون، آخر سیج کے اضطراری بندش سے بھی ہم کو آپ اختیاری فائدہ نہ پہنچا سکیں، تو کیا رہا۔ والسلام

سید سلیمان ۹؍ستمبر ۱۹۳۰ء

(۲۰۲)

دار المصنفین، اعظم گڈھ

محب محترم حفظکم اللہ وسلّم

السلام علیکم۔ محبت نامہ کا شکریہ۔ الخیر فی ما وقع۔ کسی واقعہ کے ہو جانے کے بعد اُس پر نقد و تبصرہ "بیکار ہے" دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے مستقبل کو اپنی سکینت و تسلّی سے معمور رکھے، میرے نزدیک تو آپ نے بڑی جرأت کی۔ یہاں تو ایک سے بھی عہدہ برآ نہیں ہو سکتے، اور آپ دو دو سے کشتی لڑنے کو تیار ہیں۔[۶۸۵] بہرحال ھنیئاً لکما بالرفاء والبنین

۶۸۳؎ غالباً حیدر آباد وغیرہ چندہ کی مہم پر جا رہے ہوں — "لام" پر جانا محض "غازی" کی مناسبت سے ہے۔ اور "غازی" صاحب سے مراد ہمارے آپس کی محبت میں "غازی مسعود" یعنی مولوی مسعود علی ندوی ہوتے تھے۔

۶۸۴؎ اس وقت کئی ہفتوں کے لئے میں مع خاندان لکھنؤ منتقل ہو آیا تھا۔

۶۸۵؎ اس زمانہ میں میں نے اپنے ایک مرحوم و عزیز دوست کی تنگ حال و صاحب اولاد بیوہ کے ساتھ عقد کر لیا تھا، زیادہ تر اُن صاحب کی ہمدردی ہی کے خیال سے۔ اس پر برادری بھر کیا معنی، ملک بھر کی اخباری دنیا میں ایک ہلچل برپا ہو گئی۔ صرف گنتی کے چند صاحب فہم مخلصین تھے، جنھوں نے مجھ پر زبان طعن دراز نہیں کی، بلکہ سنجیدہ مشورہ دیتے رہے۔ انھیں چند میں ایک ممتاز ہستی سید صاحب کی تھی۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے امید ہے کہ آپ نے جس حُسنِ نیت سے یہ کام کیا ہے، وہ اُس پر نظر رکھ کر آپ کی مشکل کو حل فرمائے گا، مگر سب سے زیادہ مدح و ستائش کے لائق ہماری بڑی بھاوج ہیں[۶۶۶]، حقیقت میں انھوں نے تو اپنے صبر و شکر اور تسلیم و رضا سے قرونِ اولیٰ کی بیویوں کی یاد دلا دی، میں تو آپ سے زیادہ اُن کی ولایت کا قائل ہوں، موصوفہ کے حالات زندگی میں آپ کے ساتھ ساتھ جو انقلاب ہوتا رہا ہے، وہ بے حد حیرت افزا ہے، اور یہ آخری مثال تو اُن کی انتہائی نیک بختی اور صلاحِ طبیعت پر دلالت کرتی ہے۔

آپ نے مقام نہیں لکھا، کیا نگرام[۶۶۷] ہے، ایسا شبہ ہوتا ہے

پرسوں سے نواب سید علی حسن خاں صاحب آئے ہوئے ہیں۔ والسلام

سید سلیمان ۸ر اکتوبر ۱۹۳۰ء

(۲۰۳)

دفتر دار المصنفین، اعظم گڈھ

مخترم السلام علیکم

والانامہ ملا۔ انشاء اللہ تعمیل کروں گا، اور بخوشی

مولانا حمید الدین صاحب بہت سخت بیمار ہو کر اپنے ہم وطن ڈاکٹر کے علاج کے لئے متھرا ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب کے پاس گئے تھے، آپریشن کئی ہوئے، حالت نازک ہے[۶۶۸]۔ میں آج کی گاڑی سے متھرا جا رہا ہوں، واپسی لکھنؤ ہو کر ہوگی۔ والسلام

سید سلیمان ۱۲ر نومبر ۱۹۳۰ء

---

[۶۶۶] یعنی میری پہلی اور محبوب بیوی

[۶۶۷] یہ نئی بیوی صاحبہ قصبہ نگرام کی تھیں۔

[۶۶۸] افسوس ہے کہ مولانا اُن شفیق و حاذق ڈاکٹر کی ہر امکانی کوشش کے باوجود جانبر نہ ہوسکے۔

(۲۰۴)

دارالمصنفین، اعظم گڈھ

محترم دام لطفکم

السلام علیکم۔ خدا جانے آپ کہاں ہیں؟ گذشتہ لطف نامہ میں "معارف برادری" کا نیم وعدہ ہو چکا تھا کل "ملت"[۲۸۹] میں آپ کی دلچسپ تحریر دیکھ کر خیال آیا کہ دریا بادکے بحر بیکراں سے سب ہی سیراب ہو رہے ہیں، ایک معارف ہی پیاسا ہے۔ آپ کی ہزار علٰحدگی پر بھی دنیا آپ کو ہمارا ہی سمجھتی ہے اور سمجھے گی۔ اس کے ثبوت میں، ایک خط پیش کرتا ہوں، یہ اسد ملتانی[۲۹۰] ہی ہیں، جن کی فارسی نظم کبھی کبھی معارف میں نکلتی ہے۔ یہ آدمی سنجیدہ خیال اور صحیح الرائے معلوم ہوتے ہیں۔ فتنہ نگار کی نسبت بالکل میری رائے اُن سے متفق ہے۔ برسوں نیاز صاحب کا خط آیا ہے کہ "آپ میری تحریک کو گرمی بازار کی خاطر سمجھتے ہیں، حالانکہ وہ میرے دل کی تڑپ ہے" کہئے کیا لکھوں؟

کیا عباری صاحب سے ملاقات ہوئی، یہاں بھی آنے والے تھے، مگر نہیں آئے۔ مانع نہیں معلوم۔

طشتری خالی واپس آئے گی، جب کبھی آنا ہوگا اُس میں کچھ رکھ کر لادوں گا۔ یہ ہم کا پرانا تحفہ میری طرف سے بھاوج کو نذر ہے، اُن کی صحت کیسی ہے؟ اور نتیجہ؟

سید سلیمان ۳۰ ستمبر ۱۹۳۰ء

نقل خط اسد ملتانی صاحب بنام سید صاحب

۔۔۔ ڈی کنڈی شملہ

محترمی و مخدومی

وعلیکم السلام۔ نوازش نامہ موصول ہوا۔ ہمت افزائی کا شکریہ۔ آپ کے محدود حلقۂ

---

[۲۸۹] دہلی کا ایک روزنامہ، جو ہمدرد کے بعد اُس کے ایک سابق ایڈیٹر کی ادارت میں نکل رہا تھا۔

[۲۹۰] مومن وتخلص شاعر تھے، وفات ابھی دو ہی تین سال ہوئے، ہوئی ہے۔

احباب میں داخل ہونا میرے لئے ہمیشہ باعثِ افتخار رہے گا۔

مقطع میں "زرہِ گوش" کی ترکیب میں مجھے کوئی سُقم نظر نہیں آیا۔ فارسی کا ایک مشہور شعر ہے معلوم نہیں کس کا ہے مگر ضرب المثل کی حیثیت رکھتا ہے ؎

جانور فربہ شود از خورد و نوشش   آدمی فربہ شود از راہِ گوش

اس میں "از راہِ گوش" انہی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

"بہ لب گوش"، پر بھی مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے، لیکن پھر "زلب گوش" کی بجائے "بہ لب گوش" زیادہ اچھا رہے گا، یعنی مصرع یوں ہو جائے ع

یک ساغر آں ہم بہ لب گوش بنوشیم

امید ہے کہ نظم اگست کے معارف میں نکل آئے گی۔

ہاں میرا ایک عریضہ مورخہ ۱۲ مئی ۳۰ء ہنوز جواب طلب ہے۔ سید ریاست علی صاحب نے لکھ دیا تھا کہ آپ باہر تشریف لے گئے ہیں، واپسی پر جواب دیں گے۔ مگر اس وقت تک کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔

مقبول احمد صاحب نے جو "پرائیوٹ" معافی مانگی ہے اور سنت کی تحقیق سے دست بردار ہونے پر آمادہ ہو گئے ہیں، کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ اب وہ جواب الجواب نہیں لکھیں گے؟ میرا خیال تو یہ ہے کہ وہ فقط لفظ "سنت" کی تحقیق سے دست بردار ہوں تو ہوں ورنہ انکار حدیث سے وہ کب باز آنے لگے ہیں۔

حلقۂ نگار کی فتنہ انگیزی کے مقابلہ میں بہترین پالیسی عدم اعتنا ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ اسلام کے دریائے ذخار میں ملحدانہ خیالات کے سیکڑوں فرقوں نے حبابوں کی طرح سر نکالا اور آخر خود بخود ٹوٹ پھوٹ کر اسی میں گم ہو گئے۔ البتہ جن فرقوں کا مقابلہ کیا گیا وہ حلقۂ گرداب کی طرح اب تک اپنی محدود ہستی برقرار رکھے ہوئے ہیں۔ کم و بیش یہی صورت غیر اسلامی فرقوں کے مقابلہ میں پیش آئی۔ مثلاً سکھوں کی صوفیانہ جماعت میں اسلامی عنصر بہت زیادہ تھا

اور ممکن تھا کہ ایک عرصہ کے بعد یہ جماعت اسلام میں جذب ہو جائے، مگر فرخ سیر وغیرہ کے سیاسی مقابلے نے اس جماعت کو ایک دشمنِ اسلام جنگجو قوم بنا دیا۔ اسی طرح آریہ سماج کی تحریک فی الحقیقت ہندوؤں کو اسلام کے زیادہ قریب لانے والی تھی۔ چنانچہ اس کی ابتدائی نشو و نما بھی مسلمانوں کی سرپرستی میں ہوئی، اگر اس کی طرف زیادہ توجہ نہ کی جاتی تو یہ فرقہ یا تو ہندوؤں کی اکثر سماجوں کی طرح گوشۂ گمنامی میں ہوتا یا شاید اسلام میں مل جاتا۔ مگر افسوس کہ جماعت احمدیہ اور مولوی ثناء اللہ کے علمی جہاد نے اس فرقہ کو نہ صرف اہم بلکہ اسلام کا سخت دشمن بنا دیا، ساتھ ہی اس کے ردعمل کے طور پر جماعت احمدیہ بھی چمک اُٹھی۔

حلقۂ نگار کے پاس کوئی تعمیری پروگرام نہیں، البتہ جس طرح وہ خود کاوش اور تذبذب کے عالم میں ہے، اسی طرح وہ زیادہ سے زیادہ اس تخریبی تذبذب کو پھیلا سکتا ہے۔ اس کا علاج میرے نزدیک یہی ہے کہ اس اثر کو زائل کیا جائے (نہ صرف معارف میں بلکہ دیگر ایسے رسائل میں بھی جو اس کام کے لئے موزوں ہوں اور جو آپ کے حلقۂ اثر میں ہوں) مضامین میں مقابلہ یا جواب کا شائبہ تک نہ پایا جائے، بلکہ اس طرز پر ہوں کہ غیر محسوس طور پر اپنا کام کرتے رہیں۔

اگر ممکن ہو تو مولوی عبدالماجد صاحب دریابادی کو بھی مشورہ دیا جائے کہ وہ تصوف آمیز فلسفیانہ رنگ میں اس مقصد سے مضامین تحریر فرماویں لیکن ذرا تحمل و بردباری اور حکمت کے ساتھ۔ علانیہ کبھی نیاز صاحب کے مدمقابل نہ بنیں۔

میری رائے ناقص میں اس قسم کا سلسلۂ مضامین موجودہ وقت میں اسلام کی سب سے بڑی خدمت ہوگی، اور امید ہے کہ آپ اس معاملہ پر کماحقہ غور فرمائیں گے۔

والسلام بعد احترام نیاز مند

اسعد ملتانی ۲۷ جولائی ۱۹۳۰ء

(۲۰۵)

۴۸۶

متھرا

مجبی - السلام علیکم

افسوس کہ متھرا کے بُت کدہ میں اسلام کا روشن ستارہ غروب ہو گیا۔ مولانا حمید الدین صاحب نے پرسوں وفات پائی، آج پہنچا۔ زیارت آخریں سے محروم رہا۔

آہ کہ علم کا مزہ جاتا رہا، ترجمان القرآن رخصت ہو گیا۔ آج لکھنؤ جا رہا ہوں، چند روز رہوں گا۔ والسلام سید سلیمان ۱۳؍ نومبر ۳۰ء

۱۱؍ نومبر کو پرسوں شب کے ۱۱ بجے انتقال ہوا، اور کل ۱۲ بجے دن کو تجہیز و تکفین ہوئی۔

(۲۰۶)

اعظم گڈھ

محب مکرم دام لطفہ

السلام علیکم۔ تار اور خط پہونچا۔ اس ہمدردی اور پیام تعزیت کا دلی شکریہ۔ واقعہ[۲۹۱] میری ذات کے لئے سخت اندوہناک ہے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ صبر و رضا کے سوا چارہ کیا۔ ان العین تبکی والقلب یحزن۔

آپ کے تعزیت نامہ سے تسلی ہوئی۔ بچی ابھی اس حالت میں نہیں کہ آپ کے تعزیت نامہ کو پڑھ سکے انشاء اللہ موقع آئے تو اس کے ہاتھ میں دوں۔ نماز و قرآن کی طرف اُس کے خیال کو متوجہ کر رہا ہوں۔ اپنی اہلیہ صاحبہ کی خدمت میں میری طرف سے شکریہ پہنچا دیں۔

اب کدھر کا قصد ہے۔ والسلام

سید سلیمان ۲؍ دسمبر ۱۹۳۰ء

لہ[۲۹۱] غالباً سید صاحب کے بڑے داماد کا انتقال ہوا ہے۔ بڑی صاحبزادی سیدہ کے شوہر تھے۔

(۲۰۷)

دار المصنفین، اعظم گڈھ

مکرم دام لطفہ

السلام علیکم۔ کیا مجھ پر سکوت اور خاموشی کا الزام صحیح ہے؟ سفر حیدرآباد کے لئے روانگی کے بعد سے تو کوئی نوازش نامہ نہیں ملا۔ ہاں ایک پُرزہ مولوی مسعود علی صاحب لائے تھے۔

وعدہ یاد ہے، کتاب چھپے تو پورا ہو۔ میں مولانا اسلم کے "خرافات" کا جواب نہ دوں گا، موضوعات والے مضمون پر میرے پاس بھی خطوط آئے ہیں، ایک خط ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب[۶۹۲] کے پاس بھیجتا ہوں۔

آپ نے بعد رمضان تشریف لانے کا وعدہ کیا ہے، امید ہے کہ پورا ہو گا۔ آپ کے یا "الناظر" کے مرسلہ اقتباس پہنچ گئے۔ نئی مسجد میں تراویح ہو رہی ہے۔

والسلام
سید سلیمان

۲۸ / جنوری ۳۱ء
۸ / رمضان ۱۳۴۹ھ

(۲۰۸)

دار المصنفین، اعظم گڈھ

مکرم دامت مکارمکم

السلام علیکم۔ رمضان کے دن ایسے گزر جاتے ہیں کہ کاموں کا پتہ نہیں چلتا، آپ کا والا نامہ آیا تھا، یاد سے اتر گیا تھا، کل سچ دیکھ کر یاد آیا۔ سیرت محمد علیؒ کی تجویز مناسب ہے، مگر تجربہ یہ ہے کہ جو کام ایک جماعت یا متعدد افراد کے سپرد ہوتا

۶۹۲؎ پرنسپل جامعہ ملیہ۔ مولوی محمد اسلم صاحب بھی درس گاہ میں تاریخ کے استاد تھے۔ اور انکار حدیث پر مضامین لکھ رہے تھے۔ ان کی وجہ سے بدنامی جامعہ ملیہ کی بھی ہو رہی تھی

ہے، وہ بیشتر رہ جاتا ہے۔ محمد علی صاحب مرحوم کی تاریخ "وفد یورپ" تو میرے خطوط میں مدوّن رکھی ہے مگر ابھی تک ان کی اشاعت کی نوبت نہیں آئی۔

مرحوم ہی کی فرصت کا انتظار تھا، کہ وہ اُن کو ایک نظر دیکھ لیں، آخر اُن کی دائمی فرصت کا وہ دن آگیا، جس کا انتظار تھا۔ بہرحال مجھ سے جو حصّہ متعلق ہوگا، قلت فرصت کے باوجود اُس کو انشاء اللہ پورا کردوں گا۔

رمضان کے بعد آپ کو دو ایک روز کے لئے رسمًا نہیں بلاتا، بلکہ آپ کے ایک آدھ ہفتہ کے قیام کا خواہشمند ہوں، سیرت کے بعض ابواب آپ کو دکھا کر مشورہ چاہتا ہوں۔ خود دار المصنفین اور اُس کے رفقاء آپ کے فیض کے محتاج ہیں۔

حجۃ اللہ البالغہ کے ترجمہ کے لئے مولوی عبد السلام صاحب تیار ہیں، آئیے تو یہ مرحلہ بھی طے ہو جائے۔ والسلام

۲۱ رمضان ۱۳۴۹ھ سید سلیمان
۱۱ فروری ۱۹۳۱ء

(۲۰۹)

دار المصنفین، اعظم گڈھ

محترم دام کرمہ

السلام علیکم۔ ایک عشرہ سے بھی کچھ زیادہ ہوا کہ میں نے نیاز نامہ لکھا تھا، مگر ہنوز جواب سے محروم ہوں، مواقع بخیر ہوں۔

آپ کی کتاب کی کتابت ختم ہو چکی، چھپائی بھی شاید جلد ختم ہو جائے[۶۹۳]، اس لئے حسب الامر چند صفحوں کا دیباچہ مرسل خدمت ہے، جو فقرہ یا لفظ پسند خاطر نہ ہو، بے تکلف نشان کر دیں، میں بدل دوں گا، آخری سطریں امید ہے کہ بار خاطر نہوں گی۔

---

۶۹۳ یعنی "سفر حجاز" اس پر دیباچہ سید صاحب کے قلم سے تھا۔

وللناس فیما یعشقون مذاھب

شوال میں آنے کی تکلیف دی تھی، اس سلسلہ میں گزارش ہے کہ محکمۂ تعلیم بمبئی نے اوائل مارچ (انتہائی ۱۵ مارچ تک) مجھے کسی اسلامی موضوع پر چار لکچر دینے کے لئے بلایا ہے، جانے کی تیاری کر رہا ہوں، اگر ابھی آپ تشریف لاسکیں تو ابھی سہی ورنہ ۱۵ مارچ کے بعد وقت رہے۔

خیریت ہے۔ والسلام

سید سلیمان

۷ شوال ۱۳۴۹ھ
۲۳ فروری ۱۹۳۱ء

(۲۱۰)

دار المصنفین، اعظم گڈھ

محب محترم دام لطفہ

السلام علیکم۔ عنایت نامہ کا شکریہ سفر حجاز پر تبصرہ تو مئی میں چھپ نہ سکے گا۔ البتہ اعلان و اطلاع چھپ جائے گی۔ مضمون ابو ہریرہ[۶۹۴] کا جواب شاہ معین الدین صاحب نے بہت طویل لکھا ہے، ۴۰ صفحوں میں، آدھا وہی آئے گا، جس کی وجہ سے گنجائش نہ نکل سکی۔

آپ کا مضمون بجواب حافظ اسلم صاحب پڑھا، اصل میں "قانون موضوعات" نامی مولانا طاہر فتنی کی کتاب آجکل چھپی، یہ اُسی کے غلط اقتباسات پر مبنی ہے۔ شاہ معین الدین اصل کتاب پر تبصرہ کے ضمن میں اسلم صاحب کا بھی جواب دیں گے۔

اس دفعہ ۷ اپریل کی اکاڈمی[۶۹۵] کے جلسہ میں ایک خالی جگہ کا انتخاب تھا، میں نے

---

۶۹۴ نگار کے مضمون نگار ڈپٹی مقبول احمد صحابی رسول ابو ہریرہؓ سے بے تمیزی پر خاص طور پر تلے ہوئے تھے۔

۶۹۵ یعنی یو۔پی ہندوستانی اکاڈمی (الہ آباد) جس کا ممبر میں اُس وقت نہ تھا۔

آپ کا نام پیش کیا، ڈاکٹر صدیقی صاحب اور نعیم الرحمان صاحب[۶۹۶] سے تائید کرائی، مگر مسلمانوں کی دوسری جماعت نے مع ہندو دوستوں کے جعفر علی خاں اثر کا نام پیش کیا، اُن کے ہندو ووٹ زیادہ ہو گئے، اور وہی منتخب ہو گئے۔

اس دفعہ بمبئی میں بہت سی کتابیں خریدیں، قوت القلوب مکی کا بھی ایک نسخہ ہاتھ آیا۔

والسلام

سید سلیمان ۵ رمئی سنہ ۱۹۳۱ء

(۲۱۱)

دار المصنفین، اعظم گڈھ

"شیخ محترم"[۶۹۷] وعلیکم السلام

مولوی مسعود علی صاحب کی مالی مصیبتوں کا کوئی نیا حال سوا اس کے مجھے معلوم نہیں کہ امسال ابتک اُن کی زمینداری سے لگان وصول نہیں ہوا، باقی اپنے بھائی مرحوم کے سلسلہ میں اپنی بیوہ بھاوج کو جائداد کے بجائے جو نقد روپیہ قرض لے کر ادا کیا تھا، وہ روپیہ اُن پر کچھ ادا کرنے کے بعد تقریباً پونے دو ہزار کے قریب شاید واجب الادا ہے۔ اس سلسلہ میں چودہ سو روپئے دار المصنفین کے منافع کی رقم سے اُن کو مولانا حمید الدین صاحب کے مشورہ سے قرض دیئے گئے تھے۔ وہ ہیں۔ اب آپ لوگ اُن کا جو فیصلہ کیجئے، مجھے اختلاف نہیں، اُن کی خوشحالی میری عین خوشی ہے۔ میں نے اسی لئے "قانون فوجداری"[۶۹۸] اُن کی ملکیت قرار دی، اور اس سے اُن کے مشکلات میں بہت کچھ تخفیف ہوئی۔

۶۹۶ء یعنی ڈاکٹر عبد الستار صدیقی (الہ آباد یونیورسٹی) اور پروفیسر نعیم الرحمن (الہ آباد یونیورسٹی)

۶۹۷ء یہ جوابی القاب ہیں، میں نے غالباً "سید والا" لکھا تھا۔

۶۹۸ء کتاب کا پورا نام "اسلام کا قانون فوجداری"۔

مولوی سعید صاحب انصاری کانپوری پھر دار المصنفین میں واپس آنے کے لئے بیقرار ہیں، مولوی مسعود علی صاحب بھی اُن کے واپس بُلانے سے متفق ہیں، مگر تعمیر کے مصارف کی وجہ سے اتنا بھی نہیں کہ اُن کو تنخواہ معقول پر بُلا سکیں، وہ سخت مصیبت میں ہیں، حیدر آباد سے دو ایک معاملے چل رہے ہیں، اگر کامیابی ہوئی تو اُن کو واپس لے لینا چاہئے، مولوی ابو الجلال صاحب کی جگہ خالی ہے۔

مہربانی فرما کر اس خط کو چاک کر دیجئے گا۔[299]

سلیمان ۱۳ر مئی ۱۹۳۱ء

(۲۱۲)

دار المصنفین، اعظم گڈھ

محترم السلام علیکم

فتح اللہ خاں صاحب[300] کی درخواست پہنچ گئی، کیا وہ پچیس ماہوار پر گزر کر سکیں گے؟ آپ نے یہ پوچھ لیا ہے۔ میں نے بالفعل اُن کو یہ لکھا ہے کہ آغاز سال سے تقررات وغیرہ ہوتے ہیں۔ قواعد کا ایک نسخہ بھجوا دیا ہے۔

مئی کے معارف میں اشتہار (سفر حجاز) نکل گیا ہے، اور جون میں خسب الامر مقدمہ کا بڑا اقتباس دے دیا ہے، لکھ گیا ہے۔

شاہ معین الدین صاحب کا جوابی مضمون[301] کیسا ہے؟ انھوں نے یہ پہلی بار تلوار اُٹھائی ہے، وہ خود اپنی محنت سے میری غیر حاضری میں از خود لکھا ہے۔

۹۔ ۱۰ کو لکھنؤ رہوں گا، نواب صدر یار جنگ بھی ہوں گے۔ والسلام

سید سلیمان ۲ر جون ۱۹۳۱ء

---

۲۹۹ اتنا عرصہ گزر چکنے کے بعد اب خط کی اشاعت میں بھی کوئی مضائقہ نہیں۔

۳۰۰ حیدرآبادی صاحب انگریزی کے مضمون نگار تھے، اور دار المصنفین میں بہ حیثیت رفیق آنے کے خواہش مند

۳۰۱ یہ مضمون اُس وقت کے منکرین حدیث، نیاز، وغیرہ کے جواب میں تھا۔

مولانا محمد علی کے مکاتیب معارف میں شروع کرتا ہوں، میرے پاس چار پانچ خط ہیں، اُن سے آپ کو مدد ملے گی۔ اُن کے ولایتی حالات میرے مکاتیب لندن میں موجود ہیں، مولف کو اُن سے اقتباسات لینا چاہیئے۔

میرے پاس شاہ عبدالعزیزؒ کا ایک والانامہ محرم کے اعمال مستحسنہ شہادت کے متعلق آیا ہے، چھپے گا۔ والسلام

(۲۱۳)

دفتر دارالمصنفین، اعظم گڈھ

محترم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ

کارڈ ملا صرف ابوہریرہؓ نہیں بلکہ انکار معراج اور دجال پر مضامین انھیں مقبول کے نکلے ہیں اور ابھی نماز روزہ وغیرہ پر نکلیں گے، اور نیاز صاحب نے خاص طور سے مجھ پر کئی دفعہ عنایت فرمائی ہے، چونکہ میں نے ایک خط میں لکھ دیا ہے کہ میں اپنے کو اُن کی دوکان کے چمکانے کا باعث نہ بناؤں گا، اس لئے وہ چھیڑ چھیڑ کر متوجہ کرتے ہیں......

میں آج رات کی گاڑی سے لکھنؤ چل رہا ہوں، جو دریاباد کہیں آخر شب کو پہنچے گی، واپسی ۱۱ر جون کو پشاور اکسپرس سے ہوگی، جو آپ کے یہاں شاید ۴-۵ بجے شام کو پہنچے۔

ابوہریرہ والا نگار مرسل ہے۔ والسلام

سید سلیمان ۸ر جون ۱۹۳۱ء

مکتوبات یورپ چھپے نہیں، ہنوز قلمی ہیں، البتہ صاف شدہ ہیں۔ وہ تمامتر محمد علی صاحب مرحوم کے مساعی جمیلہ کی تفصیل ہے۔ دل سے چاہتا ہوں کہ یہ چھپتے مگر جامہ ندارم، مدت تک یہ خیال مانع رہا، کہ خود محمد علی صاحب دیکھ لیں اور مقدمہ لکھیں تو چھپیں مگر

۲۰۳؎ نگار کے خصوصی مقالہ نگار ڈپٹی مقبول احمد مسلسل مضامین اسلامی مسلمات پر طنز و طعن میں لکھ رہے تھے، اُن کا اور خود نیاز صاحب دونوں کا رویہ سید صاحب کی ذات سے بالخصوص مخاصمانہ تھا۔

اُن کو کبھی اس کی فرصت ہی نہ ملی۔

بھائی صاحب کی خدمت میں سلام فرمائیے۔[۴۰۳] سلیمان

(۲۱۴)

دارالمصنفین، اعظم گڈھ

محترم دام کرمہ

وعلیکم السلام۔ عرفہ[ق] بی بفضیحہ العزائم میں اسی دن اسی گاڑی سے آنے کو تیار تھا، گر میرا خیال تھا کہ وہ لکھنؤ سے ۳ بجے نکلتی ہے اس لئے ڈاکٹر عبدالعلی صاحب کے ساتھ بیٹھا باتیں کرتا رہا، جب چلنے لگا تو معلوم ہوا کہ گاڑی کا وقت گزر گیا، بہت افسوس ہوا۔ رات کی گاڑی سے چلا اور جس دن ۱۰ بجے یہاں پہنچا اُسی دن بعد نماز جمعہ ۳ بجے پھر بھاگلپور کے لئے چل دیا، اور پٹنہ ہوتے ہوئے اس جمعہ کو واپس آیا۔

اس فتنہ نگار کے متعلق میری عرض یہی ہے کہ اس کو حد سے زیادہ اہمیت دے کر اس کو بڑھنے اور پھیلنے کا موقع نہ بہم پہنچائیے۔ گمراہوں کو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا، وہ جوابوں کے بعد بھی تسلی نہیں پا سکتے۔

طبقات کی جلد ازواج مطہرات مرسل ہے۔

لکھنؤ میں بدتمیزیاں ہو رہی ہیں اور کسی کو خبر نہیں ہوتی، حیف![۴۰۳ الف]

"امر معلوم"[۴۰۴] کے متعلق اقدام، میری طبیعت کے خلاف ہے، اگر میرا معاملہ ہوتا تو میں پسند نہ کرتا، مگر رفقاء کی رائے سے اختلاف کبھی نہ کروں گا۔

سلیمان ۲۲ رجون ۱۹۳۱ء

۴۰۳ـ میں اس وقت سہارنپور میں اپنے بھائی ڈپٹی عبدالمجید صاحب کے ہاں مقیم تھا۔ اور یہ خط وہیں موصول ہوا تھا۔

۴۰۳ـ الف۔ اشارہ نگار کی گستاخانہ تحریروں کی طرف ہے۔ طبقات سے مراد کتاب طبقات ابن سعد ہے۔

۴۰۴ـ مولوی مسعود علی صاحب کی مالی اعانت کا مسئلہ چل رہا تھا، ممکن ہے کہ اشارہ اسی کے کسی پہلو کی بابت ہو۔ "امر معلوم" کا اشارہ اسی جانب ہے۔

(۲۱۵)

دارالمصنفین، اعظم گڈھ

محترم - السلام علیکم

کل کارڈ لکھ چکا ہوں - غازی صاحب کو غالباً سنہ ۱۹۲۰ء میں صدر مجلس کارکن مولانا حمیدالدین صاحب مرحوم کی اجازت سے دارالمصنفین کے سرمایۂ جمع شدہ ڈاکخانہ کے منافع کی رقم سے جو الگ رکھی ہوئی تھی، سترہ سو روپئے قرض دیئے گئے تھے جن میں سے بمرورِ ایام چار سو روپیہ وصول ہوئے، باقی تیرہ سو روپیے رہے - بحالات موجودہ جن کے ادا ہونے کی امید نہیں. علاوہ ازیں تقریباً ایک ہزار مجھ سے اور پانچ سو ایک اور صاحب سے قرض لئے، جن میں سے میرے تقریباً ساڑھے چار سو اور دوسرے صاحب کے شاید چار سو باقی ہیں - یہ حالات آپ کے استفسار و تحقیق پر زبانِ قلم پر آئے ہیں -

"قانون فوجداری" تو ایک حیدرآبادی صاحب نے ترجمہ و اشاعت کے لئے ہمارے سپرد کیا، اور اس کے اخراجات کے لئے (۵۰۰) دئیے - ترجمہ عبدالسلام صاحب نے کیا اور اس کی طبع و اشاعت میں ایک ہزار خرچ ہوا - اسے چھپوانے والے صاحب نے وعدہ کیا تھا کہ کتاب حیدرآباد میں نکل جائے گی - ایک دفعہ عشاء کی نماز پڑھتے پڑھتے مجھے خیال آیا کیوں نہیں اس کو مولوی مسعود علی صاحب کے سپرد کر دیا جائے کہ اس کو بیچ کر بقیہ ۵۰۰ اجرت . . . . ادا کرنے کے بعد باقی . . . . . . کو اپنے کام میں لائیں - میں نے یہ تجویز پیش کی . . . . . . ایک ہزار جلدیں چھپی تھیں جن کی قیمت نہ وصول ہوئی . . . . . . باقی ہے - - - - - ایسے نسخے ہیں، باقی ۵۰۰ نسخے فروخت انھیں نے بڑی محنت سے کئے - جسکے سرمایہ سے وہ بچی کی شادی اور جہیز میں کچھ صرف کر سکے اور دوسرے قرض کچھ ادا کر سکے - اب اس وقت اس کے چار سو نسخے باقی ہیں، جن کا نکلنا مشکل

۲۰۴؎ الاصلاح مولوی مسعود علی صاحب کا نام ہم بے تکلف دوستوں کی زبان پر "غازی مسعود" یا محض "غازی صاحب" تھا -

ہے۔ جن کی کوشش ایسی ہی کی جائے تو شاید کچھ نکل جائیں۔ آپ کے خط کے جواب میں کل کارڈ لکھنے کے بعد مجھے خیال آیا کہ میں خود "غازی صاحب" سے آپ کی اس تجویز کو کیوں نہ پوچھ لوں۔ انھوں نے فرمایا کہ "میں اس صورت کو پہلے تو پسند نہ کرتا مگر اب مجبوراً پسند کرنا پڑے گا۔" اندریں حالات ارکانِ مجلس عاملہ کے سامنے پوری روداد رکھ کر یہ فیصلہ کر دیا جائے کہ بقیہ ۱۳ سو روپیہ کے معاوضہ میں چار سو سترہ جلدیں جو باقی ہیں وہ منہا لے لی جائیں۔

محترمی! میں ان مالی معاملات میں بہت کچھ اپنے کو محفوظ پوزیشن میں رکھنا چاہتا ہوں اور غازی صاحب کی باایں ہمہ کشادہ دستی کے اُن کو افکار سے نجات دینا دل سے پسند کرتا ہوں، اس لئے اگر اس معاملہ کا ایسا تصفیہ ہو جائے تو خود میری گلو خلاصی ہوگی ورنہ کہا جائے گا کہ ......[ش۴۰۵] اور چونکہ ایسا معاملہ خانگی طور سے میں اور غازی صاحب خود ملی بھگت سے طے نہیں کرنا چاہتے اس لئے مجلس عاملہ کی اجازت ضروری ہے یعنی عبدالباری صاحب اور شروانی سے کہنا۔ شروانی صاحب کو میں نے خط دکھا دیا تھا۔

والسلام

سید سلیمان ۲۵ رجون ۱۹۳۱ء

(۲۱۶)

دارالمصنفین، اعظم گڈھ

حبیب محترم۔ السلام علیکم

سچ میں مرتد پر رئیس احمد جعفری[ش۴۰۶] کا مضمون خاصہ ہے، وہ پورا ہو جائے تو اصلاح

ش۴۰۵ یہ خط بمشکل آب رسیدہ نکلا۔ فقرے کے فقرے پانی کے اثر سے مٹ گئے یا بالکل دھندلے پڑ گئے ہیں۔ صرف اس مقام پر نقطے خود سید صاحب کے دیے ہوئے ہیں۔ باقی اور جگہ اس خط میں جہاں کہیں نقطے دیے گئے ہیں، وہ صرف اس مجبوری سے کہ عبارت پڑھی نہ جا سکی۔

ش۴۰۶ یہ وہی مولوی رئیس احمد جعفری ندوی ہیں، جن کا ذکر بہ طور "سرغنہ" دارالعلوم ندوہ سے اخراج کے سلسلہ میں پہلے آچکا ہے اور جنھیں آگے چل کر ایک مشہور صحافی اور اہل قلم بننا تھا — میری ادارت میں اس وقت سچ ہی نکل رہا تھا مسدق اس کے بند ہو جانے پر نکلا۔

ذ ترمیم کے بعد معارف میں دیدوں۔ اس دفعہ معارف میں میں نے نگار کے مقاطعہ کی بسلسلۂ فتنہ کتب صلاح الدین خدا بخش تحریک کی ہے، اور اسلامی اخبارات کو متوجہ کیا ہے، اور بعض دوستوں کو پرائیوٹ خطوط بھی لکھے ہیں، مگر میں علانیہ اعتراف کرتا ہوں کہ میں اس میدان کا مرد نہیں، یہ کچھ کر بیٹھا ہوں، وہ آپ کے تڑپانے سے۔ اب اس آغاز کا انجام آپ کے ہاتھ ہے، مہربانی کرکے اگر حیدرآباد میں کوئی ایسا مخلص ہو جو وہاں سے اس کے پرچوں کا مقاطعہ خوبی کے ساتھ جوش و خروش کے بغیر صرف خریداروں سے مل مل کر فرداً فرداً کر سکے تو اچھا ہے اسی طرح بھوپال میں بھی ہو، لاہور میں بھی ہو۔

اس سلسلہ میں ایک فرمائش یہ ہے کہ انقلاب و زمیندار، ملت و اتحاد (پٹنہ) خلافت و مدینہ[۳۰۷] کو آپ اس کے مقاطعہ کی تحریک کی طرف متوجہ کریں۔ اور سب سے زیادہ ضروری یہ ہے کہ جس طرح آپ نے جامعہ والے مضمون یا کتاب کے ساتھ کیا تھا[۳۰۸]، کہ ایک مضمون نگار کے خرافات کے اقتباسات کے ساتھ مرتب فرما دیجئے، جو سب اخباروں میں چھپ جائے۔ خدا و رسول، قیامت، جنت و دوزخ، عبادات، صحابہ، ائمہ کے متعلق اس کے مقولات یکجا کر دیئے جائیں، آپ کے پاس پرچے نہ ہوں تو بھجوا دیئے جائیں۔ غرض خاموشی کے ساتھ اب اس کام کو انجام دینا ہے، میں بھی الجمعیۃ وغیرہ کو لکھتا ہوں۔ جواب کا سخت انتظار رہے گا۔ نور کے جس نمبر[۳۰۹] کی طرف آپ نے اشارہ کیا ہے وہ ذرا بھیج دیجئے۔ طبقات جز ازواج کی رسید آپ نے نہیں بھیجی۔ شملہ کا ایک مضمون[۳۰۹ الف] بھیج کے لئے جاتا ہے، دیکھ لیجئے۔

والسلام　　　　سید سلیمان　　　　۱۹ر جولائی ۱۹۳۱ء

۳۰۷؎ یہ سب اُس زمانہ کے مشہور اخباروں کے نام ہیں۔

۳۰۸؎ میں نے اس سے قبل ۱۹۲۹ء میں جامعہ ملیہ کی چھاپی ہوئی ایک تکلیف دہ ترجمہ شدہ کتاب "عربوں کا تمدن" کے ساتھ یہی معاملہ کیا تھا۔ اور اُس کا بڑا اچھا اثر ہوا تھا۔

۳۰۹؎ مراد ہے ماہنامہ النور۔ تھانہ بھون سے حضرت تھانوی کی سرپرستی میں نکلتا تھا۔

۳۰۹ الف؎ یہ مضمون غالباً پرویز صاحب کا تھا۔ جناب منکر حدیث ہونے کی حیثیت سے آشنا ہو چکے ہیں۔ اُس وقت تمام تر ہم لوگوں کے ہم زبان تھے۔

(۲۱۷)

دفتر دار المصنفین، اعظم گڈھ

مکرم السلام علیکم

کارڈ ملا، اور اس سے پہلے بھی ایک عنایت نامہ آیا تھا، آپ نے اس بارہ میں جو یادگار خدمت انجام دی ہے اُس کا شکریہ ہر صلح پسند کو ادا کرنا چاہیئے[۱۰]، میرے لئے بڑی مشکل دوگونہ تعلقات کو نباہنا ہے، بہرحال آئندہ شذرات میں بچا بچا کر کچھ لکھا ہے۔

نعمانی و فراہی کے عقائد پر مفصل مضامین لکھنے کی ضرورت کیا، اور فرصت کسے۔ تلک اُمّۃ قد خلت لھا ما کسبت وعلیھا ما اکتسبت۔ مولانا شبلی کے دفع الزام پر ایک اصلاحی نے طویل مضمون لکھا ہے، جو شاید الاصلاح میں چھپے[۱۱]۔

مسلم یونیورسٹی کے ارکان دینیات خوب چنے گئے ہیں کہ ان میں دینیات کا ماہر کوئی نہیں الا ایک[۱۲]۔ ابھی مولانا تھانوی کی تحریر[۱۳] مذکور سرائے میر سے میرے پاس نہیں آئی۔

کیا آپ کو معلوم ہے کہ اکاڈیمی کی انعامی کتابوں کا کیا حشر ہوا[۱۴]، اور کس خوش قسمت کے

ف[۱۰] مدرستہ الاصلاح، سرائے میر (ضلع اعظم گڈھ) کے کارکنوں سے وابستگان حضرت تھانوی کو شکایت مدت سے چلی آرہی تھی، باب مولانا حمید الدین فراہیؒ کی ایک ناتمام سی تحریر اُن کی وفات کے بعد بلاغت قرآن پر ایسی نکلی، جس سے اسلام پسند طبقہ کا بھڑک اُٹھنا قدرتی تھا۔ شورش شروع ہوئی۔ اور نوبت مولانا شبلی نعمانی اور مولانا فراہی دونوں مرحومین کے لئے فتاوائے کفر تک پہنچی۔ دستخط کرنے والوں میں خود حضرت تھانویؒ بھی تھے، میں نے اپنی والی پوری جدوجہد کی، اور حضرت تھانویؒ کی خدمت میں عریضہ لکھا۔ حضرتؒ نے بزرگانہ شفقت سے اپنے دستخط واپس لے لئے۔

ف[۱۱] مدرسۃ الاصلاح سرائے میر کا ماہنامہ

ف[۱۲] اس ایک سے مُراد یہ خاکسار ہے، مسلم یونیورسٹی نے جائزہ تعلیم دینیات کے لئے ایک کمیٹی مقرر کی تھی، جس کے اکثر ارکان علوم دین سے نا آشنا ہی تھے۔

ف[۱۳] یعنی وہ تحریر جس میں حضرت تھانوی نے تکفیر سے اپنی تبرّی کی تھی۔

ف[۱۴] اب میں پھر ہندوستانی اکاڈیمی کا ممبر منتخب ہو گیا تھا۔

حق میں فیصلہ ہوا۔ ابھی وطن کا سفر ملتوی کر دیا ہے۔ والسلام

سلیمان ۳۰؍ جولائی ۳۱ء

(۲۱۸)

دار المصنفین، اعظم گڈھ

محب مکرم دام لطفہ

السلام علیکم۔ کل لفافہ اور آج کارڈ ملا۔ اگست کا پرچہ[1] مجھے انھوں نے نہیں بھیجا ہے، اور وہ ایسا ہی کرتے ہیں، جب کبھی میرے خلاف لکھتے ہیں، میں نے بھی یہ پرچہ نہیں منگوایا ع گفتم ایں فتنہ است خوابش بردہ بہ۔

بمبئی کے متعلق یہ ہے کہ سال کے آخر میں خطبہ کا موقع ہوگا، تین خطبے ہوں گے، ہر خطبہ ایک گھنٹہ کا ہوگا، ایک گھنٹہ میں آپ دس صفحے پڑھ سکتے ہیں، آپ اپنے خط سے۔ اس لئے تین گھنٹوں میں ۳۰ صفحوں کا مضمون کافی ہوگا۔ میرے خیال میں یہ عنوان آپ کے لئے مناسب ہوگا نفسیات القرآن، جس پر آپ کبھی لکھنے والے بھی تھے۔ خطبہ بطرز خطاب و تقریر سنانا ہوگا۔[2]

آپ انگریزی سے گریز کرتے ہیں، اور بخدا میں حسرت کرتا ہوں کہ میں انگریزی سے محروم رہا، ورنہ میں دین اور خالص دین کا کام جو گنے اثر کے ساتھ کر سکتا، آپ نے اپنی دنیا اردو داں طبقہ تک محدود کر کے علم و مذہب کا بڑا فائدہ نہیں پہنچایا، آپ کا فرض ہونا چاہیئے تھا، جو ہم جیسوں کی آواز نہیں سُن سکتے۔ آپ بُرا مانیں گے اور میں کہوں گا کہ آپ نے اپنے کو خانقاہ کے دائرہ میں بند کر کے اپنے کو محدود اور دوسرے کو فائدہ پہنچانے

---

[1] پرچہ نگار

[2] بمبئی میں لکچر پچھلے سال سید صاحب دے آئے تھے۔ اور اب اس سال مجھ سے دلوانا چاہتے تھے۔ اس کا تفصیلی ذکر اگلے خطوط میں آرہا ہے۔

کے سلسلہ کو مختصر کر دیا۔ اس دراز نفسی کا حاصل یہ ہے کہ آپ کو یہ خطبہ انگریزی میں دینا چاہیئے، اور خصوصاً بمبئی میں۔ میں نے عربوں کی جہازرانی پر اُردو میں خطبہ دیا تھا۔ جواب کے آخری فیصلہ سے جلد مطلع فرمائیے گا کہ اطلاع دی جا سکے۔

والسلام

سید سلیمان ۱۸ اگست ۱۹۳۱ء

(۲۱۹)

دارالمصنفین، اعظم گڈھ

محبِ محترم دام لطفہ

السلام علیکم۔ بہت اچھا جب تک آپ کو ہندوستان کے طول و عرض اور اُس کی اُردو دانی اور اُردو فہمی کا حال نہ معلوم ہوگا، آپ کو انگریزی کی ضرورت کا یقین نہ آئے گا، اور غیر مسلموں تک تو ہماری آواز کبھی پہنچ ہی نہیں سکتی[۱۷] بہر حال وللناس فیما یعشقون مذاہب۔

میں پروفیسر عبدالقادر صاحب کو آپ کی آمادگی کی اطلاع دے رہا ہوں، اور وہ آپ سے براہ راست کارروائی کا مراسلہ کریں گے، جب تک باضابطہ خط نہ آجائے، کام نہ شروع کیجئے گا کہ محنت ضایع نہ جائے[۱۸]

پرویز صاحب[۱۹] کا ایک اور مضمون آیا ہے، میں تھوڑی ترمیم کر کے آپ کے پاس

---

۱۷ سید صاحب بار بار توجہ دلا رہے تھے کہ لکھنے کی ضرورت اُردو سے کہیں زیادہ انگریزی میں ہے۔ میں اس پر اَڑ رہا تھا۔ یہاں ذکر اُسی کا ہے۔

۱۸ ذکر انھیں خطبات بمبئی کا ہے — اب یاد نہیں کہ کیا صورت پیش آگئی، بہرحال اس معاملہ کی تکمیل نہ ہو سکی۔

۱۹ یہ وہی چودھری غلام احمد پرویز ہیں جو اس وقت پاکستان میں فتنۂ انکار حدیث کے علمبردار بنے ہوئے ہیں۔ اُس وقت سچ اور معارف کے لشکر کے ایک دلیر سپاہی تھے۔ مضمون فتنۂ نگار کے رد میں تھا۔ ہمت لکھنؤ کے ایک روزنامہ کا نام تھا، اور النّاظر لکھنؤ کے ایک ماہ نامہ کا نام

بھیجتا ہوں، آپ دیکھ کر ہمت میں چھپوا دیجئے، اور میں چاہتا ہوں کہ یہ پمفلٹ کی صورت میں الناظر میں چھپ کر ہر جگہ حیدرآباد، بھوپال، لاہور وغیرہ میں تقسیم ہو جائے۔

والسلام

سید سلیمان ۲۵ اگست سنہ ۱۹۳۱ء

(۲۲۰)

دار المصنفین، اعظم گڈھ

محترم دام لطفہٗ

السلام علیکم۔ خاموشی کا باعث نہیں معلوم، مولانا بخیر ہوں۔ صلاح الدین خدا بخش کو جلد سے جلد خدا بخشے۔ میں نے فلسفۂ مذہب اور رسائل نگار[۲۰] بھیجے تھے، پہنچے ہوں گے۔ کاش ایسا ہو سکتا کہ مولویت کے بجائے آپ پھر فلسفیت کا قلم ہاتھ میں لیتے اور فلسفۂ مذہب کا تار تار بکھیر دیتے، اور صحیح فلسفۂ مذہب پیش کرتے۔ میں اس کتاب کے مشرقی و مذہبی مباحث کی تنقید تو کر سکتا ہوں مگر مغربی خیالات کی تنقید میرے بس سے باہر ہے، اس کے لئے ایک فلسفی کے قلم کی ضرورت ہے۔ کیا اس بہانہ سے نقد الکلام[۲۱] کی تلافی نہ کی جاسکے گی، مولانا عبدالماجد سے زیادہ ہم کو مسلمان صوفی مسٹر عبدالماجد بی اے کی ضرورت ہے۔ مولانا ہو کر تو آپ کبھی ہمارے زمرہ میں ہو کر مولویانہ "تنگ دلی" کا طعنہ سننے لگے۔ جانتا ہوں کہ اب آپ کی طبیعت کی رو بدل گئی ہے، تاہم تکلموا الناس علیٰ قدر عقولھم کے اصول پر طرز گفتگو اور طریقۂ استدلال بدل کر کچھ لکھئے اور بیچ کے بجائے اس کو معارف کے حوالہ کیجئے۔

۲۰؎ یعنی فلسفۂ مذہب، از ڈپٹی مقبول احمد، اور رسالۂ نگار کے پرچے۔ نگار اس وقت میرے پاس نہیں آتا تھا۔

۲۱؎ میں نے اپنے دورِ الحاد کے شباب میں سنہ ۱۹۱۰ء میں مولانا شبلی کی الکلام (اور درحقیقت عقائدِ اسلامی) پر مخالفانہ تنقید بڑی مفصل، کئی نمبروں میں ماہنامہ الناظر میں شائع کی تھی ـــــ سید صاحب کے اس مکتوب سے دین کے واسطے ان کی کس درجہ دردمندی ظاہر ہو رہی ہے۔

ایک خاص بات کہنی ہے، جس طرح گزشتہ سال میں بمبئی لکچر کے لئے گیا تھا، امسال پھر ایک شخص کی ضرورت ہے، کیا آپ منظور فرمائیں گے۔ تین لکچر (تحریراً) ہوں گے۔ کسی اسلامی تحقیق و موضوع پر، اگر انگریزی ہو تو بہت ہی بہتر۔ جو مجلس اس کے لئے ہے وہ وزارت تعلیم کے ماتحت ہے، اور نیم سرکاری ہے۔ پروفیسر شیخ عبد القادر صاحب نے مجھے لکھا ہے کہ ڈاکٹر اقبال کو لکھا گیا تھا، انھوں نے معذرت کی ہے، اب تم کسی کا نام لکھو۔ معاوضہ مع اخراجات سفر پانچ سو ہوں گے، جلد جواب عنایت فرمائیے۔ والسلام

سید سلیمان ۳۱ اگست ۱۹۳۱ء

(۲۲۱)

دار المصنفین، اعظم گڈھ

محترم۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ

آپ لکھنؤ سے واپس آچکے ہوں گے، اخبار اتحاد پٹنہ ۲۸ اگست ۱۹۳۱ء میں جو مضمون چھپا ہے، نظر سے گزرا ہوگا۔ اس کا کٹنگ اس غرض سے بھیجتا ہوں کہ وہ ہمت میں ہیں۔ چھپے ساتھ مولوی عبد اللہ قریشی (لکچرر اسلامیہ کالج لاہور) کا ایک خط بھی آپ کے ملاحظہ کے لئے بھیجتا ہوں، آپ اُن کو خود بھی لکھ سکتے ہیں۔ پنجاب اور حیدرآباد اصلی جگہیں ہیں۔

نواب فخر یار جنگ بہادر[۲۲۲] سے میری ملاقات ہے، گفت و شنید بھی ہے، مگر بواسطہ نواب محمد یار جنگ بہادر۔ جہاں تک میں سمجھتا ہوں، یہ خبر (وظائف) غلط ہے، بہر حال تحقیق کروں گا۔

نہیں صاحب! میں آپ کا شکار آپ کے منھ سے نہیں چھینتا، میں اس بارہ میں اپنے زور بازو کا قائل نہیں، مجھکو صرف ہنکوا سمجھیے[۲۲۳]۔

ایک بات قابل لحاظ ہے۔ ہمت "جداگانی" ہے ایسا نہ سمجھا جائے کہ ایک

---

[۲۲۲] فنانس منسٹر حیدرآباد دکن۔ خبر یہ مشہور ہوئی تھی، کہ نیاز (صاحب نگار) کا حیدرآباد سے وظیفہ مقرر ہو رہا ہے۔

"مخلوطی" (نیاز) کے مقابلہ کے لئے ایسا کر رہا ہے، اس لئے سیاسی مسئلہ بن جائے، بنابریں حقیقت کو بھی ساتھ لیجئے کہ وہ بھی مخلوطی ہے[۲۳۴] اور مقامی اشاعت رکھتا ہے۔ والسلام

سید سلیمان یکم ستمبر ۳۱ء

نقل خط مولوی عبداللہ قریشی بنام سید صاحب

سیدی و مولائی دعلیکم السلام

گرامی نامہ ملا، مشکور فرمایا۔ مجھے آپ کے ایک ایک لفظ سے اتفاق ہے۔ نکلسن کی کتاب واقعی اخراج کے قابل ہے، اور میں تو پہلے دن سے ہی اس کے خلاف آواز بلند کر رہا ہوں، مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب تک اس کے قابل اعتراض حصے پبلک میں نہ آئیں گے ایجی ٹیشن موثر ثابت نہ ہو گی۔ اس غرض کے لئے میں اس کا مطالعہ دوبارہ کر رہا ہوں، اور خدا نے چاہا تو عنقریب اس کے خلاف سلسلۂ مضامین شروع کر دوں گا، اور جب تک اسے نصاب سے خارج نہ کرا لوں گا، دم نہ لوں گا، آپ اس معاملہ میں میری کیا مدد فرمائیں گے۔

میں ایک عرصہ سے نگار کا مطالعہ ترک کر چکا ہوں لیکن یہ شکایت برابر سننے میں آ رہی ہے کہ وہ دہریت کا سب سے بڑا مبلغ ہے، اور اس لئے آپ کی یہ تجویز نہایت مناسب ہے کہ اس کے بائیکاٹ کی تحریک کی جائے، تا آنکہ وہ راہ راست

---

۲۳۳ ؎ نگاریوں کی اصطلاح میں نگار کو ہانک کر لانے والا — میں نے لکھا تھا کہ "نگار تو میرا خنکار ہے، بلمودوں اور گردن کشوں سے ٹکر لینا میرا حصہ ہو چکا ہے، آپ اس کے لئے زیادہ زحمت نہ اٹھائیں"۔

۲۳۴ ؎ "جداگانی" اور "مخلوطی" اس وقت کی چلی ہوئی اصطلاحیں تھیں۔ مسلمانوں کا سوادِ اعظم انتخاب جداگانہ چاہتا تھا یعنی "مسلمان ممبر صرف مسلمان ووٹروں کے انتخاب سے ہوں"۔ ہمت اسی مسلم لیگی مسلک کا ترجمان تھا۔ نیشلسٹ مسلمان "مخلوط" کے حامی تھے یعنی انتخاب ہندو مسلمانوں کے مشترک ووٹ سے ہو۔ مدینہ حقیقت اسی کانگرسی روش کا نقیب تھا۔

پڑ جائے، لیکن میں آپ کی خدمت میں باادب التماس کروں گا کہ اگر آپ اس قلمی جنگ کی کمان اپنے ہاتھ میں لیں تو بہت اچھا ہو۔ خرچ و اخراجات کا تمام بار میں اپنے ذمہ لینے کو تیار ہوں۔ آپ ایک مراسلہ کا مضمون لکھ کر مجھے بھیج دیں، میں اسے چھپوا کر تمام اسلامی جرائد میں بھیج دوں گا۔

محمد عبداللہ قریشی

(۲۲۲)

دارالمصنفین، اعظم گڈھ

مکرم حفظک اللہ وسلّم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ بشارت نامہ وارد ہوا[۲۵]، جزاک اللہ خیرا۔ پنجاب میں آجکل مغلبورہ کالج کا شعلہ بھڑکا ہے، اس لئے اُس کی توجہ ادھر اس وقت پوری نہ ہو سکی[۲۶]، اس کا علاج آپ نے کچھ سوچا ہے۔

کچھ کا بیان ہمارے پاس بھجوا دیجئے[۲۷] گا۔

پٹنہ میں سید محمد ندوی اور منظر علی ندوی وغیرہ کو لکھئے کہ وہاں جلسہ کریں اور بائیکاٹ کو کامیاب کریں۔

کل کے ہمت[۲۸] میں نیاز کا چیلنج بہت باموقع ہوا، اس نے مناسب موقع تام پہنچا دیا۔ اور اس کے لحاظ سے "ایک دشمنِ اسلام مسلمان" کی سرخی بہت مناسب ہے۔

ف ۲۵ میں نے لکھا تھا کہ اطمینان رکھئے، فتنۂ نگار کا پورا مقابلہ کیا جائے گا، اور سچ کا ایک پورا نمبر اول سے آخر تک اسی کے لئے وقف رہے گا۔ نگار کے مقاطعہ کی تحریک بھی سب کہیں پھیلائی جائے گی۔

ف ۲۶ یعنی پنجاب کا پُر قوت مسلم پریس اس لئے فتنۂ نگار پر اس وقت توجہ نہ کر سکا۔

ف ۲۷ سچ کے اُسی خصوصی نمبر کی۔

ف ۲۸ لکھنؤ کا روزنامہ، ہمدم کا جانشین، سید حسن ریاض کی ادارت میں، سچ کا پورا ساتھ دے رہا تھا۔

سید نواب علی صاحب[۲۹] کی کتاب اب دیکھی، انھوں نے صفحات کے حوالے دے کر بھیجے تھے، کہ ان مضامین کو دیکھو، روایتی معراج کے انکار اور دوسری حدیثوں پر بے ثبوت جرح و انکار دیکھ کر سخت صدمہ ہوا، اُن سے یہ اُمید نہ تھی، خدا جانے منظور الٰہی کیا ہے۔

میں بھی لکھنؤ کا قصد رکھتا ہوں، درد سینہ میں چند روز سے مبتلا ہوں۔

سید سلیمان ۱۲ر ستمبر ۱۹۳۱ء

(۲۲۳)

دار المصنفین، اعظم گڈھ

مجبی! ادام اللہ فضلکم

سچ دیکھا مرحبا و جزاک اللہ، بعض بعض فقرے تو غضب کے ہیں، معلوم نہیں اس پرچہ کے زائد نسخے آپ نے چھپوائے ہیں یا نہیں، اس کی پوری اشاعت کی ضرورت ہے[۳۰]۔

میری صحت آجکل بہت خراب ہے، ایک گھنٹہ بھی جم کر کام نہیں کر سکتا، معدہ کی خرابی نے مستقل صورت اختیار کر لی ہے، لکھنؤ کا عزم ہے، مگر سیرت نے روک رکھا ہے۔

۱۵ ر کا انقلاب[۳۱] ہمارے ہاں نہیں آیا، اس کو نہیں دیکھا۔

پٹنہ خط لکھا، زبانی لوگوں سے کہا تھا جب وہاں گیا تھا، اب پھر لکھتا ہوں۔

۲۹ؔ پروفیسر سید نواب علی ایم اے مصنف سیرۃ الرسول اللہ، تاریخ صحف سماوی، معارج الدین وغیرہ

۳۰ؔ سچ ۲۵ر ستمبر ۱۹۳۱ء کا پورا نمبر، شروع سے لے کر آخر تک صرف ایک ہی طویل مضمون "ایک دشمن اسلام مسلمان" کے عنوان سے فتنۂ نگار کی تردید کے لئے وقف تھا۔ نگار کی اسلام دشمنی اور مسلم آزاری اب حد سے بڑھ گئی تھی، اور اس کے سوا چارہ ہی نہیں رہ گیا تھا۔

۳۱ؔ لاہور کا مشہور روزنامہ

معارف میں جواب شائع ہوتا رہے گا۔ نماز اور روزہ دونوں سلسلوں کا جواب چھپے گا۔ نماز کا جواب شاہ معین الدین لکھ رہے ہیں۔ مولوی مسعود علی صاحب نے آپکے مضمون کو بہت پسند کیا۔[231] والسلام

سید سلیمان ۲۸ر ستمبر ۱۹۳۱ء

(۲۲۴)

دار المصنفین، اعظم گڈھ

مکرم دام لطفہٗ - وعلیکم السلام

آپ مانیں یا نہ مانیں، مگر میں درد سینہ میں مبتلا ہوں۔ آج صبح بھی دورہ ہوا۔ ناشتہ اور کھانے کے بعد چند منٹ کے لئے ہوتا ہے۔ لکھنؤ جا رہا ہوں۔

میں نے دو تین صفحوں کا ایک مضمون اخبارات میں کل بھجوایا ہے، مضمون میری طرح ذرا ٹھنڈا ہے۔ بہار میں میں نے دو تین صاحبوں کو آج ہی خط لکھا ہے، امارت میں آج نوٹ شایع ہوا ہے، مشرق گورکھپور میں جو کچھ لکھا گیا ہے، دیکھا ہے، آپ کی تائید ہے۔

اس دفعہ کے معارف میں بھی شذرات ہیں،[232] اور مضمون ایمان و نماز کا جواب معین الدین نے لکھا ہے اور صیام کا جواب پرویز[233] شملوی نے لکھ کر بھیجا ہے۔ آپ کی تسلی کے لئے ایک بہاری رئیس کا خط بھیجتا ہوں۔[234] مفتی انوار الحق صاحب[235]

---

[232] وہی مضمون بہ جواب "نگار" — شاہ معین الدین اس وقت "رفیق" دار المصنفین تھے موجودہ مدیر معارف؛ مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی۔

[233] پرویز پر حاشیہ قریب ہی گزر چکا ہے۔ گورنمنٹ آف انڈیا کے سکریٹریٹ میں تھے۔ قیام کبھی دہلی رہتا، کبھی شملہ۔ شملوی اسی مناسبت سے ہے۔ فتنۂ نگار کے وقت ہم لوگوں کے معاون خصوصی تھے اور حجیت حدیث کے پُرجوش وکیل۔

[234] یہ ظاہر کرنے کو کہ اہل بہار بھی فتنۂ نگار کے معاملہ میں کسی سے پیچھے نہ تھے۔

[235] ناظم تعلیمات ریاست بھوپال۔ یہ سارے انتظامات فتنۂ نگار ہی کے سلسلہ کے تھے۔

کو خط لکھ دیا ہے اور پرچہ بھیجدیا ہے۔ والسلام

سید سلیمان ۷ر اکتوبر ۱۹۳۱ء

(۲۲۵)

السلام علیکم

اس وقت مجھے صبح کو درد سینہ کا دورہ پڑ گیا جس سے مضمحل ہوں۔

میرے دل میں خیال آیا کہ اگر مدیر نگار یہ اعلان کردیں کہ توبہ معذرت نامہ مورخہ ۱۰ر اکتوبر سنہ ۱۹۳۰ء کے علاوہ ہمت مورخہ ۱۳ر اکتوبر سنہ ۳۱ اور ملاحظات نگار بابت اکتوبر ۳۱ سنہ میں جو تحریریں میرے قلم سے نکلی ہیں وہ کالعدم سمجھی جائیں اور ۱۰ر اکتوبر والی تحریر پر خدا کو حاضر و ناظر و شاہد جان کر اس پر قائم رہوں گا اور اس کے خلاف میرے قلم سے اب کچھ نہ نکلے گا۔ تو کیسا ہے اور علمائے فرنگی محل کی کیا رائے ہے؟[۳۶]

(۲۲۶)

دار المصنفین، اعظم گڈھ

محب مکرم - دامت الطافکم

السلام علیکم۔ مکرمت نامہ ملا۔ نگار کے اقتباسات آپ کے بتانے سے پڑھے۔ آپ کی نظر بھی کہاں کہاں پڑتی ہے۔

معذرت کو اخیر علٰحدہ صفحہ پر چھاپنا یقیناً دفعات کی خلاف ورزی ہے، لیکن آپ ہی کے خط کے ساتھ کل نیاز صاحب کا ایک خط ملا، جس میں وہ اس طرح اس معذرت نامہ کی

؎۳۶ سچ کے اس نمبر کا نکلنا تھا کہ مسلم ہندوستان میں ایک آگ سی لگ گئی۔ لکھنؤ، دہلی، بمبئی، لاہور وغیرہ کے سارے مسلمان اخبار یک زبان ہو گئے۔ لکھنؤ کا روزنامہ ہمت (جانشین ہمدم) اس عموم میں مرتبۂ خصوصی رکھتا تھا۔

مدیر نگار کو اب علی الاعلان توبہ ہی کرتے بنی تھی لیکن معذرت نامہ چھاپنے کے وعدے کے بعد بھی بدعہدی جاری رہی۔ اس مکتوب پر کوئی تاریخ درج نہیں، بظاہر اخیر اکتوبر کی تحریر ہے۔ بغیر لفافہ کے ہے، عجب نہیں کہ دستی رقعہ ہو۔ ندوہ تو خیر آگے بڑھا ہی، فرنگی محل بھی اس مہم میں اس وقت تک تمام تر ہمارے ساتھ تھا۔

اشاعت کو دفتر و کاتب کی غلطی بتاتے ہیں، اور اس مسامحت سے درگذر کی خواہش کرتے ہیں، اس خط کا چنداں اثر نہیں ہوا، مگر آج تین صفحوں کا ایک اور "نیاز نامہ" آیا ہے۔ جس میں پوری التجا اور درخواست درگذر کی خواہش ہے، اور آئندہ اس کی "تلافی" کا وعدہ کیا ہے۔ اس قدر گر کر خط لکھا گیا ہے اب اس پر رحم آتا ہے، اور ایسے افتادہ پر حملہ کرنے کو جی نہیں چاہتا۔ مولوی مسعود علی صاحب پر بھی یہی جذبہ ہے۔

علاوہ ازیں یہ بھی ذہن نشیں رہے کہ جو فتح مبین آپ نے حاصل کی ہے، مزید تشدد سے اس کے ضایع جانے کا خطرہ ہے۔ آپ اس کی بدزبانی کا حکومت سے علاج کرا سکتے ہیں، بد دینی اور الحاد کی اشاعت کا نہیں۔ اگر آپ اس کا علاج کر سکتے ہیں تو اعراض جہل اور صفح ودرگذر سے۔

نیاز صاحب کے خط کے آخری الفاظ یہ ہیں۔

"بہرحال میں اب ان تمام واقعات کو آپ کے سامنے رکھ کر انصاف کا طالب ہوں، رواداری کا خواستگار ہوں، مصلحت اور دوراندیشی سے کام لینے کی درخواست کرتا ہوں اور اگر بدقسمتی سے آپ نے بھی اسے رد کر دیا تو پھر میں غریب سوائے اس کے اور کیا کر سکتا ہوں کہ خدا سے مدد چاہوں، جو دلوں کا حال جاننے والا ہے اور جو مسلمانوں کے علاوہ دنیا کے اور تمام مذاہب والوں کا بھی پالنے والا ہے اور خطاؤں سے درگذر کرنے والا ہے۔"

اس توبہ نامہ یا معذرت کے بعد نیاز کی پوزیشن اہلِ الحاد کی نظروں میں، اور دفعات کے عدم پابندی سے تمام مسلمانوں کی نظروں سے گر گئی، اب وہ کسی طرح لڑنے کے قابل نہیں۔ اگر آپ کو اس شرط کے ساتھ میری رائے سے اتفاق ہو کہ آیندہ پرچوں میں وہ شرط کے مطابق توبہ نامہ کو شائع کریں، تو مطلع فرمائیے اور مولوی ظفر الملک صاحب کو آئندہ کارروائی سے باز رکھیئے۔ ولعل اللہ یحدث بعد ذٰلک امرا۔

میں ۵ ردسمبر تک لکھنؤ پہنچوں گا۔ والسلام

سید سلیمان ۱۲ رنومبر ۱۹۳۱ء

(۲۲۷)

شبلی ہوٹل، بادشاہ باغ، لکھنؤ۔

جناب والا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ

اُس دن ساڑھے تین بجے کے قریب سواری نہ ملنے پر پیدل آپ کے قیام گاہ خاتون منزل پر پہنچا، معلوم ہوا کہ حضرت تشریف لے گئے، یہ بھی کوئی آنا جانا ہے۔ بہر حال بھائی مجید صاحب[۲۳۰] سے ملاقات ہوگئی، اور اُن سے گفتگو رہی اور اُنھیں سے آپ کا یہ پروگرام معلوم ہوا۔

فتح مبین پر بیشک مسرت ہے، مگر یہ نتیجہ اخلاص کا ہے، انتقام کا نہیں۔ آپ کو بہار سے شکایت تھی، آخر آخر میں تو ہمارے ندوی عزیزوں کی کوششوں نے اُس کی پوری تلافی کردی۔ جمعیۃ طلباء بہار، مدرسہ شمس الہدیٰ اور پھلواری میں جلسے ہوئے۔

نیاز صاحب کا نیاز نامہ میرے پاس آیا ہے کہ اب نگار میں اعتقادی مباحث پر مزید توبہ ہوگی۔ ڈپٹی مقبول احمد صاحب[۲۳۰ (الف)] کی بواسطہ معافی آئی ہے، اور لکھا ہے کہ آئندہ سے اُن کا نام نگار کے سلسلہ میں نہ لیا جائے، تو اُن پر عنایت ہو۔ مگر ابھی تو حضرت ابوہریرہ کے بعد حضرت ابن عباس اور فرائض کی کمی بیشی کے

---

۲۳۰ ڈپٹی عبدالمجید صاحب، میرے بڑے بھائی۔ سید صاحب کا یہ خط لکھنؤ سے ہے۔ میں لکھنؤ سے فوراً دریاباد چلا آیا تھا، اور ایک ہی آدھ دن میں تھانہ بھون اور سہارن پور کے لئے سفر پر روانہ ہوگیا تھا۔

۲۳۰ الف۔ مقبول احمد صاحب ڈپٹی کلکٹر، مصنف "فلسفۂ مذہب"۔ نگار کے خصوصی مضمون نگار۔ محدثین بلکہ صحابہؓ سے بدزبانی میں اُن کا نمبر نیاز صاحب سے بڑھا ہوا تھا۔

اجتہاد سے رجوع کا اعلان باقی ہے۔ بہر حال نومبر کے پرچہ کے بعد اُن کا نام نہ آئے گا۔ آپ کے اس سالانہ "حج و اعتکاف" پر رشک آتا ہے، توفیق مزید (۳۹)۔ مولانا سے میری طرف سے بعد سلام مسنون دعائے خیر و ہمت بزرگانہ درخواست کیجیے۔ کل اسٹیشن (۴۰) حاضر نہ ہو سکا کہ وہ وقت جمعہ کے دن بھی میرے درس کا تھا۔

والسلام سلیمان [نومبر ۳۱ء]

(۲۲۸)

دار المصنفین، اعظم گڈھ

محبِ مکرم زادکم اللہ فضلاً و توفیقاً

مکرمت نامہ ملا۔ آپ کے دہلی و علی گڈھ کے سفروں کے حوالے خطوط میں برابر آ رہے ہیں۔ سفرِ دہلی میں ڈاکٹر ذاکر صاحب سے حافظ اسلم صاحب کی نئی تحریک کا ذکر نہیں آیا؟ میں نے اُنھیں خط لکھا تھا، مگر حسبِ دستور جواب سے محرومی ہوئی۔ ان مسائل کے لاکھ جواب ہوں مگر جوابات کے ذریعہ سے خود اس بدعت کی اشاعت ہوگی۔

میری صحت اس قابل نہیں کہ کوئی نیا کام محنت کا شروع کر سکوں (۴۱)۔ کل ان صاحب کا خط حیدر آباد سے میرے نام بھی آیا ہے اور بیج مکے حوالہ سے مجھے

---

(۳۹) میں تھانہ بھون آچکا تھا کئی ہفتہ کے قیام کے قصد سے۔ "حج و اعتکاف" میں اشارہ اسی جانب ہے۔

(۴۰) یعنی لکھنؤ اسٹیشن پر میری روانگی سہارنپور و تھانہ بھون کے وقت۔ سید صاحب کا قیام اس وقت لکھنؤ میں تھا، اور دار العلوم میں درسِ قرآن دیتے تھے۔

اُدھر متوجہ کیا ہے۔

مقبول احمد صاحب کے مسلمان ہونے میں شک نہیں۔ مگر وہ خدا اور رسولؐ کے نادان دوست ہیں، اُن کے فتنہ کا اثر نیاز سے زیادہ متعدی ہے۔ نیاز فحاش تھے، اُس کی بُرائی ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔ مگر مقبول احمد صاحب قرآن و حدیث کے حوالہ سے اپنا غلط مطلب سمجھاتے ہیں، اور اس دام میں بیسیوں بیوقوف پھنس جاتے ہیں اور پھنسے ہیں۔

پیغام صلح کا تراشہ دیکھا، تعجب ہے کہ اہل لاہور و قادیان نے اس کی اشاعت میں اتنی دیر کی، اس کام کو تو بہت پہلے اُن کو کر چکنا چاہئے تھا۔

نواب اکبر یار جنگ[۲۴۲] کا مراسلہ موصول ہوا، ابھی تک کام کی پوری نوعیت ذہن میں نہیں آئی ہے، مواد اور مسودات اُن سے منگوائے ہیں۔ مولانا[۲۴۳] کی خدمت میں سلام مسنون اور دعا کی خواستگاری۔ ۷ر دسمبر تک دو ہفتہ کے لئے لکھنؤ بغرض علاج پھر جانا ہے۔ میں نے ناخدا کا نام سُن کر کہا[۲۴۴]،

ناخدا داریم ما را ناخدا در کار نیست۔

والسلام

سید سلیمان ۱۲ر نومبر ۳۱ء

۲۴۱؎ اُس زمانہ میں واقعی سید صاحب کی صحت بہت خراب ہوگئی تھی۔ بیماری کے دورے بار بار پڑتے تھے۔

۲۴۲؎ نواب اکبر یار جنگ "احمدی" ہوم سکریٹری حکومت آصفیہ۔ مجھ سے اور سید صاحب دونوں سے بہت اخلاص رکھتے تھے اور سید صاحب کو کسی دینی خدمت پر آمادہ کر رہے تھے۔ تفصیل اب ذہن میں نہیں۔

۲۴۳؎ یعنی حضرت تھانویؒ۔ میرا قیام ابھی تھانہ بھون میں تھا۔

۲۴۴؎ خبر مشہور ہوئی تھی کہ نیاز صاحب، ایک ہفت روزہ "ناخدا" کے نام سے نکالنے والے ہیں۔

(۲۲۹)

دارالمصنفین، اعظم گڈھ

مکرم وعلیکم السلام

ابھی لکھنؤ سے واپس ہوکر آپ کا کارڈ ملا۔ میرا لفافہ شاید راہ میں ہو، اور اُس وقت تک شاید آپ کا تیر کمان سے نکل چکا ہوگا[۲۲۵]۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ کیا ہوگا۔

ابھی دوسروں کے اور مضامین باقی ہیں۔ پرویز صاحب کا مضمون روزہ کے جواب میں نکلے گا۔ وہ بھی اچھا ہے پھر زکوٰۃ کا جواب چھپے گا۔ اگر بحث سنت سے لے کر آخر تک کے مضامین کا مجموعہ چھپ سکتا تو کیا کہنا تھا، مگر کوئی دستِ غیب نظر نہیں آتا۔

پنجاب کیمبل پور سے صاحبِ تذکرہ[۲۲۶] کا ایک عنایت نامہ بلکہ دشنام نامہ میرے نام آیا ہے، جواب لطف و اعراض کے ساتھ میں نے دیا ہے، دیکھیے کیا اثر ہو۔ والسلام

سید سلیمان ۲۳ر نومبر ۳۱ء

---

۲۲۵ مخلصین کے ایک گروہ کی رائے تھی، کہ اب جب نیاز بار بار معافی مانگ چکے ہیں، اُن کے خلاف تحریک کو مزید نہ چلایا جائے، بلکہ روک دیا جائے۔ سید صاحب کی بھی رائے یہی تھی۔ مخلصین ہی کا دوسرا گروہ اپنے عمل کے جواز میں نیاز کی مکرر بدعہدیوں کو پیش کر رہا تھا۔ میں بھی ایک نیا سلسلۂ مضامین بدعہد دشمنِ اسلام کے عنوان سے شروع کر رہا تھا۔ سید صاحب کا اشارہ اسی طرف ہے۔

۲۲۶ یعنی بانیٔ تحریک خاکسار عنایت اللہ خاں المشرقی جن کی کتاب تذکرہ ہم لوگوں کے نقطۂ نگاہ سے سخت گمراہ کُن تھی۔

(۲۳۰)

دار المصنفین، اعظم گڈھ

محترم دام لطفہ

خاموشی کا مجرم ہوں، مگر میرا عذر صاف ہے' انی نذرت للرحمٰن صوماً فلن

اکلم الیوم انسیا بارے رمضان کے ایام ختم ہوئے

تا سال دگرے کہ خورد زندہ کہ ماند۔

آپ مکان واپس آچکے ہوں گے۔ معلوم نہیں بھائی صاحب کا اب کیا حال ہے؟ [۲۴۷]

آپ کے بھیجے ہوئے کٹنگ پہنچے تھے۔ لیگیسی آف اسلام [۲۴۸] کا آرڈر بھیج دیا گیا ہے۔

کتاب جب آئے گی، مطلع کروں گا۔

امسال ابتک جلسۂ سالانہ نہ ہو سکا۔ حسابات سب مع رپورٹ کے چھپ رہے ہیں

آپ نے بعد رمضان تشریف آوری کا مژدہ سنایا تھا۔ آخر کبھی آپ یہاں ہفتہ

عشرہ کی اقامت کی نیت سے بھی آئیں گے؟ یہاں پورا بنگلہ آپ کے لئے تنہا خالی ہے۔ [۲۴۹]

مولوی مسعود علی صاحب کی رائے ہے کہ امسال صرف تحریری آراء حاصل کرلی

جائیں، مگر میں اس میں متامل ہوں۔

سید سلیمان ۲۰ فروری ۳۲ء

۲۴۷ء بھائی صاحب کو دمہ کے دورے ہر سال سردی میں سخت پڑتے تھے۔ اس سال اور زیادہ سخت پڑ رہے تھے۔

۲۴۸ء LEGECY OF ISLAM انگریزی کتابیں دار المصنفین کے لئے سید صاحب میرے ہی شورہ پر منگاتے رہتے۔

۲۴۹ء سید صاحب کی ہر بار کی مخلصانہ فرمائش اور خواہش کے باوجود مجھے اعظم گڈھ کئی دن جم کر رہنے کی توفیق کبھی بھی نہ ہوئی۔ احاطہ دار المصنفین کے بڑے رقبہ میں ایک مستقل چھوٹا سا بنگلہ میرے لئے سید صاحب نے مخصوص کر لیا تھا۔ خود دار المصنفین کی عمارتیں اُس وقت تک اتنی شاندار و متعدد نہ تھیں، جتنی بعد کو ہوئیں۔

صدق جدید

لکھنؤ

ہفتہ وار دینی و اصلاحی پرچہ

زیر ادارت

مولانا عبدالماجد صاحب بی اے دریابادی

ہر جمعہ کو لکھنؤ سے شائع ہوتا ہی

جو عہد حاضر کے خصوصًا تہذیب جدید کے برپا کردہ فتنوں کا مقابلہ کرتا ہی

اُسکا اپنا ایک مخصوص اَدَبی رنگ ہے

اسکے شذرات اور سچی باتیں کثرت سے دوسرے پرچوں میں نقل ہوتے ہیں

قرآنی اور تفسیری مباحث پر بلند پایہ مضامین اسمیں شائع ہوتے رہتے ہیں

تصانیف مولانا عبد الماجد صاحب دریابادی مدیر صدقِ جدید لکھنؤ

حکیم الامت
نقوش و تاثرات
آٹھ روپیہ پچاس نئے پیسے

محمد علی
ذاتی ڈائری حصہ اول
چھ روپیہ پچاس نئے پیسے

محمد علی
ذاتی ڈائری حصہ دوم
پانچ روپیہ

سفرِ حجاز
طبع ثانی
پانچ روپیہ

انشائے ماجد
حصہ اول
پانچ روپیہ

انشائے ماجد
حصہ دوم
پانچ روپیہ پچاس نئے پیسے

خطباتِ ماجدی
سیرتِ نبوی قرآنی
دو روپیہ پچھتر نئے پیسے

بشریتِ انبیاء
قرآن مجید کی روشنی میں
دو روپیہ پچیس نئے پیسے

قصص و مسائل
دو قرآنی لکچر
دو روپیہ

اعلام القرآن
شخصیاتِ قرآنی
دو روپیہ پچیس نئے پیسے

ارض القرآن
جغرافیہ قرآنی
ایک روپیہ پچیس نئے پیسے

الحیوانات فی القرآن
حیواناتِ قرآنی
دو روپیہ

نشریاتِ ماجد
حصہ اول
تین روپیہ

اکبر نامہ
اکبر میری نظر میں
تین روپیہ

ترجمہ و شرح
مناجاتِ مقبول

ملنے کا پتہ صدق جدید بک ایجنسی کچہری روڈ لکھنؤ